انوار القرآن

t.com

GIFT BOOK
No. 95 Office
Dtd. 26/6/07

اکیسویں صدی کے تناظر میں پہلی جامع تفسیر

انوار القرآن

قرآنِ کریم کی سورتوں کا تعارف و تلخیص
مضامینِ قرآن اور منتخب آیات کی تفسیر

جلد دوم

مُصنّفہ
ڈاکٹر ملک غُلام مُرتضٰی
سابق اسسٹنٹ پروفیسر ثقافۃ اسلامیہ و صدر شعبۂ ترجمہ اسلامی یونیورسٹی مدینہ منورہ
سابق وائس چانسلر اسلامک یونیورسٹی سائنس اینڈ ٹیکنالوجی پشاور

ڈاکٹر مرتضٰی ایجوکیشنل ٹرسٹ (رجسٹرڈ)
16-A1 ٹاؤن شپ۔ لاہور

Marfat

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ

اس کتاب کے کسی بھی حصے کی فوٹو کاپی، سکیننگ اور کسی بھی قسم کی اشاعت
مصنف کی تحریری اجازت کے بغیر نہیں کی جاسکتی

29714
1458ع
71740

ملنے کا پتہ۔
جہانگیر بک ڈپو، اردو بازار لاہور

آپ کے مشورے اور شکایات کے لئے۔
16-A1 ٹاؤن شپ، لاہور

اشاعت : اگست 2002ء

سرورق : JBD Art Section، لاہور

ناشر : ڈاکٹر مرتضیٰ ایجوکیشنل ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

ملنے کا پتہ : جہانگیر بک ڈپو، آفس: 257 ریواز گارڈن، لاہور۔فون: 042-7213318
فیکس: 042-7213319 ای میل: jbdsales@wol.net.pk سیلز ڈپو: اردو بازار، لاہور
فون: 042-7220879 سیلز ڈپو: اقبال روڈ نزد کمیٹی چوک، راولپنڈی فون: 051-5539609
سیلز ڈپو: نزد یونیفارم سینٹر جامع مسجد صدر، رسالہ روڈ، حیدرآباد فون: 0303-6217098

نیاز جہانگیر پرنٹرز، غزنی سٹریٹ اردو بازار، لاہور نے پرنٹ کی۔فون: 042-7314319

com

فہرست عنوانات (حصّہ دوم)

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۳۶	**سورہ یٰسین**	۲۳
	نام/زمانۂ نزول	۲۳
	مضامین	۲۳
	تفسیر	۲۴
	سورۃ یٰسین اور کفار مکہ	۲۴
	ہدایت کے لیے شرائط	۲۴
	نامۂ اعمال کی تیاری۔ تین طرح سے	۲۴
	مبلغ کے دو بنیادی اوصاف۔ بے غرضی	
	اور ہدایت یافتہ ہونا	۲۵
	برزخی زندگی پہ قطعی دلیل۔ شہید کا	
	مرتے ہی جنت میں داخل ہوجانا	۲۵
	تباہی کا سبب	۲۶
	دلائل توحید	۲۶
	ایک سائنسی انکشاف۔ قرآن کا کھلا معجزہ	۲۷
	عقل کی کوتاہی	۲۷
	کفار کی ایک چال	۲۸
	حشر کی منظر کشی	۲۸

نمبر شمار	مضامین
	اہل جنت کیلئے رب رحیم کی طرف سے سلام
	مجرموں کو سب کے سامنے الگ
	چھانٹ دیا جائے گا
	عبادت شیطان سے مراد اطاعت شیطان ہے
	چاہنے اور چاہت کے پیمانے ہیں
	کیا وقفہ نہ ہوگا؟
	ملکیت کی بنا نہ سرمایہ ہے نہ ثروت
	بلکہ عطائے ربانی ہے
	آخرت پر قوی دلائل
۳۷	**سورہ الصافات**
	نام
	زمانہ نزول
	مضامین
	تفسیر
	ذکر توحید اور دلائل
	موت کا تذکرہ
	اہل جنت کا مکالمہ
	دوزخیوں کے حالات

Marfat

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
	احوال رفتہ	۳۹
	ابراہیم علیہ السلام کی قربانی	۴۰
	قلبِ سلیم	۴۱
	وحی بذریعہ خواب	۴۲
	موسیٰ علیہ السلام کا ذکر	۴۲
۳۸	**سورہ ص**	۴۵
	نام	۴۵
	زمانۂ نزول	۴۵
	تاریخی پس منظر	۴۵
	مضامین	۴۶
	تفسیر	۴۷
	اہل مکہ کا تعجب اور اظہار حقیقت	۴۷
	اقوام سابقہ کا تذکرہ	۴۷
	داؤد علیہ السلام کا ذکر	۴۸
	ایک غلط روایت اور اس کی حقیقت	۴۸
	تلاوتِ قرآن پاک کے دو آداب تدبر اور تذکر	۵۰
	سیدنا سلیمان علیہ السلام کا سبق آموز واقعہ	۵۱
	ایک واقعہ کی تصحیح	۵۱
	سیدنا ایوب علیہ السلام اور ان کا صبر	۵۲
۳۹	**سورہ الزمر**	۵۵
	نام	۵۵
	زمانۂ نزول	۵۵
	مضامین	۵۵
	تفسیر	۵۶

نمبر شمار	مضامین	نمبر شمار
	درمیانی واسطوں کی تلاش شرک کی بنیاد ہے	۵۶
	شفاعت کی حقیقت	۵۶
	ایک غلط فہمی کا ازالہ	۵۷
	صفات الٰہی کا ذکر	۵۷
	علم کی فضیلت	۵۸
	اہل تقویٰ کو تین نصیحتیں	۵۸
	چار اہم اعلانات	۵۹
	اہل ایمان کے لیے نعمتِ عظمیٰ	۵۹
	شرک کی قباحت۔ایک عمدہ مثال	۶۱
	اہل مکہ کو تنبیہ اور مسئلہ حیات النبیؐ	۶۱
	حیات بعد الموت کی ایک مثال	۶۳
	شیطان کا دھوکا اور اس کی اصلاح	۶۴
	دنیائے محبت	۶۴
	ایمان و کفر میں سمجھوتہ نہیں ہوسکتا	۶۶
	قیامت کا ایک منظر	۶۷
۴۰	**سورہ مومن**	۶۹
	نام	۶۹
	زمانۂ نزول	۶۹
	مضامین	۶۹
	تفسیر	۷۱
	حوصلہ افزائی	۷۱
	فرشتوں کی دعائیں اہل ایمان کے لیے	۷۱
	محروم کون؟	۷۲
	حشر کے دن صرف اللہ کی حکومت ہوگی	۷۳
	موسیٰ علیہ السلام کے حمایتی کا ذکر	۷۴

com

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
	بنی اسرائیل کے ایک مومن کا مکالمہ	۷۵
	سیدنا یوسف علیہ السلام کا ذکر	۷۵
	فرعون کی بدبختی اور ایک مومن کی نصیحت	۷۶
	اہل باطل کا ادعائے حق	۷۸
	برزخی زندگی پہ قرآنی دلائل	۷۸
	دوزخیوں کے ایک مکالمہ کی حکایت	۷۸
	ذکرِ قیامت	۷۹
	عبادت کی روح دُعا ہے	۷۹
	مشرکوں کا انجام	۸۰
۴۱	**سورہ حم السجدہ**	۸۱
	نام	۸۱
	زمانۂ نزول	۸۱
	مضامین	۸۲
	تفسیر	۸۴
	ایک شبہے کا ازالہ	۸۴
	حق سے اغراض کا انجام	۸۴
	حشر کی منظر کشی	۸۵
	آخرت۔ جسمانی عالم	۸۶
	اعضاء جوارح، جسم وجان سب بیگانے جاسوس نکلے	۸۶
	اپنا کون؟ صرف اللہ	۸۶
	قرآن کی عظمت کا اعتراف	۸۶
	نجات کی راہ صرف قرآن ہے	۸۷
	استقامت	۸۷
	موت کے بعد کی زندگی پر ایک دلیل	۸۹

نمبر شمار	مضامین	نمبر شمار
	قرآن مجید کا ہمیشہ کے لیے محفوظ ہوجانا ایک معجزہ	۹۰
	حفاظت قرآن کا تکوینی طریق کار	۹۱
	انسانی فطرت	۹۲
	آفاق وانفس سے قرآن کی حقانیت پر دلائل	۹۳
۴۲	**سورہ الشوریٰ**	۹۵
	نام	۹۵
	زمانۂ نزول	۹۵
	مضامین	۹۵
	تفسیر	۹۷
	شرک کے باوجود عذاب نہ آنے کا سبب	۹۷
	شرک اور اس کی اقسام	۹۷
	شرک کا آغاز	۹۸
	ہدایت کن کو ملتی ہے؟	۹۹
	فرقہ واریت کا سبب	۹۹
	اقامت صلوٰۃ کا معنی	۱۰۰
	ناگواری کیوں؟	۱۰۱
	دو قسم کے لوگ	۱۰۱
	فرقہ واریت۔ مشرکین کا کام ہے	۱۰۲
	احساس قرابت داری	۱۰۳
	ہٹ دھرمی اور وبال	۱۰۴
	دنیا آخرت کی کھیتی	۱۰۵
	وحی والہام کی قسمیں	۱۰۶
۴۳	**الزخرف**	۱۰۹
	نام	۱۰۹

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
	زمانۂ نزول	۱۰۹
	مضامین	۱۰۹
	تفسیر	۱۱۱
	کتاب مبین کیا ہے؟	۱۱۱
	کفر کا انجام بد	۱۱۲
	کفار کا اقرار توحید	۱۱۲
	سرمایہ پرستی۔ایک قدیم مرض	۱۱۳
	ذکر اللہ سے غفلت کا نتیجہ۔شیطان کا تسلط	۱۱۴
	شیطان کے شر سے بچنے کا طریقہ	۱۱۵
	تمثیلی گفتگو	۱۱۵
	آخرت اور شفاعت	۱۱۵
۴۴	**سورہ الدّخان**	۱۱۷
	نام	۱۱۷
	زمانۂ نزول	۱۱۷
	مضامین	۱۱۷
	تفسیر	۱۱۹
	برکت والی رات	۱۱۹
	فرعون کا انجام	۱۲۰
	اہل مکہ کو تنبیہ	۱۲۰
	اہل جہنم کی ضیافت	۱۲۰
۴۵	**سورہ الجاثیہ**	۱۲۳
	نام	۱۲۳
	زمانۂ نزول	۱۲۳
	مضامین	۱۲۳
	تفسیر	۱۲۵
	دورِ حاضر کے انسانوں کو دعوت فکر	۱۲۵
	کائنات کی ہر چیز انسان کی تابع و خادم	۱۲۵
	کفار کے لیے یہ دنیا ہی سب کچھ ہے	۱۲۶
	زندگی اور موت کی حقیقت	۱۲۷
۴۶	**سورہ الاحقاف**	۱۲۹
	نام	۱۲۹
	زمانۂ نزول	۱۲۹
	پس منظر	۱۲۹
	مضامین	۱۳۰
	تفسیر	۱۳۱
	تخلیق کائنات کا مقصد	۱۳۱
	ایک غلط نظریہ کی تردید	۱۳۱
	حقوق والدین	۱۳۲
	کم سے کم مدت حمل چھ ماہ۔ایک سائنسی معجزہ	۱۳۲
	ایک دعا	۱۳۳
	قوم عاد کا ذکر	۱۳۴
	جنوں کی تصدیق	۱۳۵
	نبی ﷺ کو صبر کی تلقین	۱۳۶
۴۷	**سورہ مُحمّد**	۱۳۹
	نام	۱۳۹
	زمانۂ نزول	۱۳۹
	مضامین	۱۳۹
	تفسیر	۱۴۱
	کفر کے خاتمے کا حکم	۱۴۱
	جنگی ضابطہ	۱۴۱

com

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
	جنت کی منظر کشی	۱۴۲
	علم کی عظمت	۱۴۲
	اسلام کا اصل مقابلہ جاہلیت سے ہے	۱۴۳
	علماء کی عظمت	۱۴۳
	منافقوں کا ذکر	۱۴۳
	مرض نفاق کا سبب	۱۴۴
	اہل ایمان کے لیے تسلی	۱۴۴
۴۸	**سورہ الفتح**	۱۴۷
	نام	۱۴۷
	زمانہ نزول	۱۴۷
	پس منظر	۱۴۷
	بیعت رضوان	۱۴۷
	صلح حدیبیہ	۱۴۸
	فتح عظیم	۱۴۹
	مضامین	۱۴۹
	تفسیر	۱۵۰
	فتح مبین کی خوشخبری	۱۵۰
	بیعت رضوان	۱۵۰
	بیعت رضوان اور علم غیب	۱۵۱
	ایک بہت بڑا انعام	۱۵۱
	خواب میں بشارت	۱۵۱
۴۹	**سورہ الحجرات**	۱۵۵
	نام	۱۵۵
	زمانہ نزول	۱۵۵
	مضامین	۱۵۵
	تفسیر	۱۵۶
	معاشرتی آداب	۱۵۷
	عظمت صحابہؓ	۱۵۷
	معاشرتی زندگی	۱۵۷
	مسلم اور مومن	۱۶۰
	اسلام بغیر ایمان کی مثال	۱۶۱
۵۰	**سورہ ق**	۱۶۳
	نام	۱۶۳
	زمانہ نزول	۱۶۳
	مضامین	۱۶۳
	تفسیر	۱۶۵
	موت کے بعد کی زندگی پر ایک دلیل	۱۶۵
	تخلیق انسان کا ذکر	۱۶۵
۵۱	**سورہ الذاریات**	۱۶۹
	نام	۱۶۹
	زمانہ نزول	۱۶۹
	مضامین	۱۶۹
	تفسیر	۱۷۱
	قیامت ضرور آئے گی	۱۷۱
	قیامت کے روز انسانوں کی تقسیم	۱۷۱
	ہر چیز کا جوڑا تخلیق کیا گیا	۱۷۳
	تخلیق جن وانس کا مقصد	۱۷۴

fat.com

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۵۲	**سورہ الطور**	۱۷۵
	نام	۱۷۵
	زمانۂ نزول	۱۷۵
	مضامین	۱۷۵
	تفسیر	۱۷۶
	مکی سورتیں اور آخرت کا ذکر	۱۷۶
	کفار کی سرزنش	۱۷۶
	اہلِ جنت کی احساس شناسی	۱۷۶
	وجودِ باری تعالیٰ	۱۷۷
	پہلا نکتہ: عدم سے وجود میں آنا	۱۷۷
	دوسرا نکتہ: خالق کون ہے؟	۱۷۷
	مسلمان کا طرزِ عمل	۱۷۸
۵۳	**سورہ النجم**	۱۷۹
	نام	۱۷۹
	زمانۂ نزول	۱۷۹
	مضامین	۱۷۹
	تفسیر	۱۸۱
	وحی اور اس کی اقسام	۱۸۱
	بھونڈی تقسیم	۱۸۱
	پہلے صحیفوں کی تعلیم	۱۸۲
۵۴	**سورہ القمر**	۱۸۵
	نام	۱۸۵
	زمانۂ نزول	۱۸۵
	مضامین	۱۸۵
	تفسیر	۱۸۷
	ایک عظیم معجزہ اور اہل مکہ کی ہٹ دھرمی	۱۸۷
	اقوامِ سابقہ کا ذکر	۱۸۷
	قرآن کا اعجاز	۱۸۸
۵۵	**سورہ الرحمٰن**	۱۹۱
	نام	۱۹۱
	زمانۂ نزول	۱۹۱
	مضامین	۱۹۱
	تفسیر	۱۹۳
	قرآن کی زینت	۱۹۳
	سب سے بڑی نعمت	۱۹۳
	خدا، انسان اور کائنات	۱۹۳
	حشر کا ایک منظر	۱۹۴
	اہل جنت کے لیے انعام و اکرام	۱۹۵
۵۶	**سورہ الواقعہ**	۱۹۷
	نام	۱۹۷
	زمانۂ نزول	۱۹۷
	مضامین	۱۹۷
	تفسیر	۱۹۹
	قیامت کے دن انسانوں کے تین طبقات	۱۹۹
	تدبر کی دعوت	۲۰۰
	وجود باری تعالیٰ اور توحید پر ایک اہم دلیل	۲۰۰
	ایک عظیم قسم	۲۰۱
	قرآن مجید سے بے اعتنائی کا انجام	۲۰۲
۵۷	**سورہ الحدید**	۲۰۳
	نام	۲۰۳

Mar

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
	زمانۂ نزول	۲۰۳
	مضامین	۲۰۳
	تفسیر	۲۰۵
	اللہ کی تسبیح	۲۰۵
	حاضر و ناظر صرف اللہ ہے	۲۰۵
	چند احکام	۲۰۵
	جاں نثارانِ رسول کی عظمت	۲۰۶
	انفاق کی ترغیب	۲۰۶
	قیامت کا منظر	۲۰۷
	نورِ ایمانی	۲۰۷
	دعوتِ ایمان	۲۰۸
	دنیا کی حقیقت	۲۰۸
	عقل کا تقاضا	۲۰۹
	بخل کرنے والا اللہ کو ناپسند ہے	۲۰۹
	بنی نوع انسان کی ضرورت	۲۰۹
	نفاذ شریعت کی راہ میں رکاوٹ کا علاج	۲۱۰
	ترکِ دنیا اسلام نہیں	۲۱۰
۵۸	**سورہ المجادلہ**	۲۱۲
	نام	۲۱۲
	زمانۂ نزول	۲۱۲
	مضامین	۲۱۲
	تفسیر	۲۱۳
	قانون ظہار	۲۱۳
	حدود اللہ کا انکار کرنے والے کافر ہیں	۲۱۳

نمبر شمار	مضامین	نمبر شمار
	کفار کا انجام	۲۱۴
	منافقین کے لیے تنبیہ	۲۱۴
	منافقین کے لیے عذاب کی وعید	۲۱۵
	اہل ایمان کے لیے بشارت	۲۱۶
۵۹	**الحشر**	۲۱۷
	نام	۲۱۷
	زمانۂ نزول	۲۱۷
	پس منظر	۲۱۷
	مضامین	۲۱۹
	تفسیر	۲۲۰
	اہل ایمان پر انعامات کا ذکر	۲۲۰
	اموال فے	۲۲۰
	اموال فے کے حقدار	۲۲۱
	قیامت کے دن کی تیاری کا حکم	۲۲۲
	اقبال کے فلسفۂ خودی کی اساس	[illegible]
	اہل ایمان کا [illegible]	۲۲۳
۶۰	**سورہ الممتحنہ**	۲۲۴
	نام	۲۲۴
	زمانۂ نزول	۲۲۴
	مضامین	۲۲۴
	تفسیر	۲۲۵
	کفار سے دوستی کے بارے میں قانون	۲۲۵
	اسوۂ ابراہیمی	۲۲۶
	نومسلم خواتین کے بارے میں ایک حکم	۲۲۶

Marfat

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
	نو مسلم خواتین کے بارے میں خصوصی حکم	۲۲۶
۶۱	**سورہ الصف**	۲۲۸
	نام	۲۲۸
	زمانۂ نزول	۲۲۸
	مضامین	۲۲۸
	تفسیر	۲۲۹
	بشارت	۲۲۹
	منافقوں کا فتور	۲۳۰
	غلبۂ دین	۲۳۰
	نفع بخش تجارت	۲۳۰
۶۲	**سورہ الجمعہ**	۲۳۲
	نام	۲۳۲
	زمانۂ نزول	۲۳۲
	مضامین	۲۳۲
	تفسیر	۲۳۴
	کلام ربانی پر تدبر و تذکر نہ کرنے والوں کی مثال	۲۳۴
	اذانِ جمعہ کے بعد خرید و فروخت حرام ہے	۲۳۴
	اسلام میں ہفتہ وار چھٹی کا تصور	۲۳۵
۶۳	**سورہ المنافقون**	۲۳۶
	نام	۲۳۶
	زمانۂ نزول	۲۳۶
	مضامین	۲۳۶
	تفسیر	۲۳۸
	دو بڑی غلط فہمیوں کا ازالہ	۲۳۸

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
	فتنہ کیا ہے؟	۳۹
۶۴	**سورہ التغابن**	۴۰
	نام	۴۰
	زمانۂ نزول	۴۰
	مضامین	۴۰
	کفار سے خطاب	۴۰
	اہل ایمان سے خطاب	۴۱
	تفسیر	۴۲
	وقوع حشر کا تذکرہ	۴۲
	نقصان سے کون بچے گا؟	۴۲
۶۵	**سورہ الطلاق**	۴۴
	نام	۴۴
	زمانۂ نزول	۴۴
	مضامین	۴۴
	تفسیر	۲۴۵
	طلاق اور اس کے بعد کے احکام	۲۴۵
	عورتوں کے حقوق	۲۴۵
۶۶	**سورہ التحریم**	۲۴۷
	نام	۲۴۷
	زمانۂ نزول	۲۴۷
	مضامین	۲۴۷
	وحی غیر متلو	۲۴۸
	علم نبوت	۲۴۸

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
	تفسیر	۲۵۰
	مومن عورتوں کی صفات	۲۵۰
	آتشِ دوزخ سے بچو	۲۵۰
۶۷	**سورہ الملک**	۲۵۳
	نام	۲۵۳
	زمانۂ نزول	۲۵۳
	مضامین	۲۵۳
	تفسیر	۲۵۵
	قدرتِ الٰہی اور جنات کا ذکر	۲۵۵
	دوزخ کے عذاب کا ذکر	۲۵۵
	اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں	۲۵۶
۶۸	**سورہ القلم**	۲۵۹
	نام	۲۵۹
	زمانۂ نزول	۲۵۹
	مضامین	۲۵۹
	تفسیر	۲۶۱
	اخلاقی قدروں کی حفاظت	۲۶۱
	باغ والوں کا واقعہ	۲۶۱
	حشر کا ایک منظر	۲۶۲
	ایک دھوکے کا ازالہ	۲۶۳
	دین کے مبلغ کے لیے ہدایت	۲۶۳
۶۹	**سورہ الحاقہ**	۲۶۵
	نام	۲۶۵
	زمانۂ نزول	۲۶۵

نمبر شمار	مضامین	نمبر شمار
	مضامین	۲۶۶
	تفسیر	۲۶۷
	نامۂ اعمال اور انسان کی حالت	۲۶۷
۷۰	**سورہ المعارج**	۲۶۹
	نام	۲۶۹
	زمانۂ نزول	۲۶۹
	مضامین	۲۶۹
	تفسیر	۲۷۰
	قیامت کے دن کی طوالت	۲۷۰
	حوصلہ مند کون ہے؟	۲۷۰
	کفار کی بدحالی	۲۷۱
۷۱	**سورہ نوح**	۲۷۳
	نام	۲۷۳
	زمانۂ نزول	۲۷۳
	مضامین	۲۷۳
	تفسیر	۲۷۶
	نوح علیہ السلام کا اظہار حق	۲۷۶
	استغفار کی عظمت	۲۷۶
۷۲	**سورہ الجن**	۲۷۷
	نام	۲۷۷
	زمانۂ نزول	۲۷۷
	جن کیا ہیں؟	۲۷۷
	مضامین	۲۷۸
	تفسیر	۲۷۹

fat.com

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
	آفات سے نجات	۲۷۹
	تعمیرِ مساجد کی غرض	۲۸۰
	اصلاحِ عقیدہ۔ چند اہم مسائل	۲۸۲
۷۳	**سورہ المزمل**	۲۸۳
	نام/ زمانۂ نزول/ مضامین	۲۸۳
	تفسیر	۲۸۵
	قیامُ اللیل کے لیے ہدایت	۲۸۵
	نصیحت نامہ	۲۸۵
	تلاوتِ قرآن کا ادب	۲۸۶
۷۴	**سورہ المدثر**	۲۸۹
	نام/ زمانۂ نزول/ مضامین	۲۸۹
	تفسیر	۲۹۱
	دعوتِ دین کو عام کرنے کا حکم	۲۹۱
	عذابِ دوزخ کا سبب	۲۹۱
۷۵	**سورہ القیامہ**	۲۹۳
	نام/ زمانۂ نزول/ مضامین	۲۹۳
	تفسیر	۲۹۴
	حفاظتِ قرآن کا وعدہ	۲۹۴
	بدقسمتی کا سبب	۲۹۴
۷۶	**سورہ الدھر**	۲۹۷
	نام/ زمانۂ نزول	۲۹۷
	مضامین	۲۹۷
	تفسیر	۲۹۹
	تخلیقِ انسان اور اس کا مقصد	۲۹۹
	تدریجی نزولِ قرآن کا فلسفہ	۳۰۰

نمبر شمار	مضامین	نمبر
۷۷	**سورہ المرسلات**	۳۰۳
	نام/ زمانۂ نزول/ مضامین	۳۰۳
	تفسیر	۳۰۴
	باغی اور ناشکرے لوگوں کی سزا	۳۰۴
	انسان کی پیدائش	۳۰۴
	متقی لوگوں کے لیے انعام و اکرام	۳۰۵
	مجرموں سے سلوک	۳۰۵
۷۸	**سورہ النبا**	۳۰۷
	نام/ زمانۂ نزول/ مضامین	۳۰۷
	تفسیر	۳۰۹
۷۹	**سورہ النازعات**	۳۱۳
	نام/ زمانۂ نزول/ مضامین	۳۱۳
	تفسیر	۳۱۴
۸۰	**سورہ عبس**	۳۱۹
	نام/ زمانہ نزول/ مضامین	۳۱۹
	تفسیر	۳۲۰
	حشر کی نفسانفسی	۳۲۰
۸۱	**سورہ التکویر**	۳۲۱
	نام/ زمانۂ نزول/ مضامین	۳۲۱
	تفسیر	۳۲۲
۸۲	**سورہ الانفطار**	۳۲۵
	نام	۳۲۵
	زمانہ نزول	۳۲۵
	مضامین	۳۲۵
	تفسیر	۳۲۶

Mar

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۸۳	**سورہ المطفّفین**	۳۲۹
	نام/زمانہ نزول/مضامین	۳۲۹
	تفسیر	۳۳۱
	ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے ہلاکت ہے	۳۳۱
	دوزخ اور اہلِ دوزخ کا تذکرہ	۳۳۱
	جنت اور اہلِ جنت کے اوصاف	۳۳۲
	کفار کو آخرت میں عذاب کا سبب	۳۳۳
۸۴	**سورہ الانشقاق**	۳۳۵
	نام/زمانہ نزول/مضامین	۳۳۵
	تفسیر	۳۳۶
	مومن کا مقصود	۳۳۶
	نامہ اعمال کی تقسیم	۳۳۷
۸۵	**سورہ البروج**	۳۳۹
	نام/زمانہ نزول/مضامین	۳۳۹
	ترجمہ	۳۴۰
۸۶	**سورہ الطارق**	۳۴۳
	نام	۳۴۳
	زمانہ نزول	۳۴۳
	مضامین	۳۴۳
	ترجمہ	۳۴۴
۸۷	**سورہ الاعلیٰ**	۳۴۵
	نام	۳۴۵
	زمانہ نزول	۳۴۵
	مضامین	۳۴۵

نمبر شمار	مضامین	نمبر شمار
	ترجمہ	۳۴۶
۸۸	**سورہ الغاشیہ**	۳۴۷
	نام/زمانہ نزول/مضامین	۳۴۷
	ترجمہ	۳۴۸
۸۹	**سورہ الفجر**	۳۵۱
	نام/زمانہ نزول/مضامین	۳۵۱
	ترجمہ	۳۵۲
	تفسیر	۳۵۲
۹۰	**سورہ البلد**	۳۵۵
	نام/زمانہ نزول/مضامین	۳۵۵
	ترجمہ	۳۵۶
۹۱	**سورہ الشمس**	۳۵۷
	نام/زمانہ نزول/مضامین	۳۵۷
	ترجمہ	۳۵۸
	تفسیر	[illegible]
۹۲	**سورہ اللیل**	۳۶۱
	نام/زمانہ نزول	۳۶۱
	مضامین	۳۶۱
	ترجمہ	۳۶۳
	تفسیر	۳۶۴
۹۳	**سورہ الضحیٰ**	۳۶۵
	نام	۳۶۵
	زمانہ نزول	۳۶۵
	مضامین	۳۶۵
	ترجمہ	۳۶۶

fat.com

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۹۴	**سورہ الم نشرح**	۳۶۷
	نام/زمانۂ نزول/مضامین	۳۶۷
	ترجمہ	۳۶۸
۹۵	**سورہ التین**	۳۶۹
	نام/زمانۂ نزول/مضامین	۳۶۹
	ترجمہ	۳۷۰
۹۶	**سورہ العلق**	۳۷۱
	نام/زمانۂ نزول/مضامین	۳۷۱
	ترجمہ	۳۷۳
	تفسیر	۳۷۴
	وحی غیر متلو ایک ثبوت	۳۷۴
	بے خدا تعلیم خطرناک ہے	۳۷۵
۹۷	**سورہ القدر**	۳۷۷
	نام/زمانۂ نزول/مضامین	۳۷۷
	ترجمہ	۳۷۸
۹۸	**سورہ البینہ**	۳۷۹
	نام/زمانۂ نزول/مضامین	۳۷۹
	ترجمہ	۳۸۰
	تفسیر	۳۸۱
	اہل کتاب اور مشرک الگ الگ ہیں	۳۸۱
	حضرت محمدؐ کو رسول ماننے سے انکار کفر ہے	۳۸۱
۹۹	**سورہ الزلزال**	۳۸۳
	نام/زمانۂ نزول	۳۸۳
	مضامین	۳۸۳
	ترجمہ	۳۸۴

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۰۰	**سورہ العادیات**	[illegible]
	نام/زمانۂ نزول/مضامین	[illegible]
	ترجمہ	[illegible]
	عدل حقیقی صرف اللہ تعالیٰ کر سکتے ہیں	[illegible]
۱۰۱	**سورہ القارعہ**	[illegible]
	نام/زمانۂ نزول/مضامین	[illegible]
۱۰۲	**التکاثر**	[illegible]
	نام/زمانۂ نزول/مضامین	[illegible]
	ترجمہ	۳۹۱
۱۰۳	**العصر**	۳۹۳
	نام/زمانۂ نزول/مضامین	۳۹۳
	ترجمہ	۳۹۴
	تفسیر	۳۹۴
	عمارت کی بنیاد	۳۹۵
	عمارت کے چارستون	۳۹۵
	عمارت کی پہلی منزل	۳۹۵
	عمارت کی دوسری منزل	۳۹۵
	عمارت کی آخری منزل	۳۹۵
۱۰۴	**سورہ الھمزہ**	۳۹۷
	نام/زمانۂ نزول/مضامین	۳۹۷
	انسانی نفسیات	۳۹۸
۱۰۵	**سورہ الفیل**	۴۰۱
	نام/زمانۂ نزول	۴۰۱
	مضامین	۴۰۱
	ترجمہ	۴۰۳

com

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۰۶	**سورہ القریش**	۴۰۵
	نام/زمانہ نزول/مضامین	۴۰۵
	ترجمہ	۴۰۶
۱۰۷	**سورہ الماعون**	۴۰۷
	نام/زمانہ نزول/مضامین	۴۰۷
	ترجمہ	۴۰۸
	تفسیر	۴۰۸
	انسانی نفسیات	۴۰۸
۱۰۸	**سورہ الکوثر**	۴۱۱
	نام/زمانہ نزول/مضامین	۴۱۱
	ترجمہ	۴۱۲
۱۰۹	**سورہ الکافرون**	۴۱۳
	نام/زمانہ نزول/مضامین	۴۱۳
	ترجمہ	۴۱۴
۱۱۰	**سورہ النصر**	۴۱۵
	نام/زمانہ نزول/مضامین	۴۱۵
	ترجمہ	۴۱۶
۱۱۱	**سورہ اللھب**	۴۱۷
	نام/زمانہ نزول/مضامین	۴۱۷
	ترجمہ	۴۱۹
	تفسیر	۴۱۹
۱۱۲	**سورہ الاخلاص**	۴۲۱
	نام/زمانہ ونزول/مضامین	۴۲۱
	ترجمہ	۴۲۲

نمبر شمار	مضامین	نمبر
۱۱۳	**سورہ الفلق**	۴۲۳
	نام/زمانہ نزول/مضامین	۴۲۳
	ترجمہ	۴۲۴
۱۱۴	**سورہ الناس**	۴۲۵
	نام/زمانہ نزول/مضامین	۴۲۵
	ترجمہ	۴۲۶

com

گر تو می خواہی مسلماں زیستن
نیست ممکن جز بقرآں زیستن

صوفی پشمینہ پوشِ حال مست
از شرابِ نغمۂ قوال مست

آتش از شعرِ عراقی در دلش
در نمی سازد بقرآں محفلش

fat.com

اسی قرآں میں ہے اب ترکِ جہاں کی تعلیم
جس نے مومن کو بنایا مہ و پرویں کا اسیر

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

زمیں کیا آسماں بھی تیری کج بینی پہ روتا ہے
غضب ہے سطرِ قرآں کو چلیپا کر دیا تُو نے

ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ کی مشہور تصانیف

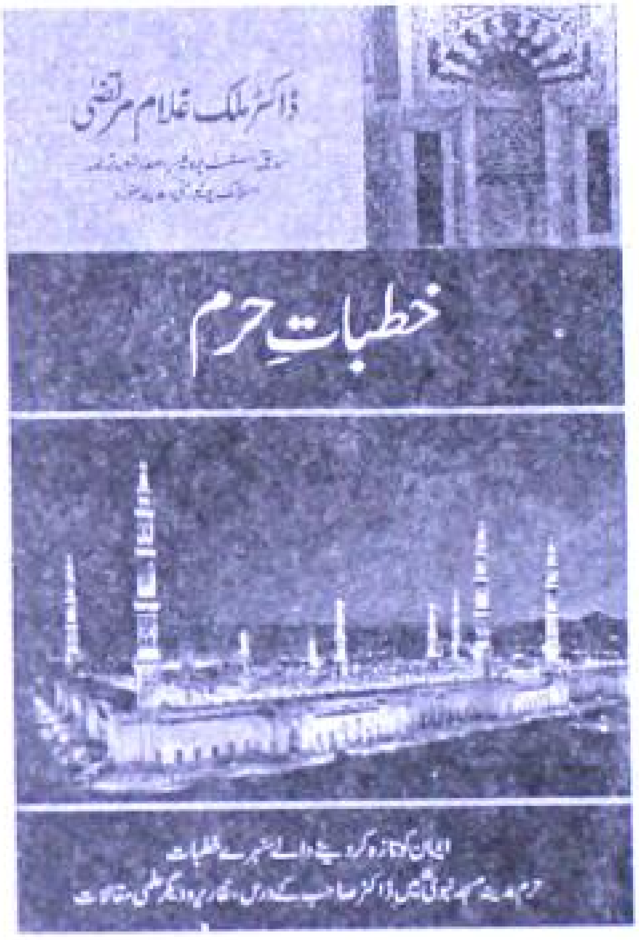

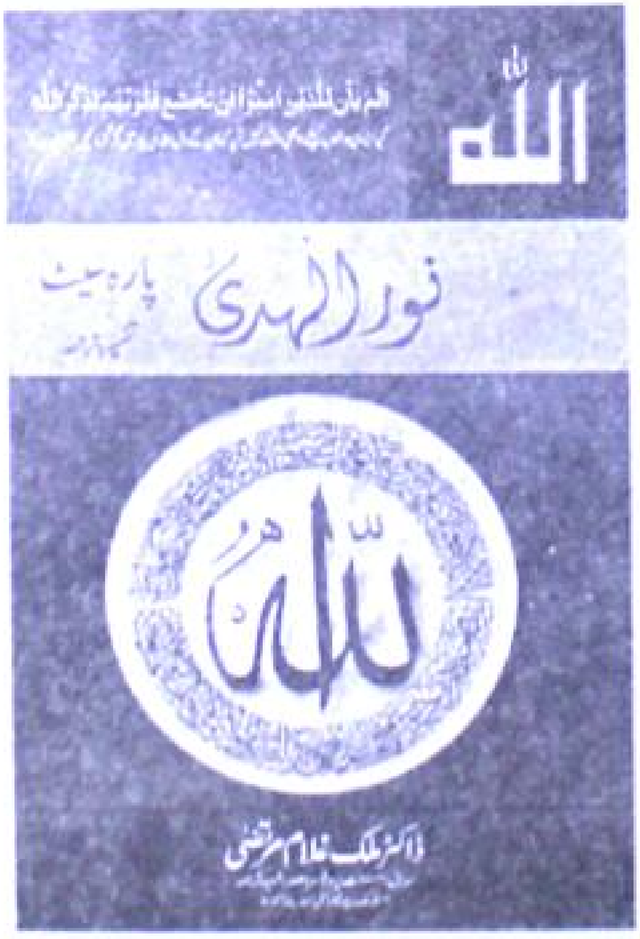

جہانگیر بک ڈپو

اردو بازار۔ لاہور فون 042-7220879

اقبال روڈ۔ راولپنڈی۔ فون 051-5539609

گوالی لین نمبر 3، اردو بازار، کراچی۔ فون 021-7765086

71740

سورہ یٰسین (۳۶)

نام

یہ سورۃ کے ابتدائی دو حروف پر مشتمل ہے۔

زمانۂ نزول

مکّی زندگی کا دورِ متوسط اس سورۃ کا زمانۂ نزول ہے۔

مضامین

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو فرامین سے اس سورۃ کے مضامین نکھر کر ہمارے سامنے آجاتے ہیں۔

1- مَعْقَل بن یسار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یٰسٓ قَلْبُ الْقُرْآن یعنی جس طرح انسانی جسم میں دل ایک مرکزی حیثیت رکھتا ہے' اسی طرح مضامین قرآنی میں سورۃ یٰسین کے اندر قرآن کی دھڑکن موجود ہے۔ کیونکہ اس سورۃ میں قرآنی پیغام کو مؤثر اور پر زور انداز سے بیان کر کے جمود و تعطّل توڑا گیا ہے اور روح کو متحرک کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ (ابوداؤد۔نسائی)

2- مَعْقَل بن یسار رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِقْرَءُوا سُوْرَةَ یٰسٓ عَلٰی مَوْتَا کُمْ (قریب المرگ) مرنے والوں پر سورۃ یٰسین کی تلاوت کیا کرو۔

تاکہ آخری لمحات میں اس شخص کو عقائدِ حقہ اور آخرت کا حقیقی نقشہ یاد آجائے اور آخرت کی منازل سے آگاہی حاصل ہو۔

ان دو روایات نے واضح کر دیا کہ اس سورۃ میں عقائد کو پوری وضاحت اور زوردار طریق سے بیان کیا گیا ہے۔ توحید و آخرت پر کائنات اور خود انسان کے وجود سے استدلال ہے اور نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی بابت فرمایا کہ یہ بے غرضانہ محنت صرف تمہاری اُخروی بھلائی اور دنیوی فلاح کے لئے ہے۔

اخلاقِ کریمانہ کے ضمن میں انفاق فی سبیل اللہ' اللہ کی نعمتوں پر شکر اور مساکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب ہے۔ جبکہ شرک و ضلالت کے علمبرداروں اور دین کا مذاق اُڑانے والوں کے انجام بد کو عبرت کے لئے بیان کیا گیا ہے۔

fat.com

تفسیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ یٰسین اور کفارِ مکہ

سورۃ کا آغاز قسمیہ کلمات سے ہے۔ ابتدائی آیات ہی میں ساری سورۃ کے مضامین کو اشارۃً بیان کر دیا۔

یٰسٓ ۞ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ۞ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۞

"یٰسین، قسم ہے قرآن کی جو حکمتوں سے بھرا ہوا ہے۔ بے شک آپ نبیوں میں سے ہیں۔" (یٰسین: 1-3)

اس کے بعد اہلِ مکہ کی ہٹ دھرمی کو بھی اعلانیہ بیان فرمایا:

لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۞

"ان میں سے اکثر پر اللہ تعالیٰ کی بات پوری ہو چکی ہے، پس وہ ایمان نہ لائیں گے۔" (یٰسین: 7)

ہدایت کے لئے شرائط

اور اس کے ساتھ ہی ان کی ہٹ دھرمی پر چند علامات بیان فرمادیں اور فرمایا کہ ہدایت کے حصول کے لئے درج ذیل اوصاف کا ہونا ضروری ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ ج

"بے شک آپ اس شخص کو نصیحت کر سکتے ہیں جو نصیحت کی پیروی کرے اور اللہ سے بن دیکھے ڈرتا رہا ہو۔"

(یٰسین: 11)

گویا قرآنِ مجید سے استفادہ کے لئے دو صفات کا ہونا لازم قرار دیا گیا ہے۔

1- بن دیکھے اللہ کا خوف دل میں رکھتا ہو۔ یعنی ہمیشہ اللہ کی عظمت کا اعتراف و اقرار کرے۔

2- نصیحت کی تلاش میں ہمیشہ سرگرداں رہے۔

اور اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کی عظمت و قدرت کا ذکر ہے۔

نامۂ اعمال کی تیاری- تین طرح سے

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ ۚ وَكُلَّ شَيْءٍ
اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ ۞

"ہم مردوں کو زندہ کرتے ہیں اور لوگوں کے ان اعمال کو لکھتے چلے جاتے ہیں جو انہوں نے آگے بھیجے اور ان اعمال کے آثار و نتائج کو بھی درج کرتے ہیں جو وہ پیچھے چھوڑ جاتے ہیں۔" (یٰسین:12)

اس سے معلوم ہوا کہ انسانی زندگی میں اعمال کا اندراج تین طرح کا ہوتا ہے:

ایک وہ عمل جو اس نے کر دیا۔

دوسرے اس عمل کے اثرات اس کی اپنی شخصیت پر۔

تیسرے اس عمل کے نتائج و عواقب جو بہت طویل عرصے تک جاری رہتے ہیں۔

مثال کے طور پر ایک شخص نے ہسپتال قائم کر دیا جب تک اس ہسپتال میں لوگوں کا علاج ہوتا رہے گا' اُسے اس کا اجر پہنچتا رہے گا۔ اسی طرح ایک شخص نے مہلک شے ہیروئن ایجاد کی۔ جب تک لوگ اس موذی نشے کا استعمال کرتے رہیں گے' اس کے نامۂ اعمال میں تمام اثرات اور تباہ کُن نتائج لکھے جاتے رہیں گے۔

مبلّغ کے دو بنیادی اوصاف - بے غرضی اور ہدایت یافتہ ہونا

سورۂ یٰسین میں ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ کسی بستی میں دو رسولوں کو بھیجا گیا تو بستی کے لوگوں نے نہ صرف ان کے ساتھ بحث و تمحیص کی بلکہ ان کی بات بھی نہیں مانی۔ اس بستی میں سے ایک شخص اٹھا اور اس نے ان رسولوں کی حمایت کی اور یوں کہا:

يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ ۝ اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا يَسْـَٔلُكُمْ اَجْرًا وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝

"اے لوگو! ان اللہ کے بھیجے ہوئے لوگوں کا اتباع کرو (ان میں دو خوبیاں ہیں کہ) انہیں دنیا کی طلب نہیں (اور دوسری بات یہ ہے کہ) یہ خود ہدایت یافتہ لوگ ہیں۔" (یٰسین:20-21)

نہ صرف یہ کہ ہدایت کی طرف دوسروں کو بلاتے ہیں بلکہ اس ہدایت پہ خود بھی مخلصانہ طور پر عمل کرتے ہیں۔ یہاں سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ ایک صحیح مبلّغ اور داعی میں دو بنیادی صفات کا موجود ہونا بہت ضروری ہے۔ ایک تو یہ ہے کہ وہ بے غرضی سے اور کسی اجر یا مزدوری کے لالچ کے بغیر دین کا کام کرتا چلا جائے۔ دوسرا یہ کہ جس دعوت اور ہدایت کی طرف وہ اوروں کو بلا رہا ہے' اس پر خود بھی عمل کرنے والا ہو۔ اس کی اصل دعوت یہ ہے کہ وہ خود بھی اللہ تعالیٰ کا طلبگار ہے اور دوسروں کو بھی اللہ تعالیٰ سے واصل کرنا چاہتا ہے۔

؎ کچھ اور مانگنا میرے مذہب میں کفر ہے
لا اپنا ہاتھ دے میرے دستِ سوال میں

برزخی زندگی پہ قطعی دلیل - شہید کا مرتے ہی جنت میں داخل ہو جانا

واقعہ یوں ہوا کہ بستی کے لوگوں نے اس شخص کو قتل کر دیا اور ادھر اللہ تعالیٰ نے اسے فوراً جنت میں داخل کر دیا۔

fat.com

قِيۡلَ ادۡخُلِ الۡجَـنَّةَ ؕ قَالَ يٰلَيۡتَ قَوۡمِىۡ يَعۡلَمُوۡنَ ۙ
بِمَا غَفَرَلِىۡ رَبِّىۡ وَجَعَلَنِىۡ مِنَ الۡمُكۡرَمِيۡنَ ○

"کہا گیا کہ تم جنّت میں داخل ہو جاؤ۔ اس نے کہا کاش! میری قوم کے لوگ یہ جان جاتے کہ اللہ نے مجھے بخش دیا ہے اور عزّت والوں میں شامل کر دیا ہے۔" (یٰسین:26-27)

اس آیت سے معلوم ہوا ہے کہ ادھر اس آدمی کو شہید کیا گیا اور ادھر وہ سیدھا جنّت میں چلا گیا اور اس کی قبر کو جنّت کا ٹکڑا بنا دیا گیا۔ یوں ہم کہ سکتے ہیں کہ حیاتِ برزخ قرآن سے ثابت ہے۔

اسی طرح حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ مبارک ہے:

"قبر جنّت کے باغوں میں سے ایک باغ ہوتی ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا۔"

تباہی کا سبب

اور پھر اس قوم کو ایک چیخ کے ذریعے سے ہلاک کر دیا گیا اور اس کی وجہ بھی بیان کی:

مَا يَاۡتِيۡهِمۡ مِّنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا كَانُوۡا بِهٖ يَسۡتَهۡزِءُوۡنَ ○

"ان کے پاس جب بھی کوئی نبی آتا تو وہ اُس کا مذاق اڑاتے۔" (یٰسین:30)

دلائلِ توحید

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے ثبوت کے لئے زمینی نباتات کے اُگنے پر غور کی دعوت دی گئی کہ اللہ تعالیٰ ایک دانے میں سے اناج، غلّہ، پھل اور طرح طرح کی نعمتیں پیدا کرتا ہے۔

اور اس کے بعد ہر دیہاتی اور شہری کے مشاہدے میں آنے والے رات دن کا ذکر فرمایا:

وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيۡلُ ۖۚ نَسۡلَخُ مِنۡهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمۡ مُّظۡلِمُوۡنَ ۙ
وَالشَّمۡسُ تَجۡرِىۡ لِمُسۡتَقَرٍّ لَّهَا ؕ ذٰلِكَ تَقۡدِيۡرُ الۡعَزِيۡزِ الۡعَلِيۡمِ ؕ
وَالۡقَمَرَ قَدَّرۡنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالۡعُرۡجُوۡنِ الۡقَدِيۡمِ ○
لَا الشَّمۡسُ يَنۡۢبَغِىۡ لَهَاۤ اَنۡ تُدۡرِكَ الۡقَمَرَ وَلَا الَّيۡلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ
وَكُلٌّ فِىۡ فَلَكٍ يَّسۡبَحُوۡنَ ○

"ان کے لئے ایک نشانی ہے کہ رات میں ہم دن کو کھینچ لیتے ہیں تو ان پر اندھیرا چھا جاتا ہے اور سورج اپنے ٹھکانے کی طرف چلا جاتا ہے۔ یہ زبردست عظیم ہستی کا باندھا ہوا حساب ہے اور چاند کے لئے ہم نے منزلیں مقرر کر دی ہیں یہاں تک کہ ان سے گزرتا ہوا وہ پھر کھجور کی سوکھی شاخ کی مانند رہ جاتا ہے۔

نہ سورج کے بس میں یہ ہے کہ وہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات دن پر سبقت لے جا سکتی ہے۔ سب ایک ایک فلک میں تیر رہے ہیں۔" (یٰسین: 37-40)

ایک سائنسی انکشاف۔ قرآن کا کُھلا معجزہ

یہ آیات اس زمانے میں نازل ہوئیں جب کہ زمین کو چپٹا سمجھا جاتا تھا۔ اس کے گول ہونے یا اس کے سیارہ ہونے یا اس کے حرکت کرنے کا کوئی تصور نہیں تھا۔ ادھر قرآنِ مجید سب کو سیارگان قرار دے رہا ہے اور سب کے بارے میں یہ کہ رہا ہے کہ ہر ایک کا اپنا اپنا فلک ہے اور ہر ایک کا اپنا اپنا مدار ہے اور یہ تیر رہے ہیں۔ یہ بالکل وہ تصور ہے جو اس دور کی فزکس نے آکر انسان کو دیا ہے کہ فلک کے اندر ستارے تیر رہے ہیں جو خلا میں ہے اور پھر اس کو ہمارے لئے نشانی قرار دیا۔ آپ جانتے ہیں کہ زمین اپنے محور سے ساڑھے تیئس کے زاویے پر ٹیڑھی کھڑی ہے، بالکل سیدھی نہیں ہے۔ اگر ٹیڑھی نہ ہوتی تو دن اور رات کا یہ آنا جانا اس طرح سے ممکن نہ ہوتا۔ صرف زمین ہی نہیں دیگر سیارگان بھی اس زاویے پر ٹیڑھے ہیں اور اسی طرح وہ اپنے اپنے مدار کے گرد اور پھر اپنے فلک اور نظامِ شمسی میں حرکت کر رہے ہیں۔ صاف کہا گیا کہ سورج اپنے ٹھکانے یعنی اپنے مستقر کی طرف چلا جا رہا ہے۔ ہم نے بچپن میں یہ پڑھا تھا کہ سورج ساکن ہے اور زمین اس کے گرد حرکت کرتی ہے۔ انیسویں صدی تک یہی پڑھایا جاتا رہا۔ پانچ سو سال تک مسلمان علماء کی شامت آئی رہی کیونکہ سائنس دان پوچھتے کہ موجودہ سائنس تو یہ کہتی ہے کہ سورج حرکت نہیں کرتا۔ سورج ساکن ہے اور زمین حرکت کرتی ہے جبکہ قرآن یہ کہتا ہے کہ **"وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا"** "سورج اپنے مستقر کی طرف بھاگا جا رہا ہے۔" یہ کیا بات ہے، کیا قرآنِ مجید کی یہ باتیں سائنس کے خلاف ہیں؟ یہ قرآن کا معجزہ ہے کہ اُنیسویں صدی کی سائنس میں سورج نے حرکت کرنا شروع کر دی اور بہت تیزی سے پورے نظامِ شمسی سمیت اس نے چلنا شروع کر دیا۔ گویا یہ اقرار تھا کہ سائنس دان پانچ سو سال تک جھک مارتے رہے اور قرآنِ مجید میں جو بات کی گئی کہ سورج نہ صرف خود حرکت کر رہا ہے بلکہ پورا نظامِ شمسی (Solar System) پورے کا پورا حرکت کر رہا ہے اور نامعلوم کتنے نظام ہائے شمسی ہیں جو مسلسل حرکت کر رہے ہیں اور وہ کہاں جا رہے ہیں، اس کا ابھی تک کوئی پتا نہیں چلا۔ بس آخری بات یہ معلوم ہوئی ہے کہ سورج نامعلوم ٹھکانے کی طرف دوڑا چلا جا رہا ہے۔ اللہ جانے آئندہ سائنس دان اس کو درست کہتے ہیں یا غلط مگر یہ ضرور ہوا کہ سائنس کچھ بالغ ہو رہی ہے، اس نے قرآن کی اس بات کو مان لیا۔

عقل کی کوتاہی

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اتَّقُوْا مَا بَیْنَ اَیْدِیْكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝

"جو کچھ تمہارے آگے اور پیچھے ہے اس سے ڈرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔" (یٰسین: 45)

fat.com

مطلب یہ ہے کہ آگے روز جزا ہے اور پیچھے اعمال چھوڑ آئے ہیں۔ دونوں ڈرنے کے لائق۔ اگر بزعم خود عقلا کی حالت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی باتوں کو تو تسلیم نہیں کرتے اور ان کی اپنی عقل میں پختگی اور رسوخ نہیں ہے جس کے باعث وہ ہمیشہ رد اور انکار کی راہ پر چلتے ہیں۔ حتیٰ کہ وہ اپنے اعزاء و اقارب کے حقوق تک کی ادائیگی سے منحرف ہو جاتے ہیں۔

کفار کی ایک چال

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗٓ

"اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو رزق اللہ تعالیٰ نے تمہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرو تو کافر مومنوں سے کہتے ہیں کہ بھلا ہم ان لوگوں کو کھانا کھلائیں جن کو اگر اللہ چاہتا تو خود کھانا کھلا دیتا۔"

(یٰسین:47)

حیرت کی بات ہے کہ اللہ کے حکم کے مطابق تو یہ خرچ نہیں کرتے لیکن دکھانے کو مختلف ناموں سے فلاحی تنظیموں کا جال بچھاتے ہیں تاکہ لوگوں کو اپنے ہمدرد ہونے کا یقین دلا کر ان کو گمراہی کی طرف مائل کر سکیں۔ یہ لوگ اپنے بخل کے لئے یہ بہانہ بناتے ہیں کہ آخر ہم ان لوگوں کے نان و نفقہ کا انتظام کیوں کریں' انہیں کیوں کھلائیں پلائیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے کھانے پینے سے محروم رکھا ہوا ہے؟ اگر انہیں کھلانا اس قدر ضروری ہوتا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں خود ہی کیوں نہیں کھلا دیا۔

بات یہ ہے کہ یہ بیوقوف نظام دنیا کے بارے میں اتنی سی بنیادی بات نہیں سمجھتے کہ یہ دنیا اللہ تعالیٰ نے نہ کھانے پینے کے لئے بنائی ہے' نہ کھلانے پلانے کے لئے۔ یہ دنیا تو صرف امتحان کی جگہ ہے۔ یہاں پر کچھ لوگوں کو کھلا کر آزمایا جا رہا ہے اور کچھ لوگوں کو بھوکا رکھ کر امتحان میں ڈالا گیا ہے۔

حشر کی منظر کشی

اس کے بعد ان کے مطالبہ قیامت کا ذکر ہے تو اس بارے میں فرمایا کہ

مَا يَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً تَاْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُوْنَ ○
فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً وَّلَآ اِلٰٓى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ ○
وَنُفِخَ فِى الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ ○
قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ۜهٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ

Mar

وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ○

اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ○

فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَّلَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○

"یہ تو ایک چیخ کے منتظر ہیں جو ان کو اس حال میں آ پکڑے گی کہ یہ آپس میں جھگڑ رہے ہوں گے۔ پھر نہ یہ وصیت کر سکیں گے اور نہ اپنے گھروں کو واپس جا سکیں گے اور جب صور پھونکا جائے گا تو یہ قبروں سے نکل کر اپنے رب کی طرف دوڑ پڑیں گے۔ کہیں گے کہ ہائے ہماری ہلاکت! ہمیں کس نے خواب گاہوں سے اٹھایا؟ (کہا جائے گا) یہ وہی ہے جس کا اللہ نے وعدہ کیا تھا اور نبیوں نے سچ کہا تھا۔ صرف ایک آواز کا آنا ہو گا اور سب ہمارے روبرو حاضر ہو جائیں گے۔ اس دن کسی شخص پر ذرہ بھر بھی ظلم نہ کیا جائے گا اور تم کو بدلہ ویسا ہی ملے گا جیسے تم کام کرتے تھے۔" (یٰسین: 49-54)

یعنی مطالبہ کرنے والے اس قدر حواس باختہ ہو جائیں گے کہ انہیں ہوش تک نہ رہے گا کہ ہم کس چیز کا مطالبہ کرتے رہے اور اب ہمارے ساتھ کیا ہونے والا ہے اور ادھر اہلِ ایمان کے اطمینان کی حالت یوں ہو گی:

اہلِ جنّت کے لئے ربِ رحیم کی طرف سے سلام

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِيْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ ○

هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ فِيْ ظِلٰلٍ عَلَى الْاَرَآئِكِ مُتَّكِـُٔوْنَ ○

لَهُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّلَهُمْ مَّا يَدَّعُوْنَ ○

سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ ○

"اہلِ جنت اس دن عیش و نشاط کے مشغلے میں ہوں گے۔ وہ بھی اور ان کی بیویاں بھی سایہ میں تخت پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے۔ وہاں ان کے لئے پھل اور ان کی حسبِ خواہش چیزیں ہوں گی اور یہ کہ ربِ رحیم کی طرف سے (انہیں) سلام کہا جائے گا۔" (یٰسین: 55-58)

ے ہمیں معلوم ہے' ہم سے سنو محشر میں کیا ہو گا
سب اس کو دیکھتے ہوں گے' وہ ہم کو دیکھتا ہو گا

مجرموں کو سب کے سامنے الگ چھانٹ دیا جائے گا

ان دونوں طبقوں کے ذکر کے بعد جو بیان ہے' وہ نہایت ہی عبرت انگیز ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَامْتَازُوا الْيَوْمَ أَيُّهَا الْمُجْرِمُونَ ○

"اے مجرمو! آج کے دن تم الگ ہو جاؤ۔" (یٰسین: 59)

قیامت کے روز مجرموں سے کہا جائے گا کہ اب تک تو تم دنیا میں میرے بندوں کے اندر گھسے رہے۔ ایک گھر' ایک چھت' ایک محلے اور ایک ہی ملک میں پتا نہیں چلتا تھا کہ ان میں نیک کون ہے اور مجرم کون ہے لیکن آج تم علیحدہ ہو جاؤ۔

یہ حکم حشر کے میدان میں دیا جائے گا۔ اب ذرا غور کیجئے کہ اگر حشر کے میدان میں ہمیں بھی مجرموں کی صف میں الگ کر دیا گیا تو ہمارے بچاؤ کی کیا صورت ہو گی؟ سچ تو یہ ہے کہ اگر سورۂ یٰسین قرآنِ کریم کا دل ہے تو یہ آیتِ کریمہ سورۃ یٰسین کا دل ہے۔ جس کو سمجھنے کے بعد ساری کائنات کا دل دہل جاتا ہے۔ جب حشر کے میدان میں مجرموں کو علیحدہ کر دیا جائے گا تو اللہ ربُّ العزت انہیں ایک زبردست ڈانٹ پلائیں گے کہ "آدم کے بیٹو! میں نے تمہیں بہت سمجھایا (سمجھانے کے لئے کتابیں بھی بھیجیں' رسول بھیجے جو تمہیں یہی کہتے تھے) کہ دیکھو شیطان کی عبادت نہ کرو۔" اور اس کے بعد اس علیحدگی کا سبب بیان فرمایا۔

عبادتِ شیطان سے مراد اطاعتِ شیطان ہے

أَلَمْ أَعْهَدْ إِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ أَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ إِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ○

وَّأَنِ اعْبُدُوْنِيْ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ○

وَلَقَدْ أَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا أَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ ○

هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ○

اِصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ○

اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى أَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ أَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ أَرْجُلُهُمْ
بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ○

وَلَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰٓى أَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَأَنّٰى يُبْصِرُوْنَ ○

وَلَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِيًّا وَّلَا يَرْجِعُوْنَ ○

وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ أَفَلَا يَعْقِلُوْنَ ○

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ○

لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ○

com

"آدم کی اولاد! کیا میں نے تم کو ہدایت نہ دی تھی کہ شیطان کی بندگی نہ کرو' وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اور میری ہی بندگی کرو؟ یہ سیدھا راستہ ہے۔ مگر اس کے باوجود اس نے تم میں سے ایک گروہ کثیر کو گمراہ کر دیا۔ کیا تم عقل نہیں رکھتے تھے؟ یہ وہی جہنم ہے جس سے تم کو ڈرایا جاتا رہا۔ جو کفر تم دنیا میں کرتے رہے ہو' اس کی پاداش میں اب اس کا ایندھن بنو۔ آج ہم ان کے منہ بند کیے دیتے ہیں۔ ان کے ہاتھ ہم سے بولیں گے اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے کہ یہ دنیا میں کیا کمائی کرتے رہے ہیں۔ ہم چاہیں تو ان کی آنکھیں موند دیں پھر یہ راستے کی طرف لپک کر دیکھیں۔ ہم چاہیں تو انہیں ان کی جگہ ہی پر اس طرح مسخ کر دیں کہ یہ نہ آگے چل سکیں' نہ پیچھے پلٹ سکیں۔ تو جس شخص کو ہم لمبی عمر دیتے ہیں' اس کی ساخت کو ہم الٹ ہی دیتے ہیں۔ کیا یہ حالات دیکھ کر تمہیں عقل نہیں آتی؟ ہم نے اس نبی کو شاعری نہیں سکھائی اور نہ شاعری اس کو زیب دیتی ہے۔ یہ تو ایک نصیحت ہے اور صاف پڑھی جانے والی کتاب تاکہ یہ کتاب ہر اس شخص کو خبردار کر دے جو زندہ ہو اور انکار کرنے والوں پر حجت قائم ہو جائے۔ کیا یہ لوگ دیکھتے نہیں کہ ہم نے اپنے ہاتھوں کی بنائی ہوئی چیزوں میں سے ان کے لئے مویشی پیدا کیے اور اب یہ ان کے مالک ہیں؟ ہم نے انہیں کس طرح ان کے بس میں کر دیا ہے کہ ان میں سے کسی پر یہ سوار ہوتے ہیں اور کسی کا یہ گوشت کھاتے ہیں۔" (یٰسین: 60-72)

یہاں عبادت سے مراد اطاعت ہے کیونکہ کوئی شخص شیطان کو سجدہ یا رکوع نہیں کرتا۔ اس لئے یہاں اس بات سے کہ "شیطان کی عبادت نہ کرو" سے مراد یہ ہے کہ شیطان کا کہنا نہ مانو' شیطان کی اطاعت نہ کرو۔ اور اللہ کی عبادت کرو جو سیدھا راستہ ہے۔ لیکن افسوس تم نے یہ بات نہیں مانی اور اب تمہاری حجت بازی کام نہ آئے گی کہ ہم نے یہ عمل نہیں کیا اور یہ عمل نہیں کیا۔ کیونکہ ہم تمہارے منہ پر مہر کر دیں گے اور تمہارے ہاتھ' پاؤں اور جسم کے باقی اعضاء خود گواہی دیں گے کہ اے اللہ! ہم تو تیری ملکیت تھے' تو نے ہی ہمیں پیدا کیا تھا لیکن اس ظالم نے تیری مرضی کے خلاف ہمیں استعمال کیا۔ یعنی انسان کے ہاتھ' پاؤں' آنکھیں' زبان' ناک' کان الغرض ہر ایک چیز انسان کے خلاف گواہی دے گی۔ اس دن پتا چلے گا کہ وہ چیزیں جو انسان اپنی سمجھتا تھا' یہ تو جاسوس نکلیں۔ یہ تو سب پرائی نکلیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حشر کی اس رسوائی سے محفوظ فرمائیں۔

مذکورہ آیتِ مبارکہ میں ہے کہ اللہ ربّ العزت جسے لمبی عمر عطا کر دیتے ہیں اس کی ذہنی حالت کو ہم الٹ پلٹ دیتے ہیں۔ انسان بچپن سے جوان ہوتا ہے اور اس کی سمجھ پختہ ہو جاتی ہے۔ اس میں سنجیدگی اور عقل آجاتی ہے لیکن جب وہ بڑھاپے کی طرف جاتا ہے تو گویا پھر سے بچپن کی طرف لوٹ آتا ہے۔ اس کی سوچ کا انداز' اس کی ضد ہو جاتا ہے حتیٰ کہ اس کی گفتگو میں بھی بچپنا جھلکتا ہے۔ اسی لئے حضورؐ نے بہت شدید بڑھاپے سے پناہ مانگی ہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْھَرَمِ

Marfat

"اے اللہ! بہت بڑھاپے سے میں تیری پناہ میں آتا ہوں" (بخاری)

یعنی ایسی عمر جب انسان معذور ہو جائے' اس کے قویٰ مختل ہو جائیں' عقل جاتی رہے' نہ کسی کو ٹھیک طرح سے پہچان سکے' نہ کسی کے ساتھ ٹھیک طرح سے بات کر سکے۔ کھانے' پینے' چلنے پھرنے' حتیٰ کہ رفع حاجت تک میں محتاج ہو جائے۔ ایسی عمر سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی پناہ مانگی ہے۔

چاہنے اور چاہت کے پورا ہونے میں کیا وقفہ نہ ہو گا؟

سورۃ یاسین کا اسلوب خاصا انوکھا ہے۔ قیامت کا ایک نقشہ کھینچا گیا۔ اس میں اہلِ جنت کی کیفیت بیان کی گئی کہ کس طرح بہت آرام' سکون اور مزے سے وہ اور ان کی بیویاں تختوں پر بیٹھے ہوئے ہوں گے اور تختوں سے مراد لکڑی کے یہ پھٹے نہیں ہیں بلکہ تخت شاہی ہیں۔ اور وہاں جس چیز کو ان کا جی چاہے گا یا جو طلب کریں گے' فوراً ان کے سامنے موجود ہو گی۔ یعنی طلب میں اور کسی چیز کے موجود ہونے میں کوئی وقفہ اور فاصلہ نہیں ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے جو اپنی صفت بیان فرمائی کسی کام کے بارے میں ارادہ یا حکم فرماتے ہیں تو وہ ہو چکی ہوتی ہے۔ "کُنْ فَيَكُوْنُ" ہو جا اور وہ فوراً ہو جاتی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے ارادے اور کسی چیز کے ہو جانے میں کوئی وقفہ نہیں ہوتا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے فضل اور کرم سے اپنے بندوں کو اس صفت کی ایک جھلک سے قیامت کے روز بہرہ ور کریں گے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُوْنَ ۝ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ۝

"جس چیز کو تمہارا جی چاہے گا اور جس چیز کو تم طلب کرو گے' وہ تمہارے سامنے موجود ہو گی' اس لئے کہ تم اپنے پروردگار کی مہمانی میں ہو گے۔ یہ اسکی طرف سے مہمانی ہے" (حم السجدہ: 31-32)

ملکیت کی بناء نہ سرمایہ ہے نہ محنت بلکہ عطائے ربانی ہے

یہاں ایک اور بات کا پتا چلا کہ موجودہ زمانے میں ایک بحث چل رہی ہے کہ ملکیت کی اصل بناء کیا ہے؟ سرمایہ یا محنت؟ سرمایہ دارانہ نظام (Capitalism) میں سرمائے کو ملکیت کی اساس قرار دیا جاتا ہے جبکہ سوشلسٹ سوسائٹی میں محنت کو ملکیت کی اساس قرار دیا جاتا ہے۔ اسلام نے ان دونوں کی نفی کی ہے اس ارشادِ ربانی کا خلاصہ یہ ہے کہ تمہاری ملکیت کی اساس اور بنیاد ہماری عطاء ہے۔ یعنی یہ امانت ہے۔

؎ درحقیقت مالک ہر شے خداست
این امانت چند روزہ نزد ماست

یعنی ہر چیز کا مالک صرف اللہ ہے۔ اس نے یہ سب چیزیں چند روز کے لئے بطور امانت ہمیں دی ہیں۔

com

آخرت پر قوی دلائل

اور پھر انسان کو اس کے اپنے نفس پر غور کی دعوت دی۔ ارشادِ باری ہے:

قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنْشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ ۖ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ ○
الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ مِنَ الشَّجَرِ الْأَخْضَرِ نَارًا فَإِذَا أَنْتُمْ مِنْهُ تُوقِدُونَ ○
أَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِقَادِرٍ عَلَىٰ أَنْ يَخْلُقَ مِثْلَهُمْ ۚ
بَلَىٰ وَهُوَ الْخَلَّاقُ الْعَلِيمُ ○
إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ○
فَسُبْحَانَ الَّذِي بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ○

"کیا انسان دیکھتا نہیں ہے کہ ہم نے اسے نطفے سے پیدا کیا اور پھر وہ صریح جھگڑالو بن کر کھڑا ہو گیا اب وہ ہم پر مثالیں چسپاں کرتا ہے اور اپنی پیدائش کو بھول جاتا ہے۔ کہتا ہے کہ کون ان ہڈیوں کو زندہ کرے گا جبکہ یہ بوسیدہ ہو چکی ہوں گی؟ اس سے کہو کہ انہیں وہی زندہ کرے گا جس نے پہلے انہیں پیدا کیا تھا۔ اور وہ تخلیق کا ہر کام جانتا ہے۔ وہی جس نے تمہارے لئے ہرے بھرے درخت سے آگ پیدا کر دی اور تم اس سے اپنے چولھے روشن کرتے ہو۔ کیا وہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اس پر قادر نہیں ہے کہ ان جیسوں کو پیدا کر سکے؟ کیوں نہیں جبکہ وہ ماہر خلاق ہے؟ وہ تو جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس کا کام بس یہ ہے کہ اسے حکم دے کہ ہو جا اور وہ ہو جاتی ہے۔ پاک ہے وہ جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا مکمل اقتدار ہے اور اسی کی طرف تم پلٹائے جانے والے ہو۔" (یٰسین: 77-83)

اجل لگائے ہوئے گھات ہر کسی پر ہے
یہ ہوش باش کہ عالم رواروی پر ہے

یہ اس لئے فرمایا کہ انسان اپنی اصل حقیقت کو بھول گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں مثالیں دیتا ہے۔ جھگڑے کی باتیں کرتا ہے اور یہ بھول جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا خالق ہے۔ اس لئے فرمایا کہ اپنی پیدائش کے مرحلوں پہ غور کرو گے تو شرما جاؤ گے۔ نیز جب انسان یہ کہتا ہے کہ مر کر مٹی میں مٹی ہو جائیں گے' ہماری ہڈیاں بوسیدہ ہو جائیں گی' تو نئے سرے سے ہم کیسے زندہ ہو جائیں گے؟ یہ بات اس کی سمجھ میں نہیں آتی تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کسی بھی چیز کو پہلی مرتبہ پیدا کرنا مشکل ہوتا ہے اور اسی چیز کو دوسری مرتبہ بنانا آسان تر ہو جاتا ہے۔ ذرا غور تو کرو کہ تم پہلی مرتبہ کیسے پیدا ہوئے۔ کیا اس وقت تمہاری ہڈیاں' گوشت پوست' اس حالت میں موجود تھیں؟

fat.com

سورہ الصآفات (۳۷)

نام

سورۃ کی پہلی آیت ہی کو اس سورت کا نام قرار دیا گیا۔

زمانۂ نزول

مکی زندگی کے دورِ متوسط یعنی ہجرتِ حبشہ کے دور میں یہ سورۃ نازل ہوئی۔

مضامین

جس دور میں یہ سورۃ نازل ہوئی' اس دور میں کُفارِ مکّہ مسلمانوں کا مذاق اڑانے اور مسلمانوں کو اذیتیں پہنچانے کے لئے ہر حربہ استعمال کر رہے تھے۔ ان حالات سے تنگ آکر مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد حبشہ کی جانب ہجرت کر گئی اور مکّہ میں نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بمشکل 40 صحابہ کرامؓ رہ گئے۔ ایسے دور میں کوئی شخص یہ سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ جس کامیابی اور عروج کا وعدہ مسلمانوں کے حق میں کیا جاتا ہے' کیا یہ بات ممکنات میں سے بھی ہے؟ مخالفین تو یہ اندازہ کئے بیٹھے تھے کہ اب یہ لوگ چند ہی روز میں مٹ جائیں گے۔ ایسے میں مسلمانوں کی ہمت افزائی اور کُفارِ مکّہ کی فہمائش کے لئے اس سورۃ میں واضح آیات اتاری گئیں۔

کُفارِ مکّہ کو اقوامِ سابقہ کے احوال سنا کر باور کرایا گیا کہ انبیاءِ کرامؑ کی مخالف قوموں کو ہم یوں نیست و نابود کر دیا کرتے ہیں اور اہلِ ایمان کو انبیاء اور ان کے فرماں برداروں کے واقعات سے سبق دیا کہ ہم مومنوں کو یوں غلبہ دیا کرتے ہیں۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور ان کے اکلوتے بیٹے سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام (جن کی اولاد ہونے پر اہلِ مکّہ کو نسبی فخر تھا) کے حالات بھی بیان کئے کہ انہوں نے اپنی جان اور اولاد تک کی قربانی کی کیسی اعلیٰ مثال قائم کی کہ ایک مومن صادق اسی طرح اللہ کی رضا کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کرنے کو سعادت سمجھے۔ اس کے پہلو بہ پہلو کُفار کے لئے ترغیب کا پورا سامان ہے۔ جس کے ذریعے سے توحید و آخرت پر دلکش انداز میں دلائل بیان کئے گئے ہیں۔
سورۃ کے آخر میں کُفار کے لئے تنبیہہ اور مومنوں کے لئے بشارت مذکور ہے۔ سورۃ میں نوح' ابراہیم' اسمٰعیل' اسحٰق' موسیٰ' ہارون' لوط اور الیاس علیہم السلام کا ذکر ہے۔

ظاہر ہے کہ تم تو اس وقت کچھ بھی نہیں تھے۔ ہم نے اس وقت پیدا کر دیا تو جو پہلی مرتبہ پیدا کر سکتا ہے' وہ دوسری مرتبہ بھی پیدا کر دے گا۔ اس کے لئے بطور نمونہ مثال بیان کی کہ ہم نے تمہارے لئے ہرے بھرے درختوں سے آگ پیدا کر دی۔ اور یہ سب کچھ ہماری قدرت پر بہت بڑی دلیل ہے۔

برگ درختاں سبز در نظر ہوشیار
ہر ورقے دفتریست معرفتِ پروردگار

تفسیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ذکرِ توحید اور دلائل

سورۃ کا آغاز قسم سے ہے جس میں مجاہدوں کی صف بندی' میدانِ جہاد میں گھوڑوں کو مجاہدوں کی ڈانٹ ڈپٹ' قرآن کی تلاوت اور پیروی کرنے کا ذکر ہے اور ان سب کی قسم کھا کر جو مسئلہ بیان کیا' وہ یہ ہے:

اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ۝

"بے شک تمہارا معبود یکتا ہے۔" (صافات:4)

اور پھر اس معبود کی صفات یعنی زمین و آسمان کا رب ہونے اور آسمان کو مزیّن کرنے کا ذکر ہے۔ اس جگہ ستاروں کو آسمان کی زینت قرار دیا اور یہ فرمایا:

وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ۝
لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ۝
دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ۝
اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ۝

"اور ہر سرکش شیطان سے اس (آسمان) کی حفاظت کی کہ اوپر کی مجلس کی طرف کان نہ لگا سکیں اور ہر طرف سے (ان پر انگارے) پھینکے جاتے ہیں۔ وہاں سے نکالنے کے لئے اور ان کے لئے دائمی عذاب ہے۔ ہاں! جو کوئی فرشتوں کی کسی بات کو چوری سے جھپٹ لینا چاہتا ہے تو جلتا ہوا انگارا اس کے پیچھے لگتا ہے۔" (صافات:7-10)

ان آیات کی تفصیل آئندہ سورۃ الاحقاف اور سورۃ الجن میں بھی ہے۔

موت کا تذکرہ

موت اور موت کے بعد کی زندگی پر کفار کے استہزاء کا یہاں بھی ذکر ہے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ یہ موت تم پر ضرور آئے گی اور پھر تمہاری اس وقت یہ کیفیت ہوگی۔

com

قُلْ نَعَمْ وَاَنْتُمْ دَاخِرُوْنَ ۝
فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَا هُمْ يَنْظُرُوْنَ ۝
وَقَالُوْا يٰوَيْلَنَا هٰذَا يَوْمُ الدِّيْنِ ۝
هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۝

"کہہ دیجئے! ہاں! تم ذلیل ہو گے۔ وہ تو ایک زور کی آواز ہو گی اور یہ اس وقت دیکھنے لگیں گے اور کہیں گے' ہائے شامت! یہی جزا کا دن ہے۔ (کہا جائے گا کہ) ہاں! (یہی) فیصلے کا دن ہے' جس کو تم جھوٹ سمجھتے تھے۔" (صافات: 18-21)

میدانِ حشر میں مشرکوں اور گناہگاروں کو جمع کیا جائے گا اور وہ وہاں باہم سوال و جواب کریں گے جس کا تذکرہ اس سے قبل سورۃ یونس میں ہوا ہے۔ نیز سورۃ السّبا میں اس کی تفصیل کچھ زیادہ ہے۔ یہاں اجمالاً اُن کے جہنم میں ڈالے جانے کی بنیادی وجہ بیان کی گئی ہے۔ کفارِ مکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام توحید کے جواب میں جو عمل کرتے تھے' اس کو قرآنِ مجید یوں نقل کرتا ہے۔

اِنَّهُمْ كَانُوْا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝
وَيَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ۝

"اُن کا حال یہ تھا کہ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں تو وہ غرور میں آجاتے اور کہتے ہیں کہ بھلا ہم ایک دیوانے شاعر کے کہنے سے اپنے معبودوں کو چھوڑ دینے والے ہیں۔"

(صافات: 35-36)

کفار کے اس مقولے کے بعد قرآن نے یہ حقیقت اجاگر کی:

بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ اِنَّكُمْ لَذَآئِقُوا الْعَذَابِ الْاَلِيْمِ ۝

"بلکہ وہ حق لے کر آیا ہے اور پہلے انبیاء کو سچا کہتا ہے' بے شک تم تکلیف دینے والے عذاب کا مزا چکھنے والے ہو۔" (صافات: 37-38)

اہلِ جنت کا مکالمہ

کفار کے مقابل اہلِ ایمان کو جنت میں ملنے والے مقام اور اس کی صفات کا ذکر ہے نیز جنت میں ان کے باہم مکالمے کو یہاں یوں بیان فرمایا گیا ہے:

fat.com

فَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ○
قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ إِنِّي كَانَ لِي قَرِينٌ ○ يَقُولُ أَإِنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِينَ ○
أَإِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا أَإِنَّا لَمَدِينُونَ ○
قَالَ هَلْ أَنتُم مُّطَّلِعُونَ ○ فَاطَّلَعَ فَرَآهُ فِي سَوَاءِ الْجَحِيمِ ○
قَالَ تَاللَّهِ إِن كِدتَّ لَتُرْدِينِ ○
وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّي لَكُنتُ مِنَ الْمُحْضَرِينَ ○
أَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِينَ ○ إِلَّا مَوْتَتَنَا الْأُولَىٰ وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِينَ ○
إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ○ لِمِثْلِ هَٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُونَ ○

"پھر وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر حالات پوچھیں گے۔ قیامت کے دن ان میں سے ایک کہے گا۔ دنیا میں میرا ایک ہم نشین تھا جو مجھ سے کہا کرتا تھا۔ کیا تم بھی اللہ اور اس کے رسول کی باتوں کی تصدیق کرنے والوں میں سے ہو؟ کیا واقعی جب ہم مر چکے ہوں گے اور مٹی ہو جائیں گے اور ہڈیوں کا پنجر بن کر رہ جائیں گے تو ہمیں جزا و سزا ملے گی؟ اب کیا آپ لوگ دیکھنا چاہتے ہیں کہ وہ صاحب اب کہاں ہیں؟ یہ کہہ کر جونہی وہ جھکے گا تو جہنم کی گہرائی میں اس کو دیکھ لے گا۔ اور اس سے خطاب کر کے کہے گا: خدا کی قسم تو تو مجھے تباہ ہی کر دینے والا تھا۔ میرے رب کا فضل شاملِ حال نہ ہوتا تو آج میں بھی ان لوگوں میں سے ہوتا جو پکڑے ہوئے آئے ہیں۔ اچھا تو کیا اب ہم مرنے والے نہیں ہیں؟ موت جو ہمیں آنی تھی، وہ بس پہلے آ چکی۔ اب ہمیں کوئی عذاب نہیں ہونا۔ یقیناً یہی عظیم الشان کامیابی ہے۔ ایسی ہی کامیابی کے لئے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہئے۔" (صافات:50-60)

یہاں قیامت کا ایک نقشہ کھینچا گیا ہے۔ اہلِ جنت میں سے ایک شخص کو اپنا ایک دوست یاد آئے گا جو اللہ، اللہ کے رسول کے عقائد اور آخرت کا مذاق اڑاتا تھا۔ اب اس جنتی کا جی چاہے گا کہ میں دیکھوں کہ میرا وہ دوست کہاں ہے اور یہ حقیقت ہے کہ جنت میں انسان کے دل کی خواہش فوراً پوری ہو جائے گی تو اس کو فوراً وہ شخص دوزخ میں نظر آ جائے گا اور اس کے ساتھ اس کا رابطہ بھی قائم ہو جائے گا۔ یوں کہئے کہ اہلِ جنت ہر وقت ہاٹ لائن پر ہوں گے۔ جس سے جب چاہیں گے، رابطہ قائم کر لیں گے۔ بیوی، بھائی، دوست الغرض جو کوئی بھی اس پار ہوگا، اس سے ان کا رابطہ قائم ہو جائے گا۔

دوزخیوں کے حالات

اہلِ جنت کے ذکر کے بعد اہلِ دوزخ کے کچھ حالات اور اُن کو دیئے گئے عذاب کا ذکر ہے اور آخر میں اس کی

Mar

وجہ بھی:

إِنَّهُمْ أَلْفَوْا آبَاءَهُمْ ضَالِّينَ ۝
فَهُمْ عَلَىٰ آثَارِهِمْ يُهْرَعُونَ ۝ وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ أَكْثَرُ الْأَوَّلِينَ ۝
وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا فِيهِم مُّنذِرِينَ ۝ فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنذَرِينَ ۝
إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ۝

"انہوں نے اپنے باپ دادا کو گمراہ ہی پایا۔ سو وہ ان کے پیچھے دوڑے چلے جاتے ہیں اور ان سے پہلے بھی بہت سے لوگ گمراہ ہو گئے تھے اور ہم نے ان کو متنبہ کرنے والے بھیجے۔ سو دیکھئے کہ ان کا انجام کیا ہوا؟ ہاں! اللہ کے خاص بندوں کا انجام (بہت ہی اچھا ہے)" (صافات:69-74)

احوالِ رفتہ

قرآنِ مجید نے اس مقام پر ان کی گمراہی کا سبب بیان فرمایا کہ ان کی گمراہی آباء و اجداد کے گمراہ کن عقائد کی بلا تحقیق پیروی کے باعث ہوئی۔ اس گمراہی کے سبب کے ذکر کے بعد ان لوگوں کا ذکر ہے جو انسانیت کو گمراہی کی اتھاہ گہرائیوں سے نکال کر آدمیت کی معراج تک پہنچانے کے لئے مبعوث کیے گئے۔ اس سلسلے میں سب سے پہلا ذکر سیدنا نوح علیہ السلام کا ہے کہ انہوں نے قوم کی طرف سے پہنچائے جانے والے مصائب و شدائد کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا اور جب ان کی طرف سے اذیت کی انتہا ہوئی اور ہدایت کی کوئی راہ نظر نہ آئی تو آپ نے اللہ سے ان کی ہلاکت کی بددعا فرمائی جس کی تفصیل انشاء اللہ آئندہ سورۂ نوح میں آئے گی۔ یہاں دعا کی قبولیت اور اس کے نتیجے میں عذاب سے بچنے والوں اور ہلاک ہونے والوں کا مختصراً یوں ذکر ہے:

وَنَجَّيْنَاهُ وَأَهْلَهُ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيمِ ۝ وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبَاقِينَ ۝

"اور ہم نے ان کو اور ان کے گھر والوں کو بڑی مصیبت سے نجات دی اور ان کی اولاد کو ایسا کیا کہ وہی باقی رہ گئے۔" (صافات:76-77)

یہاں گویا یہ بات بین السطور کہی جا رہی ہے کہ نوح علیہ السلام کی اولاد جو اولاد کہلانے کی حقدار تھی وہی تھی جو نجات پا گئی اور جو بیٹا ہلاک ہوا جس کا ذکر اس سے قبل سورۂ ہود میں ہو چکا ہے وہ ایمان نہ قبول کرنے کے باعث ہلاک ہوا اور اس کو گویا اولاد ہی شمار نہ کیا گیا کیونکہ یہاں باقی رہنے والے وارث بننے کا ذکر ہے اور کافر کو مومن کا وارث نہیں مانا گیا۔ یہ ایک الگ بحث ہے۔ اس کے ساتھ ہی دوسرے طبقے کا یوں ذکر فرمایا کہ

ثُمَّ أَغْرَقْنَا الْآخَرِينَ ۝

"پھر ہم نے دوسروں کو ڈبو دیا" (صافات:82)

ابراہیم علیہ السلام کی قربانی

اور اب باقی رہنے والوں کا ذکر شروع ہوا تو جدُّ الانبیاء سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے حالات بھی آ گئے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ ۝
اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ۝ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَاذَا تَعْبُدُوْنَ ۝
اَئِفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِيْدُوْنَ ۝ فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝
فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ ۝ فَقَالَ اِنِّيْ سَقِيْمٌ ۝ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِيْنَ ۝
فَرَاغَ اِلٰٓى اٰلِهَتِهِمْ فَقَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ۝ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ ۝
فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِيْنِ ۝ فَاَقْبَلُوْٓا اِلَيْهِ يَزِفُّوْنَ ۝
قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ ۝ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ۝
قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ بُنْيَانًا فَاَلْقُوْهُ فِي الْجَحِيْمِ ۝
فَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِيْنَ ۝
وَقَالَ اِنِّيْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ۝
رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ ۝
فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ
فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ۚ قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۖ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ
اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ۝

"اور نوح ہی کے طریقے پر چلنے والا ابراہیم تھا۔ جب وہ اپنے رب کے حضور قلبِ سلیم لے کر آیا' جب اس نے اپنے باپ اور قوم سے کہا: "یہ کیا چیزیں ہیں جن کی تم عبادت کر رہے ہو؟ کیا اللہ کو چھوڑ کر جھوٹ گھڑے ہوئے معبود چاہتے ہو؟ آخر ربُّ العالمین کے بارے میں تمہارا کیا گمان ہے؟ پھر اس نے تاروں پر ایک نگاہ ڈالی اور کہا میری طبیعت خراب ہے۔ وہ لوگ اسے چھوڑ کر چلے گئے۔ ان کے پیچھے وہ چپکے سے ان کے معبودوں کے مندر میں گھس گیا اور بولا آپ لوگ کھاتے کیوں نہیں ہیں؟ کیا ہو گیا' آپ لوگ بولتے بھی نہیں؟ اس کے بعد وہ ان پر پل پڑا اور سیدھے ہاتھ سے خوب ضربیں لگائیں۔ (واپس آکر) وہ لوگ بھاگے بھاگے اس کے پاس آئے۔ اس نے کہا کیا تم اپنی ہی تراشی ہوئی چیزوں کو پوجتے ہو؟

com

حالانکہ اللہ ہی نے تم کو بھی پیدا کیا ہے اور ان چیزوں کو بھی جنہیں تم بناتے ہو۔ انہوں نے آپس میں کہا کہ اس کے لئے ایک الاؤ تیار کرو اور اسے دہکتی ہوئی آگ کے ڈھیر میں پھینک دو۔ انہوں نے اس کے خلاف ایک کارروائی کرنا چاہی تھی، مگر ہم نے انہی کو نیچا دکھا دیا۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا: میں اپنے رب کی طرف جاتا ہوں، وہی میری راہنمائی کرے گا۔ اے پروردگار! مجھے ایک بیٹا عطا کر جو صالحین میں سے ہو (اس دُعا کے جواب میں) ہم نے اس کو ایک حلیم لڑکے کی بشارت دی۔ وہ لڑکا جب اس کے ساتھ دوڑ دھوپ کرنے کی عمر کو پہنچ گیا تو ابراہیم علیہ السلام نے اس سے کہا: بیٹا! میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔ اب تو بتا تیرا کیا خیال ہے؟ اس نے کہا: اباجان! جو کچھ آپ کو حکم دیا جا رہا ہے' اسے کر ڈالیے۔ آپ انشاء اللہ مجھے صابروں میں سے پائیں گے۔ (صافات:83-102)

قلبِ سلیم

یہاں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی یہ صفت بیان کی کہ آپ اللہ کے حضور قلبِ سلیم لے کر آئے۔ قلبِ سلیم کی دو تعریفیں ہوتی ہیں۔

1- وہ قلب جس کے عقائد درست ہوں۔

2- وہ قلب جس کے جذبات ٹھیک ہوں۔

اللہ تعالٰی کسی شخص کی عبادت اس وقت ہی قبول کرتے ہیں جب یہ دونوں شرائط موجود ہوں۔ عقیدہ درست ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ نیت اور جذبات درست ہوں۔ ابراہیم علیہ السلام یہ دونوں چیزیں لے کر اللہ کے حضور پیش ہوئے۔ مختصراً واقعہ یہ ہے کہ ان دنوں کوئی بہت بڑا جشن تھا۔ جس میں شرکت کے لئے سبھی جا رہے تھے۔ انہوں نے ابراہیم علیہ السلام سے بھی ساتھ چلنے کو کہا۔ مگر آپ نے تاروں کی طرف دیکھا اور کہا کہ میں تو نہیں جاؤں گا۔ میرا مزاج کمزور اور برہم ہے۔ اس پر بعض لوگوں نے کہا کہ تاروں کی طرف دیکھنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ آپ نجومی تھے۔ حالانکہ ایسی بات بالکل نہیں تھی کیونکہ انسان اکثر بے خیالی میں بھی آسمان کی طرف دیکھتا ہے اور بعض اوقات پریشانی یا کچھ اور سوچتے ہوئے بھی آسمان کی جانب دیکھ لیتا ہے۔ یہ نجوم کی دلیل ہرگز نہیں کیونکہ جس علم سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے روک دیا ہو' اس کی طرف بڑھنا بے وقوفی ہے۔ وہ لوگ تو تہوار پر چلے گئے اور ابراہیم علیہ السلام کو موقع مل گیا۔ آپ نے بتوں سے ہم کلامی کی' وہاں ان بتوں کے اردگرد بہت کھانے رکھے ہوئے تھے۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ کھاتے کیوں نہیں لیتے؟ جواب نہ ملا تو فرمایا کہ بولتے کیوں نہیں؟

پھر کہا: بہت بے وقوف ہیں وہ لوگ جو تمہاری عبادت کرتے ہیں۔ اپنے ہاتھ سے تمہیں گھڑتے ہیں۔ اور پھر اسی کی پوجا کرتے ہیں اور خالق کو بھول جاتے ہیں اور بس پھر ان کی خوب خبر لی اور ان کو خوب ضربیں لگائیں۔ کلہاڑا ہاتھ میں تھا۔ اس کا نتیجہ ظاہر ہے۔ ان لوگوں نے واپس آکر جب اپنے معبودوں کا یہ حال دیکھا تو سراپا احتجاج بن

fat.com

گئے۔ اور ابراہیم علیہ السلام کو بلا کر پوچھا کہ یہ کیا ہوا؟ تو آپ نے موقع غنیمت جانتے ہوئے فرمایا کہ تم عجیب لوگ ہو کہ ایسے خداؤں کی پوجا کرتے ہو' جو نہ بولتے ہیں' نہ کھاتے ہیں اور نہ ہی اپنا دفاع کر سکتے ہیں۔ یہ تو تمہارے ہاتھ کے بنائے ہوئے ہیں! بس پھر کیا تھا انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کے لئے آگ کا الاؤ تیار کیا' لیکن اللہ تعالیٰ نے بچا لیا۔

وحی بذریعہ خواب

آپ نے فیصلہ کیا کہ میں ہجرت کرتا ہوں' وہی مجھے سیدھے راستے پر' میری منزل کی جانب لے جائے گا۔ وہاں سے نکلے اور بیٹے کے لئے دعا کی' اللہ تعالیٰ نے بیٹا دے دیا' جب وہ بڑا ہوا اور ہاتھ بٹانے لگا تو اللہ کا حکم ملا جو آپ بیٹے سے یوں بیان کرتے ہیں' بیٹا! میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں۔ کیا خیال ہے تمہارا؟ بیٹا بھی نبی بننے والا تھا۔ تعلیم و تربیت کا اثر دیکھئے کہ کس طرح سر تسلیم خم کیا حالانکہ وہ کہہ سکتا تھا' ابو! یہ خواب کی بات ہے' خواب تو آیا ہی کرتے ہیں۔ آپ کو کون سا اللہ نے بذریعہ فرشتہ حکم دیا ہے۔ لاحول پڑھ لیں۔ یہ ہرگز نہ کہا کیونکہ رسول کا نبی بننے والا بیٹا جانتا تھا کہ ایک وحی تو فرشتہ لے کر آتا ہے جو الفاظ کی شکل میں ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ رسول کو خواب کے ذریعے سے بھی حکم ہوتا ہے' اور اس صورت میں بھی وہ امر ہی کا درجہ رکھتا ہے۔ تو عرض کیا یٰاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ابا جان! آپ کو جو حکم دیا گیا ہے' وہ کر ڈالیں۔ جس چیز کا خواب میں آپ کو حکم دیا گیا ہے' اسے پورا کر دیں' میں انشاء اللہ صابر رہوں گا۔ تو یہاں واضح کیا کہ وحی صرف الفاظ کی شکل ہی میں نہیں ہوتی بلکہ اگر اللہ کا حکم خواب کی شکل میں بھی آئے تو وہ بھی وحی کہلاتی ہے اور یہ آیت یہی ثابت کرتی ہے۔

اس تسلیم و رضا کو بارگاہِ ایزدی میں قبولیت سے نوازا گیا اور مزید انعام یہ ملا:

وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ○

"ہم نے ان کو اسحٰق کی بھی بشارت دی۔ جو نبی اور نیکو کاروں میں سے ہوں گے۔" (صافات:111)

موسیٰ علیہ السلام کا ذکر

باپ اور بیٹے کے اس ایثار و قربانی کے ذکر کے بعد سیدنا موسیٰ و ہارون علیہما السلام کا ذکر ہے۔ جن کو فرعون اور بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے مبعوث کیا گیا۔ فرعون کو غرقاب کیا اور ان دونوں جلیلُ القدر ہستیوں اور آپ کی قوم کو ان کے مظالم سے نجات دلائی تو فرمایا کہ ہم ایسے نیکو کاروں کی یوں مدد کرتے ہیں:

وَنَصَرْنٰهُمْ فَكَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ○

"اور ہم نے ان کی مدد کی تو وہ غالب ہو گئے۔" (صافات:116)

اور ان کا ذکر خیر بھی قیامت تک کے لئے محفوظ کر دیا گیا۔

Mar

سیدنا الیاس علیہ السلام کے ذکر میں فرمایا کہ انہوں نے اپنی قوم کو "بعل" بت کی پرستش سے روکا جو بیس گز لمبا اور چار منہ والا تھا۔ قوم جب اس حرکت سے باز نہ آئی تو ان پر بھی عذاب آیا۔

اس کے بعد لوط علیہ السلام کا اجمالی ذکر ہے۔ اور سیدنا یونس علیہ السلام کے بارے میں فرمایا کہ جب ان کو مچھلی نے نگل لیا تو ہم نے ان کو ان کی تسبیح کی وجہ سے رہائی دلائی۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ۝ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝

"پھر اگر وہ اللہ کی پاکی بیان نہ کرتے تو لوگوں کے دوبارہ زندہ ہونے تک اسی مچھلی کے پیٹ میں رہتے۔"

(صافات:143-144)

رہائی کے بعد آپ کے علاج اور دوسری عطا کی گئی نعمتوں کا بیان ہے۔ اس مقام پر ایک بڑا ہی عجیب نکتہ ہے کہ سیدنا یونس علیہ السلام کی رہائی تسبیح کے باعث ہوئی تو گویا آج بھی اگر کسی قوم پر عذاب کے آثار ظاہر ہوں تو اس قوم کو اپنے گناہوں کا اعتراف کر کے اللہ سے استغفار کرنا چاہئے، تسبیح اور حمد و ثنا کی کثرت کرنا چاہئے۔ پھر مشرکوں کے نظریات و عقائد کے بے بنیاد اور لغو ہونے کا ذکر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو اولاد اور بیوی کی کوئی حاجت نہیں اور مشرک جو فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں بناتے ہیں اور جنّات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رشتہ داری کا ذکر کرتے ہیں، یہ محض بے بنیاد اور من گھڑت باتیں ہیں۔ اس سورت کے آخر میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی کامیابی و کامرانی کا ذکر فرماتے ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ۝ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ۝
وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝

"اور بے شک ہمارا اپنے پیغام پہنچانے والے بندوں کے ساتھ وعدہ ہو چکا ہے کہ وہی کامیاب و منصور ہوں گے اور ہمارا ہی لشکر غالب رہے گا۔" (صافات:171-173)

سورۃ کا اختتام تسبیح و تقدیس کی آیات کے ساتھ ہے۔

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝
وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ۝ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

"یہ جو کچھ بیان کرتے ہیں تمہارا رب جو صاحبِ عزت ہے، اس سے پاک ہے اور نبیوں پر سلام اور سبھی تعریفیں اللہ ربُّ العالمین کے لائق ہیں۔" (صافات:180-182)

com

سورہ ص (۳۸)

نام

پہلا حرف ہی سورۃ کا نام ہے۔

زمانۂ نزول

ہجرتِ حبشہ کا دور یعنی مکّی زندگی کا دورِ متوسط اس سورۃ کا زمانۂ نزول ہے۔

تاریخی پس منظر

ابنِ سعدؒ نے طبقات میں ذکر کیا ہے کہ کُفّارِ قریش کا ایک وفد ابو طالب کے پاس آیا اور نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت اپنی شکایات بیان کیں اور پھر کہا کہ آپ کا یہ بھتیجا اگر ہمارے دین کو اچھا نہیں سمجھتا تو اس کو کہیں کہ یہ ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دے۔ نہ یہ ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہے، نہ ہم اس سے تعرض کریں گے۔ اس پر ابو طالب نے نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بلوا کر سردارانِ قریش کا مدعا سنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا:

"چچا جان! میں تو ان کے سامنے ایک ایسا کلمہ پیش کر رہا ہوں کہ اگر یہ اس کو مان لیں تو عرب ان کی بادشاہت قبول کرلیں اور عجم ان کو خراج پیش کرے۔"

سردارانِ قریش یہ سن کر سٹپٹائے اور پوچھا کہ آخر وہ کون سا کلمہ ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

اس پر انہوں نے کہا: " اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا

یہ جواب سن کر سبھی سردار بڑبڑاتے ہوئے چلے گئے۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ کُفّارِ مکّہ آخر اس قدر گھبراہٹ کا شکار کیوں ہوئے؟ اس کا جواب بالکل واضح اور سیدھا سادہ ہے کہ جب انہوں نے دیکھا کہ ایک شخص جس کی سیرت و کردار کی پاکیزگی، عقل و فراست اور دانائی کی گواہی وہ خود دیتے ہیں اور جس کا ساتھ دینے کے لئے مکّے کا ذہین ترین، بلند کردار اور راست باز انسان ابو بکرؓ دین اسلام کو قبول کر کے پہلا جان نثار بنا اور اب عدل و انصاف کا علمبردار اور معاملہ فہم آدمی عمرؓ بھی دین اسلام کو قبول کر کے اس کے ساتھ ہو گیا ہے تو کل کو یہ شخص یقیناً اپنے عزائم کے مطابق جزیرۂ عرب یا مکّے پر غلبہ و تسلط حاصل کر

لے تو پھر ہماری عظمت و سیادت کی نیا ڈوب جائے گی۔ اس خوف کے پیشِ نظر وہ آپ کے راستے میں ہر ممکن رکاوٹیں کھڑی کرتے رہتے تھے۔

مضامین

سورۃ کا آغاز قرآنِ مجید کے سراپا نصیحت ہونے کے ذکر کے ساتھ ہے تاکہ اہلِ مکہ کو یہ بات بتائی جا سکے کہ حقیقت وہی ہے جو تمہارے ہی خاندان اور قبیلے کا ایک فرد پیش کر رہا ہے اور یہ وہی شخص ہے جس کی عمر تمہارے ساتھ گزری۔ تم اس کی زندگی کے ایک ایک لمحے کے شاہد ہو۔ اگر اس نے آج تمہاری جاہلیت و گمراہی کو طشت ازبام کیا ہے تو اس میں نفرت کے اظہار کی کوئی وجہ نہیں بلکہ تم اپنی ہی بھلائی کے لئے اس کی پیروی کر لو اور اگر تمہارا جاہلانہ تخیّل، تمہاری نفس پرستی اور انانیت تمہیں اس کی اجازت نہیں دیتی تو یہ تمہاری اپنی بدبختی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ قرآنِ مجید نے یہ بتایا کہ تم چاہے اس نبی کا مذاق اڑاؤ یا اس کو نازیبا ناموں اور القاب سے پکارو، یہ ایک دن یقیناً تم پر غالب آ کر رہے گا۔

اللہ کا قانونِ عدل اس قدر بے لاگ اور واضح ہے کہ اس کے ہاں وہی لوگ پسند کئے جاتے ہیں جو گناہ کے بعد نادم ہو کر اس کے حضور توبہ کر لیں۔ اس سلسلے میں آدم علیہ السلام کی توبہ کو خصوصیت سے بیان کیا اور اس کے مقابل ابلیس کی ہٹ دھرمی اور گناہ کی پاداش میں اس کی سزا کا ذکر ہے۔

قانونِ بالا کی وضاحت کے لئے تمثیلاً سابقہ انبیاء و رُسل کا خصوصیت سے ذکر کیا گیا۔ اسی طرح عالمِ آخرت کا نقشہ بھی اس سورۃ میں موجود ہے کہ جب جہنّم میں نافرمان قوم کے سربر آوردہ افراد اور ان کے حواری و متبعین جمع ہوں گے تو یہ لوگ اس وقت ایک دوسرے پر لعن طعن کریں گے۔ ان کی اس تکلیف میں اضافہ ہو گا جب وہ اس جہنم میں ان افراد کو نہیں پائیں گے جو دنیا میں بظاہر کمزور و ناتواں مگر اہلِ ایمان تھے اور ان کی بابت ان کا خیال یہ تھا کہ یہ لوگ کبھی بھی اچھائی اور بھلائی کے مستحق قرار نہیں دیئے جائیں گے جبکہ وہ لوگ نعمتوں سے سرفراز ہوں گے اور یہ لوگ عذاب میں گرفتار ہوں گے۔

اخلاقِ حسنہ کے ضمن میں ایمان، عملِ صالح کی عظمت اور فضیلت ترغیب کے لئے بیان کی گئی ہے جبکہ تکبر، ظلم، کفر اور بدبختی کی شدید مذمت کی گئی ہے۔ نصیحت کے لئے بطور تمثیل اقوامِ سابقہ میں سے اصحابُ الایکہ، قوم عاد و ثمود، فرعون اور ابلیس کا قصہ مذکور ہے جبکہ متّقی اور جنّتی لوگوں کے تذکرے میں بطور خاص سیدنا نوح، ابراہیم، لوط، داؤد، سلیمان، اسحٰق، یعقوب، اسمٰعیل، الیسع اور ذوالکفل علیہم السلام کے حالات مندرج ہیں۔

1:6

Mar

تفسیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اہلِ مکہ کا تعجب اور حقیقت کا اظہار

پہلی قوموں کی ہلاکت کے ذکر کے بعد اہلِ مکہ کے تعجب کا ذکر فرمایا' ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَعَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ

"اور انہوں نے (اس بات پر) تعجب کیا کہ ان کے پاس ان ہی میں سے ہدایت کرنے والا آیا ہے۔"

(ص: 4)

منصبِ رسالت کے سلسلے میں اہلِ مکہ بلکہ کفار کے تخیلات کا ذکر متعدد مقامات پر ہو چکا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء کی تعلیمات کا مخالف طبقہ ہمیشہ اس غلط فہمی کا شکار رہا کہ کوئی انسان کبھی منصبِ نبوت پر فائز نہیں ہو سکتا اور ان کو اس سے بھی زیادہ تعجب ایک ہی معبودِ حق کو اختیار کرنے کے بارے میں ہوا۔ اللہ ربُّ العزت نے ان کی اس بات کو ان الفاظ میں فرمایا:

اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۖ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ ○

"کیا اس نے اتنے سارے معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود بنا دیا۔ یہ تو بڑی ہی عجیب بات ہے۔" (ص: 5)

ان کے اس تعجب کو شاہ عبدالقادر محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت خوبصورت الفاظ میں مختصراً یوں ذکر فرمایا:

"چیز ہے اچنبھے کی اس واسطے کہ تین سو ساٹھ بُت کہ ہم رکھتے ہیں' کام ایک شہر مکہ کا نہیں کر سکتے' ایک معبود کہ محمدؐ کہتے ہیں کہ کام تمام عالم کا کیونکر سرانجام کرے گا۔"

پھر ان کافروں کی جھنجلاہٹ کا ذکر کر کے فرمایا کہ اگر ان کو اللہ تعالیٰ کا نظامِ ہدایت پسند نہیں تو وسائل و اسباب کو جمع کر کے اللہ تعالیٰ کے عرش پر قبضہ کر لیں اور پھر نظامِ فطرت کو اپنی مرضی کے مطابق ڈھال لیں۔ اس کے بعد یہ بھی بتا دیا کہ اگر ان لوگوں نے ایسی کوئی کوشش کی تو پہلے نامراد لوگوں کی طرح یہ بھی نامراد اور مایوس ہی لوٹیں گے اور اس ذیل میں ایک اجمالی ذکر کیا۔

اقوامِ سابقہ کا تذکرہ

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

Marfat

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ ذُو الْاَوْتَادِ ۝
وَثَمُوْدُ وَقَوْمُ لُوْطٍ وَّاَصْحٰبُ لْئَيْكَةِ ؕ اُولٰٓئِكَ الْاَحْزَابُ ۝
اِنْ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ ۝

"ان سے پہلے نوح کی قوم اور عاد اور میخوں والا فرعون اور اس کی قوم کے لوگ بھی جھٹلا چکے ہیں اور ثمود اور لوط کی قوم اور بَن کے رہنے والے بھی۔ یہی وہ گروہ ہیں جنھوں نے نبیوں کو جھٹلایا تو میرا عذاب اُن پر واقع ہوا۔" (ص:12-14)

داوٗد علیہ السلام کا ذکر

اس کے فوراً بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ نبی داوٗد علیہ السلام کا ذکر فرمایا اور ان کی عظمت کے ذکر میں ارشاد فرمایا:

اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ ۝
وَالطَّيْرَ مَحْشُوْرَةً ؕ كُلٌّ لَّهٗٓ اَوَّابٌ ۝
وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ۝

"بے شک ہم نے پہاڑوں کو ان کے زیرِ فرمان کر دیا کہ صبح و شام ان کے ساتھ اللہ کا ذکر کرتے تھے اور پرندے بھی ان کے ارد گرد جمع رہتے تھے۔ سب ان کے فرمانبردار تھے اور ہم نے ان کی بادشاہت کو مستحکم کیا اور ان کو حکمت عطا کی اور فیصلہ کرنے کی بہتر تدبیر عطا کی۔" (ص:18-20)

ایک غلط روایت اور اس کی حقیقت

اس کے بعد کی آیات میں جو کچھ مذکور ہے' اس کی بابت پہلے ایک بات ذہن نشین کر لینا ضروری ہے کہ قرآنِ کریم میں مذکور ہے:

داوٗد علیہ السلام اپنے ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے اور کبھی کسی معاملے میں ذرا سی بھی چوک ہو جاتی تو استغفار کرتے۔ یہاں پر بھی آپ کے استغفار اور آزمائش کا ذکر ہے۔ مگر یہاں آزمائش کی تفصیلات مذکور نہیں۔ اس سلسلے میں محقق مفسرین کا یہ طریق رہا ہے کہ وہ بھی ایسی باتوں کو اسی طرح مبہم و مجمل چھوڑ دیتے ہیں اور ہونا بھی ایسا ہی چاہئے۔ بایں ہمہ اس مقام پر قدرے تفصیل اس لئے بیان کی جا رہی ہے کہ بعض غیر محتاط اور قصہ گو حضرات نے داوٗد علیہ السلام کی بابت چند عامیانہ سی باتیں زیبِ داستاں کے لئے لکھ ماریں جو اعتقادات کی گمراہی اور منصبِ رسالت کی تحقیر کا سبب بنتی ہیں۔ اس لئے دیگر محقق مفسرین کے مستند اقوال کی روشنی میں کچھ ذکر کرنا ضروری ہے۔

لغو اور بے بنیاد قصے میں یہ بیان کیا گیا کہ داوٗد علیہ السلام کی نظر اپنی فوج کے ایک سالار کی بیوی پر پڑ گئی جو

انتہائی حسین و جمیل تھی۔ آپ کے دل میں نکاح کی خواہش پیدا ہوئی تو اس سپہ سالار کو قتل کرا دیا اور خود اس کی بیوی سے شادی کرلی۔ اس عمل پر تنبیہ کے لئے دو فرشتے انسانی شکل میں بھیجے گئے جنہوں نے بھیڑوں والا مقدمہ بیان کیا۔

ذرا غور کیجئے کہ اس قصے میں کس قدر بے ہودہ پن جھلکتا ہے اور نبی علیہ السلام کے مقام کو کتنا کم تر ثابت کرنے کی جسارت کی گئی۔ اس قسم کے من گھڑت واقعات بائبل کے مبہم اور غیر واضح الفاظ کے پیش نظر غیر مسلموں نے از خود گھڑ لئے اور پھر رواداری میں ہمارے واعظین نے بھی ان کو زیب داستان کے لئے نمک مرچ لگا کر بیان کرنا شروع کر دیا۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ داؤد علیہ السلام' اللہ تعالیٰ کی عبادت و ریاضت میں انہماک و استغراق کے لئے پورا دن اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گزارتے۔ ایک روز اللہ تعالیٰ نے آپ کے صبر و تحمل کی آزمائش کے لئے دو فرشتے آپ کی عبادت گاہ میں بھیج دیئے۔ جنہوں نے یہ فرضی واقعہ سنا کر فیصلہ چاہا تو آپ نے مدعی کی بات سن لی اور مدعا علیہ کو صفائی پیش کرنے کے لئے نہ کہا اور نہ ہی مدعا علیہ نے از خود صفائی بیان کی۔ آپ نے اس کی خاموشی کے پیش نظر فیصلہ سنا دیا۔ جس پر وہ دونوں فرشتے مسکرائے اور فوراً غائب ہو گئے۔ داؤد علیہ السلام کو اس پر خیال ہوا کہ میں نے مدعا علیہ سے حقیقت حال نہ سنی' اس پر آپ اللہ کے حضور سربسجود ہو گئے اور استغفار کیا۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام سے اگر کوئی ایسی بات بھی سرزد ہو جائے جو نیکی تو ہو لیکن اس میں کسی اعتبار سے کوئی کمزور پہلو پایا جاتا ہو تو اس پر بھی استغفار کرتے ہیں۔ اور داؤد علیہ السلام کا معاملہ بھی ایسا ہی تھا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَهَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ۝
اِذْ دَخَلُوْا عَلٰى دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوْا لَا تَخَفْ خَصْمٰنِ بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَآ اِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ ۝
اِنَّ هٰذَآ اَخِيْ لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِيَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ فَقَالَ اَكْفِلْنِيْهَا وَعَزَّنِيْ فِي الْخِطَابِ ۝
قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ اِلٰى نِعَاجِهٖ ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ ؕ وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ ۩ ۝

"کیا آپ کے پاس ان جھگڑا کرنے والوں کی کوئی خبر آئی ہے۔ جب وہ دیوار پھلانگ کر عبادت خانے میں داخل ہوئے جس وقت داؤد علیہ السلام کے پاس آئے تو وہ ان سے گھبرا گئے۔ انہوں نے کہا: خوف نہ کیجئے۔ ہم دونوں کا ایک مقدمہ ہے کہ ہم میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے تو آپ ہم میں انصاف کا فیصلہ کر دیجئے اور بے انصافی نہ کیجئے گا اور ہم کو سیدھا راستہ دکھا دیجئے۔ (مقدمہ یہ ہے کہ) یہ میرا بھائی ہے۔ اس کے پاس ننانوے دُنبیاں اور میرے پاس ایک دنبی ہے۔ یہ کہتا ہے کہ یہ بھی میرے حوالہ کر دے اور گفتگو میں مجھ پر زبردستی کرتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ جو تیری دنبی مانگتا ہے کہ اپنی دنبیوں میں ملا لے' بے شک تم پر ظلم کرتا ہے اور اکثر شریک ایک دوسرے پر زیادتی کیا ہی کرتے ہیں۔ ہاں! جو ایمان لے آئے اور نیک عمل کرے اور ایسے لوگ بہت کم ہیں اور داؤد (علیہ السلام) نے خیال کیا کہ ہم نے ان کو آزمایا ہے تو انہوں نے اپنے رب سے مغفرت مانگی اور جھک کر گر پڑے اور اللہ کی طرف رجوع کیا۔" (ص: 21-24)

اور اس انداز سے مغفرت مانگی کہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمادیا:

فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ ۭ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ۝ يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ

"پس ہم نے ان کو بخش دیا اور بے شک ان کے لئے ہمارے ہاں نزدیکی کا مقام ہے۔ اے داؤد! ہم نے تم کو زمین میں بادشاہ بنایا۔ تم لوگوں میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو اور خواہشات کی پیروی نہ کرنا کہ وہ تمہیں اللہ کے راستے سے بھٹکا دے گی۔" (ص: 25-26)

ان آیات میں جلیل القدر نبی داؤد علیہ السلام کو یہ حکم دیا گیا کہ اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کریں اور خواہشاتِ نفسانی کے اتباع سے گریز کریں جبکہ ایسا تصور بھی ممکن نہیں کہ کوئی نبی اللہ تعالی کے حکم کی مخالفت کرے۔ یہ حکم دراصل ہم لوگوں کے لئے ہے اور اس کے لئے اس حکم کی عظمت کے پیشِ نظر خطاب نبی کو ہوا ہے۔

تلاوتِ قرآن کے دو آداب: تدبّر اور تذکّر

اس کے بعد مفسد اور نیک آدمی کا تقابل کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ دونوں کبھی ایک جیسے نہیں ہو سکتے کیونکہ متقی لوگ کتاب کے مندرجات پر تدبّر اور تذکّر سے کام لیتے ہیں۔ ارشادِ ربانی ہے:

Mar

كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ○

"یہ کتاب ہم نے آپ پر نازل کی ہے' جو بابرکت ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں غور کریں اور اہلِ عقل نصیحت حاصل کریں۔" (ص:29)

سیدنا سلیمان علیہ السلام کا سبق آموز واقعہ

اس کے بعد سیدنا سلیمان علیہ السلام کی ایک آزمائش کا ذکر ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ○
اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ ○
فَقَالَ اِنِّيْٓ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ ۚ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ○
رُدُّوْهَا عَلَيَّ ؕ فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ ○

"اور ہم نے داؤد کو سلیمان عطا کئے۔ بہت خوب بندے تھے اور اللہ کی طرف رجوع کرنے والے! جب ان کے سامنے شام کو خاص گھوڑے پیش کئے گئے تو کہنے لگے کہ میں نے اپنے رب کی یاد سے غافل ہو کر مال کی محبت اختیار کی یہاں تک کہ سورج پردے میں چھپ گیا۔ تو بولے ان کو واپس لاؤ اور پھر ان کی ٹانگوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگے۔" (ص:30-33)

اس آزمائش کے سلسلے میں مفسّرین نے تحریر فرمایا کہ سلیمان علیہ السلام نے جہاد کی غرض سے گھوڑے رکھے ہوئے تھے جن کی تعداد کم و بیش ایک ہزار تھی۔ ایک دفعہ ان کی دیکھ بھال کے سلسلے میں کچھ سستی ہوئی۔ انہیں اس پر رنج ہوا۔ انہوں نے ان گھوڑوں کو منگا کر ان کو تھپکی دی۔ کیونکہ جہاد کے گھوڑوں کو پالنا اور ان کی نگرانی بھی اللہ کی یاد ہی ہے۔

ایک واقعے کی تصحیح

اسی قسم کا ایک اور واقعہ بعض لوگوں نے سیدنا سلیمان علیہ السلام کی طرف منسوب کر دیا جس میں آپ کی انگوٹھی گم ہونے اور جنات کے انگوٹھی پر قابض ہونے کے باعث آپ کی حکومت جاتے رہنے کا ذکر ہے۔ یہ بھی من گھڑت اور لایعنی بات ہے کیونکہ الفاظِ قرآنی سے کوئی ایسی بات سامنے نہیں آئی بلکہ الفاظ یہ ہیں:

وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَاَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ○
قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ ۚ
اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ○

"اور بے شک ہم نے سلیمان کو آزمایا کہ ہم نے ان کے تخت پر ایک دھڑ ڈال دیا پھر انہوں نے اللہ کی طرف توجہ کی اور یوں دُعا کی کہ اے رب! میری مغفرت کر دے اور مجھے ایسی بادشاہی عطا کر کہ میرے بعد کسی کے شایانِ شان نہ ہو بے شک تو بہت زیادہ عطا کرنے والا ہے۔" (ص: 34-35)

یہاں مفسّرین نے وضاحت فرمائی ہے کہ آپ ایک مرتبہ شدید بیمار ہوئے اور یوں محسوس ہوتا تھا کہ آپ کے تخت پر ایک بے جان جسم پڑا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ سے دُعا کی اور صحت مند ہو گئے اور نظامِ حکومت کو پہلے سے بھی خوبصورت انداز سے چلانے لگے اور اس قدر وسیع حکومت ہوئی کہ جنّات بھی آپ کے لئے مسخر کر دیئے گئے۔ وہ آپ کے حکم کے منتظر رہتے تھے۔

سیدنا ایوب علیہ السلام اور ان کا صبر

اسی طرح سیدنا ایوب علیہ السلام کی ابتلاء و آزمائش کا ذکر ہے کہ جب آپ سے آپ کا مال و دولت اولاد حتیٰ کہ صحت تک جاتی رہی اور ایک بیوی کے علاوہ کوئی خدمت کے لئے نہ رہا تو اللہ تعالیٰ کے حضور دست بدعا ہو گئے تو ارشاد ہوا:

اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ ○

"(ہم نے کہا کہ) زمین پر پاؤں مارو۔ یہ چشمہ کا پانی نہانے کے لئے ٹھنڈا اور پینے کے لئے میٹھا ہے۔"

(ص:42)

اس چشمے کے پانی سے نہانے اور پینے کے سبب ایوب علیہ السلام تندرست و توانا ہو گئے اور جب صحت لوٹ آئی تو اللہ تعالیٰ نے مزید انعامات سے بھی نوازا۔ اس سلسلۂ گفتگو میں آگے چل کر بہت سے انبیاء کرام کے اجمالی ذکر میں ان کے مشترک اوصاف مذکور ہیں:

وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِى الْاَيْدِيْ وَالْاَبْصَارِ ○
اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ ○
وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ ○
وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ ۖ وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ ○
هٰذَا ذِكْرٌ ۚ وَاِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ ○

"اور ہمارے بندوں ابراہیم، اسحٰق اور یعقوب کو یاد کرو جو ہاتھوں والے اور آنکھوں والے تھے۔ بے شک ہم نے ان کو ایک خاص گھر کی یاد سے امتیاز بخشا۔ وہ ہمارے نزدیک منتخب اور نیک لوگوں میں سے تھے اور اسماعیل اور الیسع اور ذوالکفل کو یاد کرو۔ وہ سب نیک لوگوں میں سے تھے۔ یہ نصیحت ہے اور

پرہیزگاروں کے لئے تو بہترین مقام ہے۔" (ص:45-49)

ان سبھی انبیاء کے واقعات میں جو ایک بات مشترک ہے وہ یہ کہ یہ قدسی نفس لوگ ہر قسم کی تکلیف و مصیبت میں اللہ ہی کی طرف رجوع کرتے اور اسی سے مدد مانگتے تھے اور شرک کے قریب نہ چھٹکتے۔ اہل ایمان و عرفان کا یہی وطیرہ ہے۔

ان لوگوں کے ذکر کے بعد اُن کے جنت میں اعلیٰ مقام کا ذکر اور اس کے اوصاف ہیں اور اُن کے مقابل کُفار اور سرکش لوگوں کے لئے جہنم کا ذکر ہے اور اس میں ان کے ایک مقولے کا خاص تذکرہ بھی ہے:

وَقَالُوْا مَا لَنَا لَا نَرٰى رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ ۝ اَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِيًّا اَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْاَبْصَارُ ۝

"اور وہ کہیں گے: کیا سبب ہے کہ ہم ان شخصوں کو نہیں دیکھتے جن کو ہم بروں میں شمار کیا کرتے تھے؟ کیا ہم نے ان کے ساتھ مذاق کیا یا ہماری آنکھیں ان کی طرف سے پھیر دی گئی ہیں؟" (ص:62-63)

یہ ایک تنبیہہ ہے کہ بسا اوقات ہم ایسے لوگوں کا مذاق اڑاتے ہیں جن کی نیکی ہم کو اچھی نہیں لگتی یا جب وہ نیکی کی تلقین کرتے ہیں تو ہمیں ناگوار ہوتا ہے اور ان کی بابت ہمارا خیال یہ ہوتا ہے کہ یہ لوگ تو خود کسی اچھائی کے مستحق نہیں جبکہ آخرت میں ان کے لئے ایسا مقام ہوگا کہ ان سے نفرت کرنے والے تصور بھی نہیں کر سکتے۔ ان مختلف نصیحت آموز باتوں کے بعد سب سے پہلے انسان جناب آدم علیہ السلام کی تخلیق، فرشتوں سے تعجب، ابلیس کے تکبر اور اس پر کی گئی لعنت کا ذکر ہے اور یہ وضاحت بھی ہے کہ جب اس پر لعنت کرکے اس کو جنت سے نکال دیا گیا تو اس نے ایک بات کہی تھی:

فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ۝

"پس تیری عزت کی قسم میں ان سب کو بہکاتا رہوں گا۔ سوائے ان کے جو تیرے خاص بندے ہیں۔"

(ص:82-83)

یعنی اس وقت ابلیس نے اس حقیقت کا اعتراف کر لیا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی یاد میں منہمک رہیں گے میں ان کو نہ بہکا سکوں گا۔ گویا خود اس نے اپنے شر سے بچنے کا طریق بتایا اور اپنی ناکامی کے سبب کا اعلان کر دیا۔ اس کے بعد نیچے والی آیت سے رابطہ قائم کریں۔ اس کے اس اعلان کو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کی اس کتاب میں بیان کر دیا جو سراپا نصیحت ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ ۝

"یہ قرآن تو اہلِ عالم کے لئے نصیحت ہے اور تم کو اس کا حال ایک وقت کے بعد معلوم ہو جائے گا۔"

(ص:87-88)

Mar

سورہ الزمر (۳۹)

نام

اس سورۃ میں ایک جگہ لفظ "زمرا" آیا ہے۔ اس مناسبت سے یہ نام رکھا گیا۔

زمانۂ نزول

ہجرتِ حبشہ کا دور اس سورۃ کا زمانۂ نزول ہے۔

مضامین

ایمان پر استقامت کے عمدہ نتائج کا ذکر اس سورۃ کا مرکزی خیال ہے۔ کیونکہ جس دور میں یہ سورۃ نازل ہوئی وہ دور مکہ کے مسلمانوں پر مصائب و شدائد کی انتہا کا دور تھا۔ اس لئے اہلِ ایمان کو استقامت کی تلقین کی گئی۔ کیونکہ انسان کی تخلیق کی غایت ہی یہی ہے کہ وہ اللہ ہی کو اپنا مسجود و معبود اور مالک سمجھے۔ اس کی صفاتِ کمال میں کسی اور کو شریک نہ کرے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جب کوئی انسان شرک سے آلودہ ماحول و معاشرہ میں اللہ کی توحید کا ڈنکا بجائے گا تو اس پر اس دور کے لوگ ناراض ہو کر اس کو نشانہ ستم بنائیں گے۔ ایسے حالات میں صبر و استقامت ہی بہترین ہتھیار ہے۔ اور اگر حالات ایسا رخ اختیار کر لیں کہ انسان وہاں کسی صورت بھی نہ رہ سکتا ہو تو اس کو اللہ کی وسیع و عریض مملکت میں اس مقام کی طرف ہجرت کر جانا چاہئے جہاں وہ سکون و اطمینان سے اللہ کی عبادت و طاعت کر سکے۔

اس سورۃ میں دینِ خالص کی وضاحت اور ہدایت یعنی اسلام پر کاربند رہنے کی تلقین کی گئی اور اس نعمت پر شکر کی عظمت کا ذکر کیا گیا ہے نیز شرک (طاغوت)، کفر اور ظلم کے انجام کی صراحت بھی اس سورۃ میں مذکور ہے۔

تفسیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

درمیانی واسطوں کی تلاش بُنیادِ شرک ہے

سورۃ کا آغاز اس بات سے ہے کہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ کلام ہے۔ اور اس میں اس سچائی کا اظہار ہے کہ اللہ کے علاوہ کسی اور ذات کو اپنا معبود نہ بناؤ۔ جب یہ بات مکّے کی فضا میں گونجی تو شرک سے آلودہ معاشرے میں اس کا شدید ردِّ عمل ہوا۔ اہلِ مکّہ نے مسلمانوں کو ستایا۔ مناظرہ و مجادلہ کی باتیں ہوئیں اور جب ہر چیز سے عاجز آ گئے اور اپنے ہی دلائل کی روشنی میں جھوٹے ثابت ہو گئے تو ایک عجیب تاویل لے بیٹھے۔ ان کے اس مقولے کو قرآنِ مجید میں یوں نقل کیا گیا۔

مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَى

"ہم ان کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ اللہ کا قُرب ڈھونڈ سکیں۔" (الزمر:3)

الفاظ پر غور کریں گے تو ہمیں معلوم ہو گا کہ موجودہ زمانے اور اس زمانے میں دی جانے والی دلیلوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ ہم چونکہ قرآنِ مجید نہیں پڑھتے' اس لئے ہمیں حقیقت کا علم نہیں ہوتا۔ قرآنِ مجید انسان کے اس رویئے کو شرک قرار دے رہا ہے کہ اللہ کی ذات جو سمیع و بصیر ہے' شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے' اس تک رسائی کے لئے تم واسطے ڈھونڈتے پھرتے ہو۔ کیا یہ درمیانی واسطے اللہ سے زیادہ رحیم اور کریم ہیں یا اللہ کے مقابلے میں تمہاری زیادہ دیکھ بھال کرتے ہیں یا ان کی سفارش کی وجہ سے اللہ رحمان و رحیم بن جائے گا؟ ظاہر ہے' ایسا ہرگز نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان واسطوں کو ڈھونڈنا اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی ہے۔ کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم ان واسطوں کو اللہ سے زیادہ مہربان خیال کرتے ہیں۔ جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔

ذرا غور کیجئے کہ اگر کوئی شخص ایسے دو افراد کا تعارف کروائے جو پہلے سے ایک دوسرے کے بہت قریب ہوں یا کوئی شخص باپ کے پاس اس کے بیٹے کی سفارش کرے تو کیا یہ باپ کی توہین نہیں ہے؟ یا باپ کو اپنے فرائض سے غافل ظاہر کرنا نہیں ہے؟

شفاعت کی حقیقت

ہر عقل و شعور رکھنے والا آدمی اس کو غلط قرار دے گا۔ البتہ یہ ہے کہ تربیت و تزکیہ کرنے والے' دین پہنچانے والے نبی کا ایک خاص مقام ہے لیکن وہ بھی معبود نہیں کیونکہ جب اللہ کی عبادت کی بات ہو گی تو براہِ راست

com

اللہ کو پکارا جائے گا اور انبیاء و اولیاء بھی یہی سکھاتے ہیں۔ اس کلام سے یہ غلط فہمی ہرگز نہ ہونی چاہئے کہ یہاں شفاعت کا انکار یا نفی ہو رہی ہے بلکہ شفاعت کی حقیقت بیان ہو رہی ہے کیونکہ شفاعت بھی اللہ کا فیصلہ ہے اور یہ بھی اللہ کا فیصلہ ہے کہ کوئی بھی اس وقت تک شفاعت نہیں کر سکتا جب تک اللہ تعالیٰ کا حکم نہ ہو۔ کیونکہ شفاعت کی وجہ سے شفاعت کرنے والے کو ایک عزت والا مقام دیا جا رہا ہے۔ یہ ایسے ہی ہے کہ کوئی حکومت یا ادارہ کسی کام کا فیصلہ کر چکے اور اسی دوران میں کسی کی سفارش آ جائے تو اس بہانے سفارش کرنے والے کی عزت افزائی کر دی جاتی ہے۔

قیامت میں بھی جو سفارش ہو گی وہ اللہ ہی کا احسان ہے۔ اللہ کا کرم اور رحمت کا نتیجہ ہو گا۔ حدیث شریف میں ایک بات اس قدر حیران کن اور دل خوش کرنے والی ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انبیاء و صلحاء کی سفارش قبول فرمائیں گے۔ وہ لوگ جن کے دل میں رتی بھر بھی ایمان ہے' ان کے لئے سفارش قبول کر لی جائے گی اور ان کی بخشش ہو جائے گی۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جن کی سفارش کرتے ہوئے سب ڈریں گے کہ کہیں معاملہ الٹ نہ ہو جائے حالانکہ وہ اہلِ ایمان ہی میں سے ہوں گے لیکن ان کی سفارش کوئی نہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ ان سے پوچھیں گے تمہاری سفارش کوئی نہیں کرتا؟ وہ کہیں گے: اے اللہ! "ہماری شفاعت کرنے والا کوئی بھی نہیں" اور اب وہ اس انتظار میں ہوں گے کہ انہیں عذاب کے حوالے کر دیا جائے۔ اللہ ربُّ العزت ان سے فرمائیں گے: "جس کا کوئی نہ ہو' اس کا میں ہوتا ہوں۔ میری رحمت تو موجود ہے' میں تمہیں اپنی رحمت سے معاف کرتا ہوں۔"

ایک غلط فہمی کا ازالہ

یہاں یہ بات ظاہر ہو گی کہ ہم یہ غلط سمجھ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ عذاب دینے پر تلے ہوئے تھے' حالانکہ وہ تو رحمت کرتے ہیں کیونکہ شفاعت میں بھی حکم تو اللہ ہی کا ہے اور جہاں سفارش ختم ہو جاتی ہے' وہاں سے اللہ کی رحمت چل پڑتی ہے۔ بالکل دورِ حاضر میں بھی ہم اسی غلطی کا ارتکاب کر رہے ہیں کہ اولیاء و علماء کو سفارشی سمجھتے ہوئے ان کی عبادت کرتے ہیں۔ یہی شرک کی اصل بنیاد ہے اور اسی سے یہاں روکا گیا ہے۔ اس لئے ان دونوں میں فرق سمجھنا ضروری ہے۔

صفاتِ الٰہی کا ذکر

اس حقیقت کے بعد اللہ تعالیٰ کی صفات کا ذکر ہے جس میں سب سے پہلے ہدایت دینے کا ذکر ہے۔ اس سے قبل بھی یہ وضاحت ہو چکی ہے کہ ہدایت اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نتیجہ ہے اور نظام کائنات چلانے کے لئے اللہ تعالیٰ کو کسی معاون کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔ اس لئے جو لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے عزیر علیہ السلام یا عیسیٰ علیہ السلام کو اپنا بیٹا بنا لیا ہے یا دورِ حاضر میں بعض لوگ جو اس غلط فہمی کا شکار ہیں کہ اولیائے کرام کو اللہ تعالیٰ نے

fat.com

خدائی اختیار دے رکھے ہیں' قطعاً بےبنیاد ہے۔ قرآنِ مجید میں ہے:

سُبۡحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشۡرِكُوۡنَ ○

"وہ ان سب عیوب اور کمزوریوں سے پاک ہے"

اور یہ گمراہی اکثر و بیشتر غیر ثقہ شعراء کے کلام سے پیدا ہوتی ہے جیسے ایک زندیق شاعر نے یوں کہہ دیا:

اللہ کے پلے میں وحدت کے سوا کیا ہے؟
جو کچھ ہمیں لینا ہے لے لیں گے محمدؐ سے

معاذ اللہ! یہ کس قدر کم علمی بلکہ گمراہی ہے۔

اس کے بعد زمین و آسمان کی تخلیق' رات اور دن کے اختلاف' سورج اور چاند کی حرکت کا ذکر ہے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے قبضہ و اختیار ہی میں ہے جس نے ماں کے رحم میں انسان کی شکل و صورت بنائی اور مخلوقات میں سے اسے خوبصورت مخلوق بنایا۔ اب اگر ہم اللہ کی عبادت و بندگی کریں گے تو ہمارا انجام بہتر ہو گا اور اگر کفرانِ نعمت کریں گے تو اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ذرہ برابر فرق نہ آئے گا۔ پھر انسان کی ایک خصلت کا ذکر کیا کہ وہ مصائب و مشکلات میں اللہ کے حضور جھکتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ رحمت سے نواز دے تو پھر منہ زور ہو کر کفر و انکار کی راہ اپنا لیتا ہے جبکہ یہ خصلت اس کو تباہی کی جانب لے جا رہی ہے۔ اور اس ذکر کے بعد نیکوکار اور کافر کا تقابل مذکور ہے۔

علم کی فضیلت

اور اس کے بعد علم کی فضیلت کو یوں اجاگر فرمایا:

هَلۡ يَسۡتَوِى الَّذِيۡنَ يَعۡلَمُوۡنَ وَالَّذِيۡنَ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ ○

"(اے پیغمبرؐ!) پوچھیے! کہ کیا علم والے اور جو علم نہیں رکھتے' برابر ہو سکتے ہیں؟ (ظاہر ہے جواب نفی میں ہو گا) بے شک نصیحت عقل مند لوگ ہی پکڑتے ہیں۔" (الزمر:9)

اس نصیحت کے نتیجے میں ایک فطری کیفیت یہ پیدا ہوتی ہے کہ معاشرہ جاہل اور علم سے نابلد لوگوں کو قبول نہیں کرتا۔

اہلِ تقویٰ کو تین نصیحتیں

ارشادِ ربانی ہے:

قُلۡ يٰعِبَادِ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوۡا رَبَّكُمۡ ؕ لِلَّذِيۡنَ اَحۡسَنُوۡا فِىۡ هٰذِهِ الدُّنۡيَا حَسَنَةٌ ؕ وَاَرۡضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ؕ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوۡنَ اَجۡرَهُمۡ بِغَيۡرِ حِسَابٍ ○

"کہہ دیجیے! اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو اپنے رب سے ڈرو۔ جنہوں نے اس دنیا میں نیکی کی' ان

کے لئے بھلائی ہے اور اللہ کی زمین کشادہ ہے جو صبر کرنے والے ہیں' ان کو بہت زیادہ ثواب ملے گا۔"

(الزمر:10)

ہدایت قبول کرنے کے بعد بے راہ معاشرہ آدمی کو پریشان کرتا ہے۔ ایسے حالات پیدا ہونے کی صورت میں مذکورہ آیت میں درج ذیل امور کی جانب راہنمائی ہے۔

1- رب کا خوف تمہارے دل میں رہے اور مخلوق کے خوف کو دل سے نکال دو۔

2- اگر یہ گمراہ معاشرہ تمہیں شعائرِ اسلامی پر عمل نہ کرنے دے تو اللہ کی وسیع زمین میں ہجرت کر جاؤ۔

3- اور جو لوگ مصائب و مشکلات کو برداشت کر کے دینِ حق پر قائم رہتے ہیں' ان کے لئے اللہ کے ہاں بے حد و حساب اجر و ثواب ہو گا۔

چار اہم اعلان

اس کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے چار اہم اعلان مزید کرائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ۝ وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ قُلْ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِيْنِيْ ۝

"(اے پیغمبرؐ) کہہ دیجئے! مجھے حکم ہوا ہے کہ اللہ کی عبادت کو خالص کروں اور اسی کی بندگی کروں اور یہ حکم بھی ہوا ہے کہ میں پہلے فرمانبردار بنوں۔ کہہ دیجئے! کہ اگر میں اپنے رب کا حکم نہ مانوں تو مجھے بڑے دن کے عذاب سے ڈر لگتا ہے۔ کہہ دیجئے! میں اپنے دین کو خالص کر کے اللہ کی عبادت کرتا ہوں۔"

(الزمر:11-14)

اور پھر وعید کے انداز میں کفّار سے کہا گیا:

فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ ؕ

"تم اس (ذاتِ واحد) کے علاوہ جس کی چاہو' عبادت کرو۔ (مگر اس کا انجام آخرت میں خسارہ ہی ہو گا۔)"

(الزمر:15)

اہلِ ایمان کے لئے نعمتِ عظمیٰ

اہلِ ایمان کو آخرت میں جو نعمتیں ملنے والی ہیں' ان کی ہلکی سی جھلک یہاں دکھائی اور اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اپنے سب سے بڑے احسان کا یوں ذکر فرمایا:

Marfat

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۞
اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِىَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ

"اب کیا وہ شخص جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لئے کھول دیا اور وہ اپنے رب کی طرف سے ایک روشنی میں چل رہا ہے۔ (اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جس نے ان باتوں سے کوئی سبق نہ لیا ہو؟) تباہی ہے ان لوگوں کے لئے جن کے دل اللہ کی نصیحت سے اور زیادہ سخت ہو گئے۔ وہ کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں۔ اللہ نے بہترین کلام اتارا ہے۔ ایک ایسی کتاب جس کے تمام اجزا ہم رنگ ہیں اور جس میں بار بار مضامین دہرائے گئے ہیں۔ اسے سن کر ان لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرنے والے ہیں اور پھر ان کے جسم اور ان کے دل نرم ہو کر اللہ کے ذکر کی طرف راغب ہو جاتے ہیں۔"

(الزمر:22-23)

ہر اشک تری یاد کے جلووں سے ہے معمور
دنیا سمٹ آئی ہے مرے دیدۂ تر میں

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں مومن کی یوں تعریف کی کہ جس شخص کے سینے کو اللہ اسلام کے لئے کھول دے **فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ** وہ اللہ کے نور پر چل رہا ہے۔ سینے کا کھل جانا اللہ کی سب سے بڑی رحمت اور اس کا خاص فضل ہے۔

تفسیر معارف القرآن میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ نے اس موضوع پر تفصیل سے گفتگو کی ہے۔ روز قیامت کچھ اہل علم ایسے ہوں گے جن کے اعمال میں کمی ہو گی۔ اللہ تعالیٰ ان کو بلا کر کہیں گے میں نے تمہارے سینے کو اپنے علم سے بھر دیا تھا۔ میں نے تم کو معرفت دی تھی۔ (اپنے حبیبؐ کی سنت دی تھی۔) اس علم کا یہ تقاضا ہے کہ آج میں تمہارے اعمال کی کمی کو پورا کر دوں۔" یعنی علم کا دینا بذات خود اللہ کی مغفرت کی سب سے بڑی دلیل ہے، لیکن اس سے دلیر ہو جانا مناسب نہیں ہے۔ بلکہ ہر وقت ڈرتے رہنا چاہئے کہ کہیں اس نعمت کی ناقدری نہ ہو جائے۔

رحمت ہو گی طالبِ **عصیاں**
رشک کرے گی پاکیٔ دامن

Mar

شرک کی قباحت-ایک عمدہ مثال

علم جیسی نعمت عظمیٰ کے ذکر کے بعد شرک کی قباحت کی جانب ایک لطیف سا اشارہ ہے۔ اس قبیح فعل سے بچنے کے لئے ایک نہایت عمدہ مثال دی گئی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ ؕ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ؕ

"ایک ایسا غلام ہو کہ جو مختلف المزاج اور بدخوئی آدمیوں کی ملکیت میں ہو اور ایک آدمی ایک شریف النفس کا غلام ہو تو دونوں کی حالت برابر تو نہیں ہو سکتی۔" (الزمر:29)

اہلِ مکہ کو تنبیہہ اور مسئلہ حیات النبیؐ

"اہلِ مکہ اس بات کے متمنی تھے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا رشتۂ حیات منقطع ہو جائے تاکہ ہمیں توحید کی دعوت دینے اور شرک سے روکنے والا کوئی نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ بقائے جاودانی تمہارے لئے بھی نہیں اور ان لوگوں کے لئے بھی نہیں۔ موت تم کو بھی آئے گی اور ان کو بھی گورستان میں لے جائے گی۔ پھر انکا آپ کی موت کی تمنا اور انتظار محض نادانی ہے۔ چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی:

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ○

"(اے پیغمبرؐ) بلاشبہ آپ کو بھی مرنا ہے اور انہیں بھی موت سے ہمکنار ہونا ہے۔" (الزمر:30)

روایت ہے کہ جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو حضرت عمرؓ کو یقین نہ آیا۔ انہوں نے کہا: جو کوئی کہے گا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے ہیں تو میں اس کا سر تلوار سے اڑا دوں گا۔ حضرت ابو بکرؓ نے سنا تو حضرت عمرؓ سے کہا کہ تلوار کو نیام میں کیجئے اور منبر پر چڑھ کر یہ آیت پڑھی:

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ○

"(اے پیغمبرؐ) بلاشبہ آپ کو بھی مرنا ہے اور انہیں بھی موت سے ہمکنار ہونا ہے۔" (الزمر:30)

تب سب کو یہ یقین ہوا کہ آپ رحلت فرما گئے ہیں۔

یہ بات ذہن میں رہنی چاہئے کہ اہلسنت والجماعت کے نزدیک انبیائے کرام کی حیاتِ برزخیہ ثابت ہے۔ زمین کی مٹی انبیاء کے جسم کو نہیں کھا سکتی۔ ان کے جسم محفوظ رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اِذن سے اُن کی ارواح کا ان کے اجسام سے ملاپ رہتا ہے۔

اللہ پر کامل بھروسہ

اس کے بعد اللہ ربّ العزت نے نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک تسلّی اور یقین دہانی کرائی کہ آپ دینِ اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے مشن میں لگے رہئے کفّار کی باتوں کی ہرگز پرواہ نہ کیجئے اور ان دشمنوں کی شرارتوں کے جواب کے لئے ارشاد ہوا:

اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ ؕ وَ یُخَوِّفُوْنَکَ بِالَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِہٖ ؕ وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰہُ فَمَا لَہٗ مِنْ ھَادٍ ۚ
وَمَنْ یَّھْدِ اللّٰہُ فَمَا لَہٗ مِنْ مُّضِلٍّ ؕ اَلَیْسَ اللّٰہُ بِعَزِیْزٍ ذِی انْتِقَامٍ ۝ وَلَئِنْ سَاَلْتَھُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰہُ ؕ قُلْ اَفَرَءَیْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اِنْ اَرَادَنِیَ اللّٰہُ بِضُرٍّ ھَلْ ھُنَّ کٰشِفٰتُ ضُرِّہٖۤ اَوْ اَرَادَنِیْ بِرَحْمَۃٍ ھَلْ ھُنَّ مُمْسِکٰتُ رَحْمَتِہٖ ؕ قُلْ حَسْبِیَ اللّٰہُ ؕ عَلَیْہِ یَتَوَکَّلُ الْمُتَوَکِّلُوْنَ ۝

"(اے نبی!) کیا اللہ اپنے بندے کے لئے کافی نہیں ہے؟ یہ لوگ اس کے سوا دوسروں سے تم کو ڈراتے ہیں۔ حالانکہ اللہ جسے گمراہی میں ڈال دے' اسے کوئی راستہ دکھانے والا نہیں ہے اور جسے وہ ہدایت دے' اسے بھٹکانے والا بھی کوئی نہیں۔ کیا اللہ زبردست اور انتقام لینے والا نہیں ہے؟ ان لوگوں سے اگر تم پوچھو کہ زمین اور آسمانوں کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو یہ خود کہیں گے: اللہ نے۔ ان سے پوچھو: جب حقیقت یہ ہے تو تمہارا کیا خیال ہے؟ اگر اللہ مجھے نقصان پہنچانا چاہے تو کیا تمہاری یہ دیویاں جنہیں تم اللہ کو چھوڑ کر پکارتے ہو' مجھے اس کے پہنچائے ہوئے نقصان سے بچالیں گی؟ یا اللہ مجھ پر مہربانی کرنا چاہے تو کیا یہ اس کی رحمت کو روک سکیں گے؟ بس ان سے کہہ دو کہ میرے لئے اللہ ہی کافی ہے' بھروسا کرنے والے اسی پر بھروسا کرتے ہیں۔" (الزمر: 36-38)

یعنی جو لوگ اللہ کو اپنے لئے کافی سمجھتے ہیں وہ نہ تو غیر سے ڈرتے ہیں اور نہ غیر سے طمع رکھتے ہیں۔ یہی ہے وہ بات جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آگ میں ڈالے جاتے وقت کہی تھی۔ **حَسْبُنَا اللّٰہُ وَ نِعْمَ الْوَکِیْلُ** ' کافی ہے میرے لئے اللہ اور وہ کیا ہی اچھا کارساز ہے۔

نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ نے غزوۂ بدر کے موقع پر بھی کہا ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ کیا ہی اچھا کارساز ہے۔

آگے چل کر ایک سوال ہے کہ جن جن چیزوں پر تم نے بھروسا کر رکھا ہے (دنیا کے اسباب پر یا من گھڑت

com

معبود پر) اُن کی حقیقت کیا ہے؟ اگر میرا رب مجھے کوئی نعمت دینا چاہے تو وہ (بت) اس نعمت کو روک نہیں سکتے اور اگر میرا رب مجھے کوئی تکلیف پہنچانا چاہے تو تمہارے یہ من گھڑت معبود اس تکلیف کو روک نہیں سکتے۔ اور فرمایا حَسْبِیَ اللہ مجھے اللہ ہی کافی ہے تو جو لوگ توکل کرنے والے ہیں' وہ اسی پر توکل کرتے ہیں۔

؎ کیا ڈر ہے جو ہو ساری خدائی بھی مخالف
کافی ہے اگر ایک خدا میرے لئے ہے

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ مبارک ہے:

"جو شخص چاہتا ہے سب سے زیادہ (انسانوں سے) طاقتور ہو جائے' اسے چاہئے جو اللہ کے پاس ہے' اس پر بھروسا کرے۔ جو شخص چاہے کہ وہ عزت والا ہو جائے' اسے چاہئے کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرے۔"

حیات بعد الموت کی ایک مثال

موت کے بعد کی زندگی کی بابت عقیدے کی درستگی کے لئے ایک خوبصورت مشاہدہ کی یاد دہانی کرائی گئی۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِىْ لَمْ تَمُتْ فِىْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ الَّتِىْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ

"اللہ تعالیٰ لوگوں کے مرنے کے وقت ان کی روحیں قبض کرلیتا ہے اور جو مرے نہیں' ان کی روحیں سوتے میں قبض کرلیتا ہے پھر جن پر موت کا حکم ہو چکا ہو' ان کو روک لیتا ہے اور باقی روحوں کو ایک وقت مقررہ تک کے لئے پھر چھوڑ دیتا ہے۔" (الزمر:42)

اس آیتِ کریمہ میں یہ حقیقت ظاہر فرمائی کہ نیند کے دوران میں بھی آدمی کی جان اسی طرح کھنچ جاتی ہے جیسے موت کے وقت کیونکہ اگر اسی نیند کے دوران میں اس کی روح کو روک لیا جائے تو یہ موت کہلائے گی اور اگر روح واپس اس جسم میں لوٹ آئے جس سے اس کی نبض دھڑکے اور نظامِ ہضم جاری رہے تو نیند کہلائے گی۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بہت زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ اسی لئے وہ اپنی مخلوق کو عذاب سے بچانے کے لئے اپنے نبی بھیجتا اور ان کو راہِ راست کی راہنمائی کرتا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ يٰعِبَادِىَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ○
وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ

fat.com

ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ۝
وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝
اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ ۝

"کہہ دو! کہ اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے' اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ' یقیناً اللہ سارے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ وہ تو غفور رحیم ہے۔ پلٹ آؤ اپنے رب کی طرف اور اس کے مطیع بن جاؤ۔ قبل اس کے کہ تم پر عذاب آجائے اور پھر کہیں سے تمہیں مدد نہ مل سکے اور پیروی اختیار کر لو اپنے رب کی بھیجی ہوئی کتاب کے بہترین پہلو کی' قبل اس کے تم پر اچانک عذاب آجائے اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ بعد میں کوئی شخص کہے: افسوس میری اس تقصیر پر جو میں اللہ کی جناب میں کرتا رہا' بلکہ میں تو الٹا مذاق اڑانے والوں میں شامل تھا۔" (الزمر: 53-56)

شیطان کا دھوکا اور اس کی اصلاح

اس آیت میں غور طلب بات یہ ہے کہ اللہ نے گناہ گار بندوں کو جس پیار سے مخاطب کیا ہے وہ اہلِ نظر کے نزدیک بہت بڑی بات ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ

"(اے پیغمبرؐ) کہہ دیجئے! اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔"

اس آیت میں اللہ ربُّ العزت نے گناہگاروں کو مخاطب ہوتے ہوئے "میرے بندو" کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رحمت سے مایوس کرنے والا نہیں ہے۔ بلکہ وہ اللہ تو سارے گناہ ہی معاف کر دیتا ہے۔ دنیائے عالم کی تاریخ میں ہمیں ایسے بہت سے مجرم نظر آتے ہیں جنہیں اپنے بارے میں یہ گمان ہوتا ہے کہ اب ان کا ٹھکانا جہنم ہے' جو اللہ کی رحمت سے یکبارگی مایوس ہو چکے ہوتے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ اب خوب کھیل کھیلو' بخشش کے دروازے تو بند ہیں۔ یہ انسان کی بدترین کیفیت ہے۔ اس کیفیت سے اللہ کی پناہ میں آنا ہی بہتر ہے کیونکہ یہ سوچ کہ میں شیطان کا بندہ ہوں' اللہ کے بندوں میں سے نہیں' سراسر غلط ہے۔ یوں بہانہ بنا کر دین کو چھوڑ دینا بہت بری بات ہے۔

دنیائے محبت

دراصل شیطان ہمیں بہکاتا ہے کہ تو میرا بندہ ہے۔ ہم اکٹھے ہی جہنم میں جائیں گے۔ ساری عمر تو مجھ سے

وابستہ رہا۔ اس سوچ سے شکست کھا کر ہم اپنے آپ کو شیطان کے حوالے کر دیتے ہیں۔ یہ سراسر زیادتی ہے۔ یہاں اعلان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا چاہیے۔ یہ بات اسرارِ الٰہی اور اس کی معرفت میں بہت اہمیت رکھتی ہے کہ اللہ تعالیٰ انتہائی گنہگار بندوں کو بھی "میرے بندو" کہہ کر مخاطب فرماتے ہیں۔ اس بات کا تعلق دنیا کے محبت سے ہے جس کی کوئی حد نہیں۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں سے کس قدر پیار ہے؟ یہ بات انسانی تصور میں بھی نہیں آسکتی اور اگر کسی شخص کو اس بات کی ذرا سی بھی معرفت ہو جائے تو اس کے ہوش اڑ جاتے ہیں۔

اے مرغِ سحر عشق ز پروانہ بیاموز
کاں سوختہ را جاں شد و آواز نیامد
کیں مدعیاں در طلبش بے خبر انند
آں را کہ خبر شد' خبرش باز نیامد

ے مدہم بات پہیلی ایسی بس وہی بوجھے جس کو بجھائے
بھید نہ پائے تو گھبرائے' بھید جو پائے تو گھبرائے

ے جس کو اکیلے میں آ آ کر دھیان ترا رہ رہ کے ستائے
چپکے چپکے بیٹھا روئے' آنسو پونچھے اور رہ جائے

ے چاہ کی بات کھٹکتا کانٹا' جس کی بے چینی میں چین
منہ سے نکالے تو پچھتائے' جی میں رکھے تو پچھتائے

ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص نے 99 قتل کئے۔ اس کے بعد اسے احساس ہوا تو وہ پادری کے پاس گیا اور پوچھا کہ میری بخشش کا کوئی موقع ہے؟ اس نے کہا: بالکل نہیں۔ اس شخص نے غصے میں آکر اس کو بھی قتل کر دیا۔ اب وہ کسی اللہ والے کے پاس گیا اور اپنا سوال دہرایا۔ جواب ملا: ہاں ہے۔ اللہ کے راستے میں ہجرت کر۔ فلاں جگہ کچھ اللہ والے رہتے ہیں' ان کے ہاں جا۔ وہ تجھ سے توبہ کروا دیں گے۔ وہ شخص روانہ ہو گیا۔ راستے میں موت نے آن گھیرا۔ جب موت آ رہی تھی تو عذاب والے فرشتے بھی اسے گھیرنے کے لئے آگئے اور رحمت کے بھی۔ دونوں فریقوں میں اختلاف کی صورت حال پیدا ہو گئی۔

اس مرتے ہوئے شخص کی حالت یہ تھی کہ پاؤں سے جان نکل چکی تو گھٹنوں کے بل چلنے لگا۔ وہاں سے جان نکل گئی تو نگاہوں کو اس بستی کی جانب کر کے اپنا وجود گھسیٹنے لگا۔ اللہ کو اس کا یہ اندازِ توبہ پسند آگیا۔ آخر دونوں گروہوں کے فرشتوں میں یہ فیصلہ ہوا کہ فاصلہ ماپا جائے۔ اگر یہ شخص اللہ والوں کی بستی سے قریب ہے تو اس کو معاف کر دیا جائے گا اور اگر وہ راستہ زیادہ ہے تو پھر عذاب کا شکار ہو گا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ بستی کا فاصلہ ابھی زیادہ باقی

رہتا تھا۔ اللہ نے اپنی رحمت سے چونکہ اسے بخشنا تھا' لہٰذا اللہ نے زمین کو حکم دیا کہ سمٹ جا۔ لہٰذا وہ فاصلہ کم ہو گیا اور یوں وہ اللہ کی رحمت کے دامن میں آ گیا۔

؎ مجھ گنہگار کو جو بخش دیا
تو جہنم کو کیا دیا تو نے

اللہ تعالیٰ کا یہ اعلان ہے کہ جو شخص سچے دل سے توبہ کر لیتا ہے وہ میرا بندہ بن جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے اپنے حقوق معاف کر دیتا ہے۔ رہا حقوق العباد کا معاملہ تو قتل کا معاملہ جب تک مقتول کے ورثاء معاف نہ کریں' قاتل کی معافی کی کوئی گنجائش نظر نہیں آتی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں اپنے حقوق تو معاف کر دوں گا بندوں کے حقوق معاف نہیں کروں گا۔

اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص سچی توبہ کر لے اور اس کے ذمے بندوں کے حقوق بھی ہوں تو مظلوم کو اللہ تعالیٰ اپنی جانب سے اتنا زیادہ دے دے گا کہ خوش ہو کر وہ خود ہی اپنے حقوق معاف کر دے گا۔

؎ عصیانِ ما و رحمتِ پروردگارِ ما
ایں را نہایتے است' نہ آں را نہایتے است

؎ میں نے کریم جان کے تجھ کو کئے گناہ
بخشے نہ تو مجھے' تیری رحمت سے دور ہے

خلاصہ یہ کہ گناہ گار کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا چاہئے۔ اس رحمتِ عامہ کے بعد فرمایا کہ ندامت و پشیمانی کا وقت آنے سے پہلے توبہ کر لو کیونکہ موت کے آثار ظاہر ہونے پر توبہ کا دروازہ بند ہو جاتا ہے اور اپنا انجام اس کو نظر آنے لگتا ہے تو ایسے وقت میں ایسے گناہ گار بار بار حسرت کریں گے کہ اے کاش! ہم اس راہ پر نہ چلتے مگر اس وقت کی یہ حسرت اور توبہ کام نہ آئے گی۔ بلکہ اس وقت اسے یہ کہا جائے گا:

قَدْ جَآءَتْكَ اٰيٰتِىْ فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۝

"بے شک تیرے پاس میرے احکام پہنچے' تو نے ان کو جھٹلایا اور تکبر کیا اور تو کافر بن گیا۔" (الزمر:59)

ایمان و کفر میں سمجھوتہ نہیں ہو سکتا

کافروں کے انجامِ بد اور اہلِ ایمان کے بہتر انجام کا ذکر کر کے نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ اہلِ مکہ کو واشگاف الفاظ میں یہ بتا دیں کہ میری تمہارے ساتھ کسی موقع پر بھی افہام و تفہیم نہیں ہو سکتی۔ قرآنی الفاظ میں کس قدر بلاغت ہے:

قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ ○
وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ
عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ○
بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ○

"کہہ دیجئے! اے نادانو! تم مجھ سے یہ کہتے ہو کہ میں اللہ کے علاوہ کسی اور کی عبادت کروں حالانکہ آپ کی طرف اور ان سب نبیوں کی طرف جو آپ سے پہلے تھے، وحی بھیجی گئی کہ اگر تم نے شرک کیا تو تمہارے سارے عمل برباد ہو جائیں گے اور تم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔ اس لئے اللہ کی عبادت اور شکر گزاروں میں سے ہو جاؤ۔" (الزمر: 64-66)

قیامت کا ایک منظر

اس کے بعد آخرت کا جو نقشہ قرآنِ مجید کھینچتا ہے، اس بابت ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ
وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ○

"زمین اپنے رب کے نور سے چمک اٹھے گی۔ اعمال کی کتاب لاکر رکھ دی جائے گی۔ انبیاء اور تمام گواہ حاضر کر دیئے جائیں گے۔ لوگوں کے درمیان ٹھیک ٹھیک حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور ان پر کوئی ظلم نہ ہوگا۔" (الزمر: 69)

سورۃ کا اختتام فرشتوں کی تسبیح و تحمید کے ذکر پر ہے۔

fat.com

سورہ مومن (۴۰)

نام

اس سورۃ میں "مومن کامل" کے تذکرے کے باعث یہ نام قرار دیا گیا۔

زمانۂ نزول

یہ سورۃ الزمر کے بعد نازل ہوئی۔

پسِ منظر

امام بخاریؒ نے عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک روز نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم حرم میں اللہ کی عبادت میں مشغول تھے کہ عُقبہ بن ابی معیط (مشرک سردار) آگے بڑھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گلے میں چادر ڈال کر اس کو بل دینا شروع کر دیئے۔ بعض روایات میں ہے کہ اس کے باعث آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سانس گھٹنے لگا اور آنکھیں باہر کو نکل آئیں۔ اچانک سیدنا ابوبکر صدیقؓ اس جانب آنکلے۔ صورتِ حال کی نزاکت کا احساس ہوتے ہی انہوں نے عُقبہ کو دھکا دے کر دور ہٹایا اور آپ کی زبان سے یہ الفاظ نکلے:

اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰهُ

"کیا تم اس شخص کو اس لئے قتل کرنا چاہتے ہو کہ یہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کو اپنا رب کہتا ہے۔"

اس پر اہلِ مکہ آپ حضرت ابوبکر صدیقؓ پر پل پڑے اور اس قدر مارا کہ آپ بے ہوش ہو گئے۔ ان حالات میں جب اہلِ مکہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جان کے درپے تھے' ان کی زبانی مخالفت اور دینِ حق پر اعتراضات ان کا مشغلہ تھا۔ وہ اللہ کی الوہیت و ربوبیت' قرآن کی حقانیت اور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کے بارے میں نت نئے سوالات اور اعتراضات گھڑ کر مجادلے کی صورت پیدا کرتے رہتے۔ اس پس منظر میں اس سورۃ کے مضامین کا سمجھنا سہل ہو گا۔

مضامین

اوپر ذکر کئے گئے حالات کے پیشِ نظر اس سورۃ کے مضامین وضاحت کے ساتھ یوں سمجھے جا سکتے ہیں:

1- کُفارِ مکہ کے ہر روز نئے انداز سے کئے جانے والے اعتراضات کے مدلل اور مسکت جواب دیے گئے اور اہلِ مکہ کو یہ بات واشگاف انداز میں بتلا دی گئی کہ تمہیں دراصل اپنے اقتدار کی ناؤ ڈوبتی نظر آ رہی ہے جس کے باعث تم اس قدر پریشان و نالاں ہو۔ یاد رکھو! اگر تمہیں دنیا و آخرت میں کامیابی سے ہمکنار ہونا ہے تو اس کا واحد راستہ یہی

Marfat

ہے کہ تم محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو تسلیم کر کے اطاعت و پیروی کی راہ اختیار کرو۔ اس کی وجہ سے تمہاری عظمت اور بڑائی بھی قائم رہے گی۔ بصورتِ دیگر حق کا مقابلہ کرنے والوں کا عبرتناک انجام تمہارے سامنے ہے۔ تمہارا انجام اس سے بھی بدتر ہوگا اور پھر تم جب پچھتاؤ گے تو تمہارا یہ پچھتاوا اور ندامت تمہارے لئے بے سود ہوں گے۔

2- آپ کی جان کے درپے لوگوں کو بتایا گیا کہ اس سے قبل فرعون نے بھی اس دور کے نبیؑ کو ختم کرنے کے لئے ہر حربہ استعمال کیا مگر وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکا۔ انجام کار وہ اس نبیؑ کے ہاتھوں اپنے انجام کو پہنچا۔ اس موقع پر ایک واقعاتی مماثلت بھی پیدا ہوئی کہ جب فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرانا چاہا تو ایک شخص (جو موسیٰ علیہ السلام پر ایمان رکھتا تھا مگر خوف کے باعث ایمان کا اظہار نہ کر سکا تھا) نے کہا کہ کیا تم اس شخص کو اس لئے قتل کرنا چاہتے ہو جو تمہارے بجائے اللہ کی ربوبیت کا قائل ہے۔

3- اہلِ ایمان سے کہا گیا کہ تم سے پہلے لوگوں پر تم سے بھی زیادہ مصائب و آلام کے پہاڑ ٹوٹے مگر انہوں نے دعوتِ حق کا سلسلہ جاری رکھا۔ ان کی استقامت کے باعث کامیابی نے ان لوگوں ہی کے قدم چومے۔

4- اس دور میں ایک گروہ ایسا بھی موجود تھا جو ان مصائب سے گھبرا کر ایمان کا اظہار نہ کر پاتا تھا۔ ان سے کہا گیا کہ تم کب تک خاموش تماشائی بنے ان مظالم کو دیکھتے رہو گے؟ اٹھو! آگے بڑھو! اور حق کا ساتھ دو۔ وگرنہ زندگی بھر پچھتاوا تمہارا پیچھا نہ چھوڑے گا۔

اس سورۃ میں اسی لئے متردد، شک کرنے والے (مرتاب)، حد سے تجاوز کرنے والے (مسرف) اور کافر کی سخت مذمت کی گئی جبکہ اہلِ ایمان کو اَلَّذِیْنَ تَابُوْا، اُولِی الْاَلْبٰبِ اور رَاشِدِین کے القاب سے ملقب کیا گیا۔

تفسیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حوصلہ افزائی

قرآن کے نزول کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کی صفات (غالب، دانا، گناہ بخشنے والا، توبہ قبول کرنے والا، سخت عذاب دینے والا، صاحبِ کرم اور یہ کہ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں) مذکور ہیں اور پھر ان لوگوں کا ذکر ہے جو اللہ کے احکام کے سلسلے میں مجادلہ کرتے ہیں۔ ان کی ظاہری شان و شوکت سے کوئی کمزور مسلمان مرعوب ہو جائے تو ان کو نصیحت فرمائی:

فَلَا یَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِی الْبِلَادِ ○

"ان لوگوں کا شہروں میں چلنا پھرنا تمہیں دھوکے میں نہ ڈال دے۔" (مومن: 4)

کیونکہ ان کے اس مجادلے کا مقصد یہ ہے:

لِیُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ

"کہ وہ اس سے حق کو زائل کر دیں۔" (مومن: 5)

اور ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کچھ عرصہ مہلت دے کر سخت عذاب میں گرفتار کرتا ہے اور اس سلسلے میں قوم نوح اور بعد کے کُفّار پر ہونے والے عذاب کی جانب اشارہ ہے۔

فرشتوں کی دعائیں اہلِ ایمان کے لئے

پھر ان فرشتوں کی دعاؤں کا ذکر ہے جو عرش کو تھامے اللہ کی تسبیح و تقدیس میں مشغول ہیں:

رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَیْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِیْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِیْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ ○
رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ﹰالَّتِیْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّیّٰتِهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ○
وَقِهِمُ السَّیِّاٰتِ ؕ وَمَنْ تَقِ السَّیِّاٰتِ یَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ

Marfat

"اے ہمارے رب! تیری رحمت اور تیرا علم ہر چیز پر احاطہ کیے ہوئے ہے۔ جن لوگوں نے توبہ کی اور تیرے راستے پر چلے' ان کو بخش دے اور دوزخ کے عذاب سے بچالے۔ اے ہمارے رب! ان کو ہمیشہ رہنے والی جنت میں داخل کر جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے' اور ان کو بھی جو ان کے آباء و اجداد اور ان کی بیویوں اور ان کی اولاد میں سے نیک ہوں۔ بے شک تو غالب اور حکمت والا ہے۔ اور ان کو عذاب سے محفوظ رکھ اور جس کو تو اس دن عذاب سے بچالے گا' بے شک اس پر تو نے مہربانی کی۔"

(مومن: 7-9)

یہ بھی انہی فرشتوں کی دعا ہے جو اللہ تعالیٰ کے عرش کو تھامے ہوئے تسبیح و تہلیل میں مصروف ہیں۔ وہ اہلِ ایمان' ان کے صالح آباء و اجداد اور ان کی مومن و صالح اولاد و ازواج کے لئے بھی دعائیں کرتے ہیں۔ حقیقتاً یہی اصل کامیابی ہے کہ انسان تنہا نہیں بلکہ اس کے لواحقین بھی دولتِ ایمان سے مالا مال ہوں۔ اس عظمت کے ذکر کے ساتھ ہی ذرا اس انسان کی عظمت کا اندازہ کیجئے جسکی تین نسلیں شرف صحابیت سے بہرہ ور ہوئیں' یعنی خلیفۂ رسول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ اعزاز حاصل ہوا کہ ان کے والدِ گرامی سیدنا ابو قحافہؓ نے بھی آخر عمر میں ایمان قبول کر لیا اور شرفِ صحابیت پایا' اور اسی طرح آپ کی اولاد کو بھی یہ شرف بدرجہ اتم حاصل ہوا۔

محروم کون؟

اس کے بعد ان بدبخت اور بدنصیب لوگوں کا ذکر ہے جو دولتِ ایمان سے محروم رہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللَّهِ أَكْبَرُ مِن مَّقْتِكُمْ أَنفُسَكُمْ إِذْ تُدْعَوْنَ إِلَى الْإِيمَانِ فَتَكْفُرُونَ ○

قَالُوا رَبَّنَا أَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَأَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوبِنَا فَهَلْ إِلَىٰ خُرُوجٍ مِّن سَبِيلٍ ○

ذَٰلِكُم بِأَنَّهُ إِذَا دُعِيَ اللَّهُ وَحْدَهُ كَفَرْتُمْ وَإِن يُشْرَكْ بِهِ تُؤْمِنُوا

"بے شک جن لوگوں نے کفر کیا ان کو پکار کر کہہ دیا جائے گا کہ جب تم دنیا میں ایمان کی طرف بلائے جاتے تھے اور مانتے نہیں تھے تو اللہ کو تمہارا یہ عمل کہیں زیادہ ناگوار ہوتا تھا جس قدر تم اپنے آپ سے بیزار ہو رہے ہو۔ وہ کہیں گے کہ اے ہمارے رب! تو نے ہم کو دو دفعہ بے جان کیا اور دو دفعہ جان بخشی۔ ہمیں اپنے گناہوں کا اعتراف ہے۔ اب یہاں سے نکلنے کی کیا سبیل ہے؟ یہ اس لئے کہ جب تنہا اللہ کو پکارا جاتا تھا تو تم انکار کر دیتے تھے اور اگر اس کے ساتھ شریک ٹھہرایا جاتا تو تم تسلیم کر لیتے تھے۔"

(مومن: 10-12)

com

یہ تو اہلِ شرک کی دلی کیفیت ہوئی۔ اس کے برعکس اہلِ توحید کی کیفیت یوں ہوتی ہے:

؎ اب نہ دنیا کی تمنا ہے نہ عقبیٰ کی ہوس' اک ترا شوق ہے بس
دل جو اے جانِ جہاں تیرا طلبگار ہوا' سب سے بیزار ہوا

؎ توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے

؎ ہر تمنا دل سے رخصت ہو گئی
اب تو آ جا' اب تو خلوت ہو گئی

ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب مذکور ہے۔ نیز یہ کہ قیامت کے روز وہ اپنے گناہ کا اقرار بھی کریں گے اور جہنم سے نکلنے کے لئے کوئی نہ کوئی وسیلہ تلاش کریں گے مگر اس روز نہ کوئی معذرت کام آئے گی اور نہ ان کو جہنم سے نکالا جائے گا۔

حشر کے دن صرف اللہ کی حکومت ہوگی

اس کے بعد پھر مومنوں کو عبادت میں اخلاص کا حکم دے کر اللہ تعالیٰ کی صفات بیان کیں اور اسی قسم کے ایک سوال کا ذکر ہے جو میدانِ حشر میں کیا جائے گا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَوْمَ هُمْ بَارِزُونَ ۚ لَا يَخْفَىٰ عَلَى اللَّهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ ۚ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۖ لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ○
الْيَوْمَ تُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ ۚ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ

"جس روز وہ (قبروں سے) نکل پڑیں گے۔ ان کی کوئی چیز اللہ سے چھپی نہ رہے گی (تو پوچھا جائے گا) آج کس کی بادشاہت ہے؟ اللہ کی جو یکتا اور غالب ہے۔ آج کے دن ہر شخص کو اس کے اعمال کا بدلا دیا جائے گا۔ آج کسی کے حق میں بے انصافی نہ ہوگی۔" (مومن:16-17)

حدیث میں اس بات کو یوں بیان کیا گیا ہے:

جب قیامت کے دن سبھی لوگ قبروں سے نکل کے میدانِ حشر میں جمع ہوں گے تو اللہ تعالیٰ سوال فرمائیں گے کہ آج کس کی بادشاہت ہے؟ اس پر میدانِ حشر میں خاموشی ہی رہے گی حتیٰ کہ اس آواز کی گونج سے میدانِ حشر میں دہشت سی طاری ہو جائے گی مگر کسی سے جواب نہ بن پڑے گا بلکہ ہر شخص اپنے اپنے اعمال کی وجہ سے پریشان ہوگا تو پھر اللہ تعالیٰ خود ہی ارشاد فرمائیں گے۔

لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ○

at.com

"اللہ کے لئے جو یکتا اور غالب ہے۔"

مزید یہ فرمایا کہ اس روز اللہ تعالیٰ کسی بھی شخص پر ظلم نہ کریں گے بلکہ عدل کیا جائے گا۔ ہاں رحمت غالب رہے گی۔ اسی ذکر میں مزید یہ بھی فرمایا کہ اس دن کی دہشت اس قدر ہوگی کہ دل غم واندوہ کے باعث اچھل کر گلے میں آ رہے ہوں گے اور ظالم کے لئے اس دن کوئی حمایتی اور سفارشی نہ ہوگا۔

موسیٰ علیہ السلام کے حمایتی کا ذکر

اہلِ مکہ کو سمجھانے کے لئے اقوامِ سابقہ کے حالات سے عبرت حاصل کرنے کی تلقین فرمائی اور اس میں خاص طور پر سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ دہرایا گیا۔ یہاں خاص طور پر واقعہ کے اس حصے کا ذکر ہے جس میں فرعون نے بھرے دربار میں موسیٰ علیہ السلام کی بابت کہا تھا:

ذَرُوْنِیْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰی وَلْیَدْعُ رَبَّهٗ

"مجھے چھوڑ دو کہ میں موسیٰ کو قتل کر ڈالوں اور وہ اپنے رب کو (مدد کے لئے) بلا لے۔" (مومن:26)

اس کے جواب میں موسیٰ (علیہ السلام) نے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہی تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ (علیہ السلام) کا ایک حمایتی اسی قوم میں سے پیدا کر دیا جس کا ذکر فرمایا:

وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ ۖ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَكْتُمُ اِیْمَانَهٗٓ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَیِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَاِنْ یَّكُ كَاذِبًا فَعَلَیْهِ كَذِبُهٗ ۚ وَاِنْ یَّكُ صَادِقًا یُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِیْ یَعِدُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ○
یٰقَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْیَوْمَ ظٰهِرِیْنَ فِی الْاَرْضِ ۫ فَمَنْ یَّنْصُرُنَا مِنْۢ بَاْسِ اللّٰهِ اِنْ جَآءَنَا ؕ

"اور فرعون کے لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا جو اپنے ایمان کو ابھی تک پوشیدہ رکھے ہوئے تھا کہ کیا تم ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور وہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے کھلی اور واضح نشانیاں بھی لے کر آیا ہے۔ اگر وہ جھوٹا ہوگا تو اس کے جھوٹ کا نقصان اسی کو پہنچے گا اور اگر سچا ہوگا تو وہ عذاب جس کا وہ تم سے وعدہ کرتا ہے' آئے گا اور تم پر واقع ہوگا۔ بے شک اللہ تعالیٰ اس شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو بے لحاظ اور جھوٹا ہو۔ اے قوم! آج تمہاری ہی بادشاہت ہے اور تم ہی ملک میں غالب ہو لیکن اگر ہم پر اللہ کا عذاب آگیا تو اس کے دور کرنے کے لئے کون ہماری مدد کرے گا۔" (مومن:28-29)

بنی اسرائیل کے ایک مومن کا مکالمہ

اس مومن کی ان ایمان افروز باتوں کے جواب میں فرعون نے پوری ڈھٹائی سے اپنے آپ کو سیدھی راہ پر ظاہر کیا اور قوم کو اپنی پیروی کی دعوت دی۔ ان آیات کی تلاوت کے بعد اس واقعے کو پھر پڑھیے جو ہم اس سورۃ کے تعارف میں بیان کر چکے ہیں کہ کس طرح سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کفارِ مکہ کو بالکل انہی الفاظ کے ساتھ روکا تاکہ وہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت نہ پہنچائیں۔ اس ذکر کے بعد پھر فرعون کی قوم کے اس مومن کی باتیں ملاحظہ کیجیے جس کا ذکر قرآنِ مجید یوں کرتا ہے:

وَقَالَ الَّذِيٓ اٰمَنَ يٰقَوْمِ اِنِّيٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ مِّثْلَ يَوْمِ الْاَحْزَابِ ۝
مِثْلَ دَاْبِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۭ وَمَا
اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ ۝
وَيٰقَوْمِ اِنِّيٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ ۝
يَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِيْنَ ۚ مَا لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلِ
اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ۝

"وہ شخص جو ایمان لایا تھا اس نے کہا: اے میری قوم کے لوگو! مجھے خوف ہے کہ کہیں تم پر بھی وہ دن نہ آ جائے جو اس سے پہلے بہت سی قوموں پر آ چکا ہے۔ جیسا دن قوم نوح اور عاد و ثمود اور ان کے بعد والی قوموں پر آیا تھا اور یہ حقیقت ہے کہ اللہ اپنے بندوں پر ظلم کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا۔ اے قوم! مجھے ڈر ہے کہ کہیں تم پر فریاد و فغاں کا دن نہ آ جائے' جب تم ایک دوسرے کو پکارو گے اور بھاگے بھاگے پھرو گے مگر اس وقت اللہ سے بچانے والا کوئی نہ ہو گا۔ سچ یہ ہے کہ جسے اللہ بھٹکا دے' اسے پھر کوئی راستہ دکھانے والا نہیں ہوتا۔" (مومن:30-33)

سیدنا یوسف علیہ السلام کا ذکر

اسی طرح اہلِ مکہ کی فہمائش کے لئے سیدنا یوسف علیہ السلام کا ذکر مبارک ہوا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

ان کی قوم نے بھی ان کی زندگی میں ان کی بات نہ مانی اور آپ کے انتقال کے بعد آپ کی برکات اور آپ کی آمد کی وجہ سے جو ان کو رحمتیں ملیں' ان کا ذکر کرنے لگے۔

ان آیات میں غور و تدبر سے جو بات کھل کر سامنے آتی ہے' اس کا ذکر آئندہ ایک آیت میں کیا جا رہا ہے کہ جب کوئی قوم حق کو قبول کرنے سے انکار کر دیتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس قوم کی ہدایت و راہنمائی کے لئے انبیاء کے توسط

سے معجزات و دلائل پہنچاتے رہتے ہیں، تاکہ یہ گمراہ لوگ راہِ راست پر آکر اپنے انجام کو بہتر بنائیں۔ مگر جب کوئی قوم حق کے انکار کے بعد اہلِ حق سے مجادلہ شروع کردے اور سچ کو جھوٹ ثابت کرنے پر کمر بستہ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس قوم کے ساتھ شدید ترین معاملہ کرتے ہیں جس کو یوں بیان فرمایا:

كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ۝

"اس طرح اللہ متکبر سرکش کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔" (مومن: 35)

اور اسی بات کو سورۂ بقرہ کے اوائل میں بھی اسی قسم کے افراد کے تذکرے میں فرمایا گیا:

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ

"اللہ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا رکھی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے۔" (بقرہ: 7)

چونکہ سیاق کلام میں فرعون کے تکبر اور سرکشی کا ذکر چل رہا تھا بلکہ اندازِ قرآنی پر تدبر کر کے یوں کہا جا سکتا ہے کہ اہلِ مکہ کے تکبر و سرکشی کو تمثیلی زبان میں بیان کیا جا رہا ہے۔ گویا اہلِ مکہ اور فرعون ایک ہی کشتی کے سوار ہیں جن میں سے ایک سوار اپنے انجام کو پہنچ گیا اور اس کے باقی ساتھی اسی راہ پر چل کر اپنی منزل قریب کر رہے ہیں تو فرمایا کہ فرعون کی بد بختی اس قدر بڑھی کہ اس نے اپنے وزیر تعمیر جس کا نام ہامان تھا۔ یہ کہا:

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ۝
اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا

"اور فرعون نے کہا: اے ہامان! میرے لئے ایک محل بنواؤ تاکہ میں اس پر چڑھ کر ان راستوں پر پہنچ جاؤں یعنی آسمان کے راستوں پر تاکہ میں موسیٰ کے معبود کو دیکھ لوں کیونکہ میں تو اس کو جھوٹا سمجھتا ہوں۔" (مومن: 37)

فرعون کی بد بختی اور ایک مومن کی نصیحت

یہ اس کی جرأت بلکہ بد بختی کی آخری حد تھی جس پر اس کے دل پر مہر کر دی گئی اور وہ ایمان کی دولت سے محروم ہو گیا۔ جبکہ اس کے مقابل اس کی قوم کا ایک مومن ان کو قبولِ حق کی یوں دعوت دیتا ہے:

وَقَالَ الَّذِيْٓ اٰمَنَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ سَبِيْلَ الرَّشَادِ ۝
يٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ وَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ ۝
مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ
ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ

com

فِيهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ○

وَيَا قَوْمِ مَا لِي أَدْعُوكُمْ إِلَى النَّجَاةِ وَتَدْعُونَنِي إِلَى النَّارِ ○

تَدْعُونَنِي لِأَكْفُرَ بِاللَّهِ وَأُشْرِكَ بِهِ مَا لَيْسَ لِي بِهِ عِلْمٌ وَ

أَنَا أَدْعُوكُمْ إِلَى الْعَزِيزِ الْغَفَّارِ ○

لَا جَرَمَ أَنَّمَا تَدْعُونَنِي إِلَيْهِ لَيْسَ لَهُ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْآخِرَةِ

وَأَنَّ مَرَدَّنَا إِلَى اللَّهِ وَأَنَّ الْمُسْرِفِينَ هُمْ أَصْحَابُ النَّارِ ○

فَسَتَذْكُرُونَ مَا أَقُولُ لَكُمْ وَأُفَوِّضُ أَمْرِي إِلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ

بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ ○

فَوَقَاهُ اللَّهُ سَيِّئَاتِ مَا مَكَرُوا وَحَاقَ بِآلِ فِرْعَوْنَ سُوءُ الْعَذَابِ ○

النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ أَدْخِلُوا

آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ ○

"وہ شخص جو ایمان لایا تھا' بولا: اے میری قوم کے لوگو! میری بات مانو۔ میں تمہیں صحیح راستہ بتاتا ہوں۔ اے میری قوم! یہ دنیا کی زندگی تو چند روزہ ہے۔ ہمیشہ کے قیام کی جگہ آخرت ہی ہے۔ جو برائی کرے گا اس کو اتنا ہی بدلہ ملے گا جتنی اس نے برائی کی ہو گی اور جو نیک عمل کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت' بشرطیکہ ہو وہ مومن' ایسے سب لوگ جنت میں داخل ہوں گے جہاں ان کو بے حساب رزق دیا جائے گا۔ اے قوم! آخر یہ کیا ماجرا ہے کہ میں تو تم لوگوں کو نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم لوگ مجھے آگ کی طرف دعوت دیتے ہو۔ تم مجھے اس بات کی دعوت دیتے ہو کہ میں اللہ سے کفر کروں اور اس کے ساتھ ان ہستیوں کو شریک ٹھہراؤں جنہیں میں نہیں جانتا۔ حالانکہ میں تمہیں اس زبردست مغفرت کرنے والے اللہ کی طرف بلا رہا ہوں۔ نہیں۔ حق یہ ہے اور اس کے خلاف نہیں ہو سکتا کہ جن کی طرف تم مجھے بلا رہے ہو' ان کے لئے نہ دنیا میں کوئی دعوت ہے نہ آخرت میں اور ہم سب کو پلٹنا اللہ ہی کی طرف ہے اور حد سے گزرنے والے آگ میں جانے والے ہیں۔ آج جو کچھ میں کہہ رہا ہوں عنقریب وہ وقت آئے گا جب تم اسے یاد کرو گے اور اپنا معاملہ میں اللہ کے سپرد کرتا ہوں' وہ اپنے بندوں کا نگہبان ہے۔ آخرکار ان لوگوں نے جو بری سے بری چالیں اس مومن کے خلاف چلیں' اللہ نے ان سب سے اس کو بچا لیا اور فرعون کے ساتھی خود بدترین عذاب کے چکر میں آ گئے۔ دوزخ کی آگ ہے جس کے سامنے صبح و شام وہ پیش کئے جاتے ہیں اور جب قیامت کی گھڑی آ جائے گی تو حکم ہو گا کہ آل فرعون کو شدید تر

Marfat

عذاب میں داخل کرو۔"(مومن:38-46)

اہلِ باطل کا ادعائے حق

موسیٰ اور فرعون کے اس قصّے سے پہلے اس شخص کا بیان ہے جو سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لایا تھا اور اس کے مقابل فرعون کا یہ دعویٰ کہ میں تمہیں اس راستے کی طرف بلاتا ہوں جو ٹھیک ہے ' یہ دعوتِ فکر دیتا ہے کہ باطل جب بھی منظرِ عام پر آتا ہے وہ یہ کبھی تسلیم نہیں کرتا کہ میں باطل ہوں بلکہ جہالت' کفر اور شرک ہمیشہ ملمع کاری کے ساتھ آتے ہیں۔ اپنے آگے آگے کچھ نیکیاں اور خوبصورت نعرے رکھتے ہیں غرض کہ امرت کی شکل میں زہر کا کڑوا گھونٹ ہمارے حلق سے اتارتے ہیں۔

فرعون کا یہ دعویٰ کہ اے میری قوم! میں تمہیں جس طرف لے جا رہا ہوں' یہی حق کا راستہ ہے حالانکہ مومن آدمی مثالوں کے ساتھ اعلاناً کہتا ہے کہ یہ حق نہیں بلکہ یہ بربادی کا راستہ ہے' اسی راستہ پر چل کر عاد اور ثمود کی قومیں برباد ہوئیں۔ صحیح راستہ وہ ہے جو موسیٰ علیہ السلام بتا رہے ہیں۔ جس کا خلاصہ یہ ہے:

آخرت کو اپنی منزل مقصود بنا لو اور دنیا کو چند روزہ سمجھو اور دیکھو' میں نے یہ بات تم کو بتا دی ہے اور اب میرا معاملہ اللہ کے سپرد ہے جو تمہاری سمجھ میں آئے' تم وہی کرو۔

برزخی زندگی پہ قرآنی دلائل

اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کی سازش کی گئی' لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے بچا لیا اور فرعون اللہ کے عذاب کی گرفت میں آ گیا۔ غرق ہوا اور پھر آگ میں داخل کر دیا گیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"قبر یا تو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا۔" یہاں یہ فرمایا کہ دوزخ کی آگ فرعون اور اس کی آل پر صبح و شام پیش کی جاتی ہے کیونکہ قیامت کے آنے سے پہلے جو گھڑی گزر رہی ہے' وہ برزخ کی زندگی ہے جبکہ ان کو برزخ کی زندگی میں بھی دوزخ کی آگ کا مزا چکھایا جا رہا ہے۔ اسی طرح سورۃ یٰسین میں بھی ایسے شخص کے بارے میں ہے جس نے نبیوں کی مدد کی اور قتل کیا گیا۔ قتل ہونے کے فوراً بعد اسے جنت میں داخل ہونے کا حکم دے دیا گیا۔ اس کی قبر کی زندگی کو جنت کی زندگی کہا گیا ہے۔

یہ دونوں مقامات عالمِ برزخ کے دونوں پہلوؤں کو اجاگر کرتے ہیں۔

دوزخیوں کے ایک مکالمہ کی حکایت

اس کے بعد دوزخ میں ہونے والے مکالمے کی حکایت ہے جس کا ذکر اس سے قبل کچھ مقامات پر تفصیل سے

آ چکا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ موت کے بعد حالات کا مشاہدہ ہو گا اور پھر آدمی کا واویلا اس کے لئے سود مند نہ ہو گا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ○

"اس روز کافروں کی دعا بے کار ہو گی۔" (مومن:50)

اب آیئے اصل موضوع کی جانب کہ موسیٰ علیہ السلام کے مخالفوں بلکہ منکروں کا انجام جب واضح ہو گیا تو اب جو شخص انہی تعلیمات کو لے کر آیا ہے جو موسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات ہیں تو تم لوگ اس شخص یعنی نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت نہ کرو ورنہ تمہارا انجام مختلف نہ ہو گا۔ اور جس طرح موسیٰ علیہ السلام کامیابی و کامرانی سے ہمکنار ہوئے، اسی طرح یہ بھی کامیاب ہوں گے اور پھر موسیٰ علیہ السلام کو دی گئی تعلیمات کا ذکر ہے جس میں ایک اہم مسئلہ قیامت کا ذکر بھی تھا:

ذکرِ قیامت

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ○

"بے شک قیامت آنے والی ہے۔ اس میں کچھ شبہ نہیں لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں رکھتے"

(مومن:59)

عبادت کی روح دُعا ہے

اس کے بعد پھر ایک اہم مسئلہ یعنی دُعا و عبادت کا ذکر ہے:

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ○

"اور تمہارے رب نے ارشاد فرمایا کہ تم مجھ سے دُعا کرو، میں تمہاری دُعا قبول کروں گا۔ جو لوگ میری عبادت سے ازراہِ تکبر کتراتے ہیں۔ وہ عنقریب جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے۔" (مومن:60)

مذکورہ آیتِ مبارکہ میں یہ مسئلہ بڑی وضاحت کے ساتھ مذکور ہے کہ رب تعالیٰ کا فرمان ہے کہ صرف مجھ سے مانگو اور جو اس سے نہیں مانگے گا وہ عنقریب جہنم میں ڈالا جائے گا۔ اس آیت میں دُعا کو عبادت کے ہم معنیٰ ظاہر کیا گیا ہے۔

اور پھر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے دلائل کا ایک طویل سلسلہ ہے اور یہ ارشاد:

Marfat

قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَمَّا جَآءَنِيَ الْبَيِّنٰتُ مِنْ رَّبِّيْ وَاُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○

"(اے پیغمبر) کہہ دیجئے! مجھے اس بات سے روکا گیا ہے کہ جن کو تم اللہ کے علاوہ پکارتے ہو' ان کی پوجا نہ کروں اور میں ان کی عبادت کیوں کروں جبکہ میرے رب کی طرف سے میرے پاس واضح دلیلیں آ چکی ہیں اور مجھ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں ربُّ العالمین ہی کا تابع فرمان رہوں۔" (مومن:66)

مشرکوں کا انجام

کُفّار جو اللہ کے علاوہ مختلف مخلوقات بتوں' فرشتوں' جنات یا انسانوں کی عبادت پر ایمان رکھتے ہیں' قیامت کے روز ان کی یہ حالت ہو گی:

فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ ○
فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ○

"پھر جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا تو کہنے لگے کہ ہم ایک اللہ پر ایمان لائے اور جس چیز کو اس کے ساتھ شریک بناتے تھے' اس سے منکر ہوئے۔ لیکن جب ہمارا عذاب دیکھ چکے' اس وقت ان کے ایمان نے ان کو کچھ فائدہ نہ پہنچایا۔ یہ اللہ کی عادت ہے جو اس کے بندوں کے بارے میں چلی آئی ہے اور وہاں کافر گھاٹے میں پڑ گئے۔" (مومن:84-85)

سورہ حم السجدہ (۴۱)

نام

اس سورۃ میں سجدے کا حکم ہے اور سورۃ کا آغاز حروفِ مقطعات حم سے ہے۔ دونوں کو ملا کر اس سورۃ کا علامتی نام قرار دے دیا گیا۔

زمانہ نزول

ابنِ اسحٰق کی روایت کے مطابق یہ سورۃ نبوت کے چوتھے سال سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے ایمان قبول کرنے کے بعد اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ایمان قبول کرنے سے پہلے نازل ہوئی۔

یہ وہ دور ہے کہ مسلمانوں کی روز افزوں ترقی دیکھ کر قریش پریشان ہو رہے تھے۔ اس موقع پر سردارِ قریش عتبہ نے کہا:

"اگر آپ لوگ اس بات کی اجازت دیں اور پسند کریں تو میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بات کروں' شاید میں انہیں کسی بات پر قائل کر لوں۔"

قریش نے متفقہ طور پر اس بات کو پسند کیا۔ عتبہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا:

"بھتیجے! تم اپنے نسب اور خاندانی وقار کو خوب سمجھتے ہو اور اب تفرقے کی صورت میں ایک مصیبت تم نے پیدا کر دی ہے۔ تم نے قوم اور اس کے معبودوں کی برائی کی جس کا معنی یہ ہے کہ ہمارے جو باپ اجداد اس دنیا سے چلے گئے' وہ سبھی کافر اس دنیا سے گئے۔ تم مجھے اپنی ضرورت سے آگاہ کرو ہم تمہارے لئے ہر طرح کی معاونت کے لئے تیار ہیں۔ اگر تم ان باتوں کے ذریعے مال و دولت اکٹھا کرنا چاہتے ہو تو ہم مل کر تمہارے لئے اس قدر دولت جمع کر دیں کہ تمہارے مقابلے میں کوئی شخص بھی مالدار نہ رہے گا۔ اگر تم بادشاہت و سرداری کے طلب گار ہو تو ہم اہلِ مکہ مل کر تمہیں اپنا سردار اور بادشاہ مان لیتے ہیں اور اگر تم پر کوئی آسیبی اثرات ہیں جس کا علاج کرانا ضروری ہے تو بہترین اطباء و معالجین کی خدمات حاصل کی جا سکتی ہیں۔"

عتبہ جب اپنی بات مکمل کر چکا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب میری بات سنیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ کے بعد اس سورۃ کی تلاوت کی۔ عتبہ پورے انہماک اور توجہ سے سنتا رہا۔ جب آپ نے سجدہ تلاوت والی آیت پڑھی تو آپ سجدہ ریز ہو گئے۔ سجدے سے سر اٹھا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہی میرا

at.com

جواب ہے۔

عتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اٹھا۔ قوم کے لوگوں نے اسے آتا دیکھ کر اندازہ کر لیا کہ اس کے چہرے کے اثرات بدلے ہوئے ہیں۔ عتبہ نے اپنے تاثرات یوں بیان کئے:

"اللہ کی قسم! محمد جو کلام پیش کرتا ہے وہ شعر' کہانت یا سحر نہیں۔ اے قریش! اگر تم میری بات مان لو تو میں یہ تجویز کروں گا کہ تم اس کو اس کے حال پر چھوڑ دو۔ یہ کلام کوئی رنگ لا کر رہے گا۔ بالفرض اگر عرب اس پر غالب آ گئے تو اپنے بھائی پر ہاتھ اٹھانے سے تم بچ جاؤ گے اور اگر یہ عرب پر غالب آ گیا تو بادشاہی اور عزّت تمہاری ہی ہو گی۔"

اس پر قریشی سرداروں نے کہا:

"تم پر بھی اس کے جادو نے اثر کر دیا ہے۔"

مضامین

اوپر ذکر ہو چکا کہ عتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سودے بازی کرنا چاہتا تھا یا وہ آپ کی توہین کر رہا تھا۔ اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سوالات سے تعرض کرنے کی بجائے اپنا پیغام اس تک پہنچا دیا تاکہ وہ غور و تدبر کر کے راہِ ہدایت پر آ جائے جبکہ کفارِ مکہ ہٹ دھرمی اور بد اخلاقی کے ساتھ اعلانیہ یہ کہا کرتے تھے کہ "ہمارے دلوں پر غلاف ہیں اور کان بند ہیں۔ ہمارے اور آپ کے درمیان ایسی دیوار ہے کہ اس کے باعث ہمارا میل جول نہیں ہو سکتا اور نہ ہم آپ کی بات سنیں گے۔"

اپنے ان تاثرات کے ساتھ انہوں نے ایک اور پروگرام بنایا کہ جب عام لوگوں کو قرآن سنایا جا رہا ہو تو اس قدر شور برپا کر دو کہ کان پڑی بات سنائی نہ دے تاکہ لوگ نہ قرآن سنیں اور نہ متاثر ہوں۔ اسی طرح وہ قرآنی آیات کے مضحکہ خیز معنی نکالنے اور استہزاء کے لئے ہمہ وقت مشغول رہتے۔ ایسے حالات میں ان آیات کا نزول ہوا جن کا اجمالی خاکہ یوں ہے:

(الف) یہ کلام عربی زبان میں اس لئے نازل کیا گیا ہے کہ حقائق کی تہ تک تم بآسانی رسوخ حاصل کر کے اللہ تعالیٰ کی رحمت کے حقدار بن جاؤ۔ اب اس روشنی کے باوجود اگر تم لوگ اس کو زحمت قرار دو تو یہ تمہاری محرومی اور بدنصیبی ہے۔

(ب) تمہارے کان اور آنکھیں بند اور دلوں پر غلاف ہیں تو یاد رکھو کہ نبی کا کام اس ہدایت کو تمہارے دلوں میں اتارنا نہیں بلکہ تم تک حقائق پہنچانا ہے اور اگر تم علم و عقل کی راہ بند کر لو تو تمہیں کون سمجھا سکتا ہے؟ لیکن اس کے باوجود یاد رکھو کہ تمہارا معبودِ برحق صرف اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک ہی ہے جس نے یہ کائنات' آسمان' زمین اور تمہارا رزق پیدا کیا ہے۔ اب اگر ان تمام نعمتوں کے باوجود بھی تم شرک پر اڑے رہو تو یہ تمہاری ہٹ دھرمی اور

com

ضد ہے جو تمہیں ایسے عذاب کی جانب لے جا رہی ہے جس کی مثال پہلی اقوام (قومِ عاد و ثمود) میں موجود ہے اور اس عذاب کے علاوہ آخرت میں بازپرس الگ ہوگی۔

(ج) بدقسمت انسان کی بابت فرمایا کہ یہ وہ شخص ہوا کرتا ہے جو شیاطین کے دکھائے گئے سبز باغ دیکھ کر فریب کا شکار ہو جاتا ہے۔ وہ آسمانی تعلیمات یا اپنی عقل و فراست سے کام لے کر راہِ ہدایت کو نہیں اپناتا بلکہ اپنی گھٹیا حرکات اور باطل اعمال کے ذریعے سے اہلِ حق کو شکست دینے کے خیال میں رہتا ہے۔ حالانکہ باطل کسی صورت بھی حق پر غالب نہیں آسکتا۔

(د) اہلِ مکہ کو یہ اعتراض تھا کہ یہ شخص عربی میں قرآن سناتا ہے یہ تو کوئی مشکل کام نہیں۔ ہر صاحبِ فکر، فصیح و بلیغ آدمی گفتگو کر کے دوسروں کو قائل کر سکتا ہے۔ اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ عربی زبان میں قرآن نازل کرنے کی حکمت یہ ہے کہ تم اس کے اسرار و رموز اور معارف و حکم کو خوب سمجھ لو۔ اگر یہ قرآن کسی عجمی زبان میں ہوتا تو تمہیں یہ اشکال ہوتا کہ یہ ہماری سمجھ سے بالا چیز ہے۔ اب اگر تم اس کی حقانیت سے آگاہی حاصل کرو' اس کی آفاقیت کو پہچانو اور پھر اس کا انکار کرو تو یاد رکھو کہ عنقریب اس پیغامِ حق کو پھیلتے اور آفاق میں غالب آتے تم اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے۔

(ہ) اہلِ ایمان کے خلاف ہونے والی مزاحمت اور درپیش مشکلات سے نبرد آزما ہونے اور ہمت افزائی کے لئے فرمایا کہ دشمنوں کی اس کثرت اور ان کے بے پناہ مظالم کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ تم بے یار و مددگار چھوڑ دیئے گئے ہو بلکہ اللہ کے فرشتے رحمت' سلامتی اور برکت لے کر اہلِ ایمان پر نازل ہوتے ہیں اور اہلِ ایمان کے لئے استقامت کی دعا کرتے ہیں۔ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمت افزائی کے لئے فرمایا کہ کفر و شرک کی سنگلاخ چٹانوں کو ہٹانے کے لئے بہترین ہتھیار اخلاقِ حسنہ ہے جس کے باعث ہر سنگلاخ چٹان از خود پگھل کر تمہارا راستہ چھوڑ دے گی۔

اخلاقِ حسنہ کے ضمن میں زکوٰۃ' استعانت باللہ' استغفار' توبہ' ایمان اور اعمالِ حسنہ کی تلقین ہے جبکہ شک' نفاق' ایمان سے اندھاپن اور اعمالِ سیئہ سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے۔

Marfat

تفسیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایک شُبہے کا ازالہ

سورۃ کا آغاز قرآنِ مجید کے کلامِ الٰہی ہونے کے تذکرے کے ساتھ ہے جس سے کافر اعراض کرتے ہیں کیونکہ ان کے دلوں پر حجاب اور کانوں پر بوجھ ہے۔ اس کا تذکرہ اس سے قبل متعدد مقامات پر ہو چکا ہے۔ اس کے بعد ان کے ایک شُبہے کا ازالہ ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ إِنَّمَآ أَنَا۠ بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰٓ إِلَىَّ أَنَّمَآ إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَٰحِدٌ فَٱسْتَقِيمُوٓا۟ إِلَيْهِ وَٱسْتَغْفِرُوهُ ط

"(اے پیغمبرؐ) کہہ دیجئے! کہ میں بھی تم جیسا آدمی ہوں البتہ مجھ پر وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود یکتا ہے۔ سیدھے اسی کی طرف توجہ کرو اور اسی سے مغفرت مانگو۔" (حٰم السجدہ:6)

گویا مجھے انسانیت کے ساتھ یہ شرف بخشا گیا کہ تمہیں ہدایت دینے کے لئے منتخب ہو گیا ہوں اور میری تعلیم بس یہی ہے:

1- اللہ کو واحد مانو۔

2- اسی کی طرف توجہ کرو۔

3- اسی سے اپنی کوتاہی پر معافی مانگو۔

اس کے بعد زمین و آسمان کی تخلیق اور اس میں سامانِ معیشت پیدا کرنے اور پھر آسمان و زمین کے اطاعت قبول کرنے کا ذکر ہے۔

حق سے اعراض کا انجام

آسمان کی زینت کے لئے بنائے گئے ستاروں اور ان سے آسمان دنیا کی حفاظت کا ذکر کر کے فرمایا کہ ایسے قادرِ مطلق سے اعراض نہ کرو۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَإِنْ أَعْرَضُوا۟ فَقُلْ أَنذَرْتُكُمْ صَٰعِقَةً مِّثْلَ صَٰعِقَةِ عَادٍ وَثَمُودَ ۝ إِذْ جَآءَتْهُمُ ٱلرُّسُلُ مِنۢ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا

com

تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّا اللّٰہَ ؕ قَالُوۡا لَوۡ شَآءَ رَبُّنَا لَاَنۡزَلَ مَلٰٓئِکَۃً فَاِنَّا بِمَاۤ اُرۡسِلۡتُمۡ بِہٖ کٰفِرُوۡنَ ○

"پھر اگر یہ منہ پھیرلیں تو کہ دو کہ تمہیں ایسے چنگھاڑ کے عذاب سے آگاہ کرتا ہوں جیسے عاد و ثمود پر عذاب آیا۔ جب ان کے پاس نبی آگے اور پیچھے سے آئے کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو تو وہ کہنے لگے کہ ہمارا رب چاہتا تو فرشتے اتار دیتا۔ جو کچھ تم دے کر بھیجے گئے ہو' ہم اس کو نہیں مانتے۔"

اس انکار و سرکشی کے ذکر کے ساتھ فرمایا کہ ہم تو انسانیت پر رحم کرنا چاہتے ہیں' اسی لئے دینِ اسلام پر ایمان لانے کی دعوت دے رہے ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اَمَّا ثَمُوۡدُ فَہَدَیۡنٰہُمۡ فَاسۡتَحَبُّوا الۡعَمٰی عَلَی الۡہُدٰی فَاَخَذَتۡہُمۡ صٰعِقَۃُ الۡعَذَابِ الۡہُوۡنِ بِمَا کَانُوۡا یَکۡسِبُوۡنَ ○ۚ
وَ نَجَّیۡنَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ کَانُوۡا یَتَّقُوۡنَ ○ٔ

"اور جو ثمود تھے ان کو ہم نے سیدھا راستہ دکھایا مگر انہوں نے ہدایت کے مقابلے میں اندھا رہنا پسند کیا تو ان کے اعمال کی سزا میں کڑک نے ان کو آپکڑا اور وہ ذلت کا عذاب تھا اور جو ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کیا' ان کو ہم نے بچالیا۔" (حم السجدہ:17-18)

گویا انہوں نے آسمانی تعلیمات سے اندھا بن کر عذاب آسمانی کو دعوت دی جبکہ ایمان و تقویٰ اس عذاب سے بچنے کے لئے اہلِ ایمان کے لئے ڈھال ہے۔

حشر کی منظر کشی

اس کے بعد حشر کی منظر کشی ان الفاظ میں کی گئی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ یَوۡمَ یُحۡشَرُ اَعۡدَآءُ اللّٰہِ اِلَی النَّارِ فَہُمۡ یُوۡزَعُوۡنَ ○
حَتّٰۤی اِذَا مَا جَآءُوۡہَا شَہِدَ عَلَیۡہِمۡ سَمۡعُہُمۡ وَ اَبۡصَارُہُمۡ وَ جُلُوۡدُہُمۡ بِمَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ ○
وَ قَالُوۡا لِجُلُوۡدِہِمۡ لِمَ شَہِدۡتُّمۡ عَلَیۡنَا ؕ قَالُوۡۤا اَنۡطَقَنَا اللّٰہُ الَّذِیۡۤ اَنۡطَقَ کُلَّ شَیۡءٍ وَّ ہُوَ خَلَقَکُمۡ اَوَّلَ مَرَّۃٍ وَّ اِلَیۡہِ تُرۡجَعُوۡنَ ○

"اور ذرا اس وقت کا خیال کرو جب اللہ کے یہ دشمن دوزخ کی طرف جانے کے لئے گھیر کر لائے جائیں

گے۔ ان کے اگلوں کو پچھلوں کے آنے تک روک رکھا جائے گا۔ پھر جب سب وہاں پہنچ جائیں گے تو ان کے کان' ان کی آنکھیں اور ان کے جسم کی کھالیں ان پر گواہی دیں گی کہ وہ دنیا میں کیا کچھ کرتے رہے ہیں۔ وہ اپنے جسم کی کھالوں سے کہیں گے تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی؟ وہ جواب دیں گی: ہمیں اسی اللہ نے گویائی دی ہے جس نے ہر چیز کو گویا کر دیا ہے۔ اسی نے تم کو پہلی مرتبہ گویا کیا تھا اور اب اسی کی طرف تم واپس لائے جا رہے ہو۔" (حم السجدۃ:19-21)

آخرت---- جسمانی عالم

مذکورہ آیتِ مبارکہ سے پتا چلتا ہے کہ برزخ اور آخرت دونوں کا عالم جسمانی ہو گا جبکہ ہمارے اعضاء' ہمارے ہاتھ اور ہمارے پاؤں ہمارے خلاف گواہی دیں گے تو وہ بھی مادی اور جسمانی دور ہو گا۔ ان لوگوں کا خیال غلط ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یہ خواب و خیال یا کوئی روحانی کیفیت ہو گی۔ ایسا ہرگز نہیں ہو گا۔

اعضاء' جوارح' جسم و جان سب بیگانے جاسوس نکلے

دوسری بات جو بہت ہی اندوہناک ہے وہ یہ کہ ہمارے تمام اعضاء و جوارح یہ سب کے سب تو جاسوس ہوں گے گویا اپنا نفس چور اور **ففتھ کالمسٹ** نکلا۔ یہ تو ہمیں ہتھکڑی لگا کے جہنم میں گرانے والا ہے۔ یہاں تو اولاد و اموال کو فتنہ قرار دے دیا گیا اور حد یہ ہے کہ یہ بھی فرما دیا کہ وہ اللہ ہے جس نے ہر چیز کو گویا کر دیا ہے۔ زمین کا ہر وہ ٹکڑا جہاں انسان سے گناہ سرزد ہوا ہو گا وہ اس کے خلاف گواہی دیتا پھرے گا۔

اپنا کون؟ صرف اللہ

اس وقت معلوم ہو گا کہ یہ سب تو بیگانے اور پرائے نکلے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر اپنا کون ہے؟ اپنے آپ سے بھی زیادہ اپنا صرف اور صرف اللہ ہی ہے۔ اللہ کے سوا کوئی نہیں ہے جسے ہم اپنا ٹھہرائیں اور جس پر اپنی جانیں' اُلفتیں' محبتیں اور جذبات نچھاور کر دیں اور ہمارے یہ جاسوس یعنی ہمارے اعضاء و جوارح ہمارے تمام گناہوں اور لغزشوں کو وہاں اُگل دیں گے۔

قرآن کی عظمت کا اعتراف

اس کے بعد کفّار کے ایک مقولے کا ذکر ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ○

"اور کافر کہنے لگے کہ اس قرآن کو سنا ہی نہ کرو اور جب یہ پڑھنے لگیں تو شور مچا دیا کرو تاکہ تم غالب

Mar

آجاؤ۔" (حم السجدہ:26)

ان الفاظ کے ذریعے کفارِ مکہ کے اعتراف کا ذکر ہے کہ جو شخص اس قرآن کو سن لیتا ہے، وہ اس سے متاثر ہو جاتا ہے۔ لہٰذا وہ یہ پروپیگنڈہ کرتے کہ یہ قرآن سنا ہی نہ کرو اور جب مسلمان قرآن پڑھ رہے ہوں تو شور مچا دیا کرو تاکہ لاشعوری طور پر بھی کسی کے کان میں اس کی آواز نہ پڑے۔

نجات کی راہ صرف قرآن ہے

آج بھی شیطان اسی طرح قوم کو گمراہی کی طرف لے جا رہا ہے کہ ہم کو قرآنی تعلیم سے دور کر دیا گیا ہے اور اس کے لئے باقاعدہ منظم تحریک کے انداز میں کام کیا جا رہا ہے۔ سکول اور کالج میں اسلامیات کی تعلیم برائے نام ہے۔ اسی طرح اہلِ قرآن اور علماء کے ساتھ نامناسب سلوک اور تحقیر آمیز رویہ رکھا جاتا ہے تاکہ دیکھنے والے اس تعلیم کی طرف توجہ ہی نہ کریں اور یہ سمجھیں کہ یہ علم دنیا میں تحقیر کا سبب ہے۔ ہمارا میڈیا قرآنی تعلیم کے سلسلے میں انتہائی پسماندہ ہے۔ ادھر ہمارے نیم خواندہ ملاؤں کی طرف سے اصرار ہے کہ قرآن مجید کو سمجھ کر پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ الغرض قرآن سے دوری کے اسباب روز افزوں رہے ہیں اور یہی سب سے بڑا شیطانی حربہ ہے۔ اس لئے دردِ دل سے یہ استدعا ہے کہ قرآن کے دامن میں پناہ حاصل کیجئے تاکہ ہم دین و دنیا میں عزت سے ہمکنار ہو سکیں۔

استقامت

ظاہر ہے کہ قرآن سے ہدایت ملے گی اور اس پر اگر استقامت نصیب ہوئی تو یہ درج ذیل آیات میں دی خوشخبری آپ کے لئے ہے:

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا رَبَّنَا أَرِنَا الَّذَيْنِ أَضَلَّانَا مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ
نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ أَقْدَامِنَا لِيَكُونَا مِنَ الْأَسْفَلِينَ ○

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ
أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ ○
نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ۖ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي
أَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ ○ نُزُلًا مِّنْ غَفُورٍ رَّحِيمٍ ○
وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّن دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنَّنِي
مِنَ الْمُسْلِمِينَ ○
وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۚ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي

Marfat

بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ○
وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا ذُوْحَظٍّ عَظِيْمٍ ○
وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ
السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○

''اور جہنّم میں کافر یہ کہیں گے کہ اے ہمارے رب! ذرا ہمیں دکھادے ان جِنّوں اور انسانوں کو جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا۔ ہم انہیں پاؤں تلے روند ڈالیں گے تاکہ وہ خوب ذلیل و خوار ہوں۔ جن لوگوں نے کہا کہ اللہ ہمارا رب ہے اور پھر وہ اس پر ثابت قدم رہے' یقیناً ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں کہ نہ ڈرو' نہ غم کرو اور خوش ہو جاؤ کہ اس جنّت کی بشارت ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ ہم اس دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے ساتھی ہیں اور آخرت میں بھی۔ وہاں جو کچھ تم چاہو گے' تمہیں ملے گا اور ہر چیز جس کی تم تمنا کرو گے' وہ تمہاری ہوگی۔ یہ ہے سامان ضیافت اس ہستی کی طرف سے جو غفور اور رحیم ہے۔ اور اس شخص کی بات سے اچھی بات اور کس کی ہوگی جس نے اللہ کی طرف بلایا اور نیک عمل کیا اور کہا کہ میں مسلمان ہوں۔ اور اے نبیؐ! نیکی اور بدی یکساں نہیں ہیں۔ تم بدی کو اس نیکی سے رفع کرو جو بہترین ہو۔ تم دیکھو گے کہ تمہارے ساتھ جس کی عداوت پڑی ہوئی تھی' وہ جگری دوست بن گیا ہے۔ یہ صفت نصیب نہیں ہوتی مگر ان لوگوں کو جو صبر کرتے ہیں اور یہ مقام حاصل نہیں ہوتا مگر ان لوگوں کو جو بڑے نصیبے والے ہیں۔ اور اگر تم شیطان کی طرف سے کوئی اکساہٹ محسوس کرو تو اللہ کی پناہ مانگ لو۔ وہ (اللہ) سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔''

مذکورہ آیتِ کریمہ کا مفہوم یہ ہے:

1- جہنّم میں کُفّار یہ چاہیں گے کہ وہ لوگ جو ان کی گمراہی کا سبب بنے' یہ ان کو مار مار کر کچل ڈالیں۔ اس کے برعکس وہ لوگ جنہوں نے اللہ کو اپنا رب مان لیا اور اس پر ثابت قدم ہو گئے ' فرمایا کہ ان پر تو فرشتے نازل ہوتے رہتے ہیں۔ فرشتے ان کو بشارتیں دیتے رہتے ہیں۔ یہ دنیا آزمائش گاہ ہے مگر تم آخرت کا خوف اور غم نہ کرو کیونکہ ہم تمہیں جنّت کی بشارت دیتے ہیں اور جنّت کی خصوصیت یہ ہے کہ جنّت میں جس چیز کی تمہیں خواہش ہوگی' وہ فوراً حاضر کی جائے گی۔

2- کسی کی زیادتی کا جواب زیادتی سے نہیں بلکہ حُسنِ اخلاق سے دیا جائے تو زیادتی کرنے والا جگری دوست بن جائے گا۔ یہ کام بہت جان جوکھوں کا ہے' کیونکہ انسان جب ایسا کرے گا تو شیطان بار بار اُکسائے گا۔ اس لئے ایسے موقعہ کے بارے میں فرمایا کہ اگر ایسا موقع آئے تو شیطان سے اللہ کی پناہ مانگا کرو۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ایک شخص غصّے میں آپے سے باہر ہو گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' ایسی

Mar

حالت میں اَعُوْذُ بِاللّٰہِ پڑھ لیا کرو۔

اس کے بعد آیتِ سجدہ ہے جس میں سورج اور چاند کو اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ نشانی فرمایا اور حکم دیا کہ اس مخلوق کے سامنے سجدہ ریز نہ ہوا کرو کیونکہ یہ بھی تو تمہاری طرح ہیں اور اگر تمہیں اللہ کی عبادت کی توفیق نہ ملی تو باقی مخلوقات خصوصاً فرشتے تو اللہ کی تسبیح و تحمید میں رات دن مستغرق ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۚ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ○

فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْئَمُوْنَ ○ السجدۃ

"اور اسی کی نشانیوں میں سے رات اور دن، سورج اور چاند ہے، تم نہ تو سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو بلکہ اس اللہ کو سجدہ کرو جس نے ان چیزوں کو پیدا کیا ہے، اگر تم کو اس کی عبادت کرنا ہے۔ پھر اگر یہ تکبر کریں تو جو فرشتے آپ کے رب کے پاس ہیں وہ رات دن اس کی تسبیح کرتے رہتے ہیں اور کبھی تھکتے ہی نہیں۔" (حم السجدہ: 37-38)

موت کے بعد کی زندگی پر ایک دلیل

اس کے بعد آخرت کے بارے میں اللہ جلَّ شانہٗ دلیل ارشاد فرماتے ہیں کہ تم دیکھتے نہیں ہو کہ زمین مردہ ہوتی ہے، ہم اس پر پانی برساتے ہیں تو مردہ زمین زندہ ہو جاتی ہے۔ اس میں سے جاندار پتے نکلنے لگتے ہیں۔ جس طرح ہم نے زمین کو زندہ کیا، اسی طرح تمہیں بھی زندہ کر دیں گے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ۭ اِنَّ الَّذِيْٓ اَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۭ اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○

اِنَّ الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا ۭ

"اور اللہ کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ تم دیکھتے ہو کہ زمین سونی پڑی ہوئی ہے پھر جونہی ہم نے اس

پر پانی برساتے ہیں تو وہ یکایک بھبک اٹھتی اور پھول جاتی ہے یقیناً وہ خدا جو اس مری ہوئی زمین کو جلا اٹھاتا ہے' وہ مردوں کو بھی زندگی بخشنے والا ہے۔ یقیناً وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ جو لوگ ہماری آیات کو الٹے معانی پہناتے ہیں' وہ ہم سے کچھ چھپے ہوئے نہیں۔" (حم السجدہ:39-40)

اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ سورہ الذاریات میں ارشاد فرماتے ہیں:

وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ

"ہم نے ہر چیز کو جوڑا جوڑا بنایا۔" (الذاریات:49)

موجودہ دور کی سائنس نے تحقیق کے بعد ثابت کیا ہے کہ دنیا کی ہر چیز جوڑے کی شکل میں پیدا کی گئی ہے حتیٰ کہ اگر آپ ایٹم کو بھی کاٹیں تو اس میں برقی ذرات الیکٹرون' پروٹون وغیرہ جوڑوں کی حالت میں ہوتے ہیں۔ بقول علامہ اقبال

؎ لہو خورشید کا ٹپکے اگر ذرّے کا دل چیریں

جس زمانے میں قرآنِ مجید نازل کیا گیا تھا' اس زمانے میں غیر جانداروں کے بارے میں یا پھر اشیاء کے بارے میں جوڑے کی شکل میں پائے جانے کا کوئی تصور موجود نہ تھا۔ لیکن قرآن بتا رہا ہے اور وہ اس بات کو دلیل بنا کر کہتا ہے کہ اگر ہر چیز جوڑا جوڑا ہے تو اس کائنات میں دنیا کا بھی دوسرا جوڑا ہونا چاہئے۔ اگر یہ دنیا ہے تو پھر آخرت بھی ہونی چاہئے۔ آخرت کے بارے میں جو اصول و بنیاد وضع کئے گئے' وہ یہ ہیں کہ وہ یوم الدین ہے اور دوسرے یہ کہ اس دن کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ اور انسان کے لئے صرف وہی کچھ ہے جس کی کہ وہ کوشش و سعی کرے۔ ہر شخص کو اس کی کوشش و جدوجہد کے مطابق ملے گا۔ اور یہ کہ اس کی کوشش اس کو دکھائی جائے گی کہ دنیا میں تم نے امتحان کے موقع پر یہ کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ہیں۔ اور ان کو اس چیز کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ اور پورا پورا بدلہ تو صرف اور صرف آخرت ہی میں ممکن ہے۔ اور یہ کہ تمہیں اللہ کی طرف پلٹ کے آنا ہے۔

قرآنِ مجید کا ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو جانا۔۔ایک معجزہ

وَإِنَّهُ لَكِتَابٌ عَزِيزٌ ۝
لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ ۖ تَنْزِيلٌ مِنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ ۝
مَا يُقَالُ لَكَ إِلَّا مَا قَدْ قِيلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ ۚ إِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ وَذُو عِقَابٍ أَلِيمٍ ۝

com

"حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک زبردست کتاب ہے۔ باطل نہ سامنے سے اس پر آ سکتا ہے نہ پیچھے سے۔ یہ ایک حکیم و حمید کی نازل کردہ چیز ہے۔ اے نبی! تم کو جو کچھ کہا جا رہا ہے اس میں کوئی چیز بھی ایسی نہیں ہے جو تم سے پہلے گزرے ہوئے رسولوں کو نہ کہی جا چکی ہو۔ بے شک تمہارا رب بڑا درگزر کرنے والا ہے اور اس کے ساتھ بڑی دردناک سزا دینے والا بھی ہے۔" (حم السجدہ: 41-43)

قرآنِ مجید کے بارے میں یہ ایک بہت بڑا دعویٰ ہے جو اس دور میں کیا گیا جبکہ نہ تو پریس تھے نہ لائبریریاں نہ بینک لاکرز۔ ایسی کوئی چیز بھی موجود نہ تھی جس میں کسی کتاب کو محفوظ کیا جا سکے۔ لیکن قرآن میں اس بات کا دعویٰ کیا گیا ہے کہ یہ کتاب ہمیشہ ہمیشہ کے لئے محفوظ رہے گی اور یہ دعویٰ کوئی معمولی دعویٰ نہیں تھا اور نہ ہے بلکہ دنیا کی کوئی طاقت' کوئی ادارہ بلکہ ساری قومیں اور حکومتیں مل کر بھی اپنی کسی دستاویز یا کتاب کے محفوظ رہنے کا دعویٰ نہیں کر سکتیں۔ لیکن قرآنِ پاک کا یہ دعویٰ ایک جگہ نہیں بلکہ بیسیوں جگہ مذکور ہے کہ اس کتابِ عزیز میں کوئی ملاوٹ نہیں کی جا سکتی۔ چودہ سو سال سے زائد کی مدت نے ثابت کر دیا کہ یہ دعویٰ سچا ہے۔ بلکہ ہر وہ چیز جس کا قرآن سے تعلق پیدا ہو گیا' وہ بھی محفوظ ہو گئی۔ دیکھئے عربی زبان محفوظ ہو گئی۔ عربی واحد زبان ہے جس میں تبدیلی نہیں آ رہی۔ کیونکہ قرآنِ مجید اس کے لئے معیار بن گیا ہے۔ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ' احادیث اور فقہ بھی محفوظ ہو گئی اور یہ بات صرف مسلمانوں کے نزدیک ہی نہیں بلکہ یہ بات ہر مسلم اور غیر مسلم کے درمیان متفقہ ہے۔ کسی کو بھی اس سے اختلاف نہیں ہے۔ قرآنِ مجید کے اس معجزے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایسا بندوبست کیا جو کسی کے تصور میں نہیں آ سکتا۔

حفاظتِ قرآن کا تکوینی طریق کار

ادھر آیات نازل ہوتیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو زبانی یاد ہو جاتیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حفظ کرنے کی ضرورت نہ پڑتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرامؓ کو پڑھ کر سنا دیتے۔ وہ بھی فوراً زبانی یاد کر لیتے۔

ایک دوسری جماعت کاغذ قلم لے کر بیٹھی ہوتی' جبرائیل علیہ السلام نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتے کہ ان آیات کو فلاں سورۃ میں فلاں آیات سے پہلے اور فلاں کے بعد درج کر لیجئے' وہی حکم آپ صحابہؓ کو دے دیتے اور یوں آیات اسی وقت بتائے ہوئے مقام پر درج ہو جاتیں۔ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں قرآنِ مجید کی تحریر و تدوین مکمل ہو چکی تھی اور صحابہ کرامؓ کے پاس قرآنِ پاک کے کئی تحریری نسخے موجود تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں صحابہؓ میں سے حُفّاظِ قرآن کی ایک بہت بڑی جماعت موجود تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سیدنا حضرت ابوبکرؓ کی زندگی میں ایک جنگ ہوئی جس کا نام جنگِ یمامہ تھا۔ اس ایک جنگ میں آٹھ سو پچاس حُفّاظ شہید ہوئے۔ پوری اُمت میں قرآن کے حُفّاظ کی تعداد کا اندازہ اب آپ بخوبی کر سکتے ہیں۔

وفات سے ایک دو سال قبل رمضان المبارک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پورا قرآن مجید جبرائیل امین کو

سناتے اور صحابہ کرامؓ اپنے قرآنِ مجید کے نسخے کی تصحیح فرمالیا کرتے۔ اور پھر جبرائیلؑ سے قرآنِ مجید سنا کرتے۔ یہی سنت تراویح کا آغاز ہے۔

اس مقام پر تین باتیں غور طلب ہیں:

1- آپ حیران ہوں گے کہ پورے قرآنِ پاک میں کہیں بھی یہ حکم نہیں کہ اس کو زبانی یاد کرو۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں میں ڈال دیا ہے کہ اس کو حفظ کرو۔

نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بھی ہزاروں حفّاظ موجود تھے۔ اس دن سے لے کر آج تک اُمتِ مسلمہ میں ایک دن بھی ایسا نہیں گزرا کہ یہ اُمت حفّاظ کرام سے محروم ہوئی ہو۔ جو بھی حافظ ہوتا ہے' سند یافتہ ہوتا ہے۔ یوں قرآنِ مجید کو لوگوں کے سینہ میں محفوظ کر دیا گیا۔

2- نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے لے کر آج تک قرآنِ مجید تحریری شکل میں موجود رہا ہے۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ قرآنِ مجید کے نسخے یکبارگی تلف ہو گئے ہوں بلکہ تواتر اور تسلسل کے ساتھ یہی معاملہ رہا ہے کہ قرآنِ مجید تحریری طور پر بھی موجود و محفوظ رہا ہے۔

3- نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بھی کسی کو قرآن پڑھایا جب تک وہ اس پر عمل نہیں کر لیتے تھے' آگے نہیں چلتے تھے۔ صحابہ کرامؓ کا کہنا ہے کہ ہم ان آیات پر عمل کرتے تھے' تو پھر ہم اور سبق لیتے تھے۔

نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف ان کو قرآن پڑھایا بلکہ پانچ لاکھ سے زائد صحابہؓ سے قرآن پر عمل بھی کروایا۔ اور صحابہ کرامؓ نے جیسے قرآن پر عمل کیا' اُمتِ مسلمہ سے لے کر آج تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت پوری ہو رہی ہے کہ میری اُمت میں قرآن والے زندہ رہیں گے جو عمل کرتے رہیں گے گو تھوڑے رہیں لیکن ختم نہ ہوں گے۔

آج بھی اہلُ اللہ' علماء' مفسّرین اور اولیاء کی ایک جماعت موجود ہے جو مکمل طور پر قرآن کے سلسلے میں سرگرم عمل ہے۔ قرآنِ مجید پہ پوری طرح عمل کرنے والے چودہ سو سال سے بغیر کسی وقفہ کے تواتر اور تسلسل کے ساتھ ہمیشہ موجود رہے ہیں۔

یوں فخریہ' یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ قرآنِ مجید تین طریقوں سے محفوظ ہے اور یہ دعویٰ کہ قرآن محفوظ رہے گا' ایک خدائی دعویٰ ہے کیونکہ کسی انسان کے بس میں یہ نہیں ہے کہ کسی بھی کتاب کو ہمیشہ ہمیش کے لئے محفوظ رکھنے کا بندوبست کر سکے۔

انسانی فطرت

اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام کو دی گئی کتاب' پھر قیامت اور اس کے بعد انسانی جبلّت کا ذکر ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

com

لَا يَسْـَٔمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَيْرِ وَاِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ فَيَـُٔوْسٌ قَنُوْطٌ ○

"انسان بھلائی کی دعائیں کرتے کرتے تو تھکتا نہیں اور اگر تکلیف پہنچ جاتی ہے تو ناامید ہو جاتا ہے اور آس توڑ بیٹھتا ہے" (حم السجدہ:49)

کیونکہ انسانی فطرت یہی ہے کہ راحت کے بعد غم آئے تو وہ راحت کو بھول جاتا ہے اور پھر سے اپنے رب کے بارے میں شکوک و شبہات کا شکار ہو جاتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ ہر چیز پر احاطہ کیے ہوئے ہے۔ وہ ان کو قیامت کے روز اس کا بدلہ ضرور دے گا۔

آفاق و انفس سے قرآن کی حقانیت پر دلائل

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِى الْاٰفَاقِ وَفِىْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ

"ہم عنقریب دنیا میں اور ان کے اندر ان کی جانوں میں اپنی نشانیاں دکھائیں گے یہاں تک کہ اُن پر یہ بات کھل کے واضح ہو جائے گی کہ یہ حق ہے۔" (حم السجدہ:53)

اس آیتِ کریمہ میں اللہ کی طرف سے دراصل یہ بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کو آفاق میں ایسی ایسی آیات دکھلائے گا کہ قرآنِ مجید اور دینِ اسلام کی حقانیت خود بخود کھل کے واضح ہوتی چلی جائے گی۔

یہ حقیقت ہے کہ اس صدی میں قرآن کی حقانیت پر سائنس اتنی بلند آہنگی سے تصدیق کر رہی ہے کہ قرآن کی بہت سی آیات جو پہلے اس طرح سے ہماری سمجھ میں نہیں آتی تھیں اب سائنس کی ایجادات سے وہ بالکل نئے انداز سے ہمارے سامنے آرہی ہیں اور سائنس نے قرآن کی حقانیت پر لبیک کہنا شروع کر دیا ہے۔

ہر رنگ تیرے رنگ میں ڈوبا ہوا نکلا
ہر نقش ترا نقشِ کفِ پا نظر آیا

ہر جلوے کو دیکھا تیرے جلووں سے منور
ہر بزم میں تو انجمن آرا نظر آیا

com

سورہ الشوریٰ (۴۲)

نام

مشورہ کی اہمیت کے ذیل میں فرمانِ الٰہی ہے "وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ۔" اس سے ہی "الشوریٰ" اس کا نام اخذ کیا گیا۔

زمانۂ نزول

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ایمان اور ہجرتِ حبشہ کے بعد یہ سورت نازل ہوئی۔

مضامین

اس سورۃ میں کفّار کو مخاطب کر کے ان کو دعوتِ فکر دی گئی اور ان کی جانب سے پیدا کئے جانے والے اعتراضات واشکالات کو دور کیا گیا۔

1- نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت مختلف قسم کی باتیں اہل مکہ کیا کرتے۔ اس سلسلہ میں فرمایا کہ انسانیت کی تخلیق کی طرح ان کی رہنمائی اور ہدایت بھی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوتی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل بھی اللہ تعالیٰ نے بے شمار انبیاء و رُسُل ہدایتِ انسانیت کے لئے مبعوث فرمائے۔ اسی لئے تمام انبیاء کی تعلیمات میں یکسانیت پائی جاتی ہے اور یہی اس کے برحق ہونے کی دلیل ہے کیونکہ انسانی دماغ و فکر کی کاوش کے نتیجے میں دین تیار ہوتا تو اس کی جہتیں مختلف اور متفرق ہوں گی۔ اس حقیقت کے واضح ہو جانے کے باوجود تمہاری ہٹ دھرمی، دین سے دوری اور شرک ایسے عظیم گناہ کے سبب تم پر آسمان پھٹ پڑے تو بعید نہیں۔ تمہاری اس بے راہروی اور گمراہی پر تو فرشتے بھی حیران ہیں۔

2- دوسرا اعتراض یہ تھا کہ یہ دین برحق ہے تو اللہ تعالیٰ ساری انسانیت کو اس پر ہی کیوں نہیں جمع کر دیتے؟

اس سلسلہ میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو جبری ہدایت مطلوب نہیں بلکہ انسان کی عظمت و شرافت کی بنیاد ہی یہ ہے کہ اسے عقل و شعور اور حق و باطل کے امتیاز کی صلاحیت دے کر پیدا کیا گیا ہے۔ اس کو ایک حد تک ذی اختیار بنایا گیا ہے کہ سوچ و بچار کر کے چاہے تو ہدایت کو اپنائے اور اگر چاہے تو گمراہی کی راہ پر چل نکلے۔ اور آخرت کی زندگی اس لئے ہی بنائی گئی ہے کہ انسان کو اس کی سوچ و فکر اور اس کے اختیاری اعمال پر جزا و سزا کا مستحق ٹھہرایا جا سکے۔ جبکہ دیگر مخلوقات کو یہ امتیاز حاصل نہیں۔ یہ عقل و شعور کا امتیاز ہی انسان کی ولایت و خلافت کی بنیاد بنایا گیا۔ جو شخص اپنے اختیار سے حق ولایت ادا کرے گا، وہی ولی و خلیفہ ہو گا اور انعامات کا حقدار بھی۔

Marfat

3- اس سورۃ میں یہ بھی صراحت کی گئی کہ منصبِ نبوّت پر کوئی شخص اپنے کسب اور ریاضت سے فائز نہیں ہو سکتا بلکہ یہ اللہ کا انعام ہے اور نبی کی ذِمّہ داری یہ ہے کہ غفلت سے بیدار کر کے گمراہ اور بھٹکے ہوئے انسانوں کو راہِ راست کی دعوت دے اور اللہ کے منکروں کو آخرت کے محاسبہ اور عذاب کی خبر قبل از وقت دے تاکہ لوگ آخرت کے عذاب اور اللہ کے غضب سے بچنے کی راہ پر چل سکیں۔ نیز نبی کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس کائنات کے خالق کا صحیح تعارف کرائے اور حق و باطل کے امتیاز کے لئے معیار اور کسوٹی دے۔ اسی لئے ہر نبی اللہ کی حاکمیّت اور الوہیت کا ذکر کر کے انسانوں کو اپنے رب کے آگے جھکنے کا حکم دیتا ہے۔

4- منصبِ نبوّت کی وضاحت کے بعد ذکر فرمایا کہ دین داری اس کا نام نہیں کہ انسان اس کی حقانیت کا اقرار کر کے بیٹھ رہے بلکہ اس کے ذِمّہ یہ ہے کہ وہ اس حقیقت کو سمجھ کر اللہ کی زمین پر بسنے والے سارے انسانوں کو اس سے متعارف کرائے اور اس دین کو اللہ کی زمین پر نافذ اور رائج کرنے کے لئے جدوجہد کرے تاکہ خود نمائی اور خود پسندی کی بدولت پیدا شدہ فرقوں اور مذاہب کا خاتمہ ہو جائے اور یہ کہ اگر اس زمین پر بسنے والے انسان اپنی بے راہروی اور گمراہی پر اڑے رہیں اور نبی کی مخالفت کرتے رہیں تو نبی کو ذرہ برابر نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔ البتہ بدترین جرم (شرک اور اللہ کے نبیوں کی مخالفت) کے باعث اللہ کے غضب کے مستحق ضرور ہو جائیں گے۔

5- نبی اور اس کے ساتھیوں کی بے داغ سیرت اور کردار کا تذکرہ ہوا اور فرمایا کہ تمہارے ساتھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم چالیس برس تک تم میں رہے اور اس دوران "کتاب اور تعلیم و تعلّم" کے تصوّر سے خالی تھے اور اس بات کے تم خود بھی شاہد ہو اور یہ سب اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ کی یہ نبوّت کسبی نہیں اور نہ ہی آپ کی خواہش پر یہ آپ کو عطا کی گئی۔ نیز یہ ضروری نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر نبی کے ساتھ براہِ راست ہمکلام ہو۔

اس سورۃ میں تفرقہ سے بچنے، وحدتِ اُمّت اور محبّت و مروّت کی ضرورت کے ساتھ ایمان، اعمالِ صالحہ، اقامتِ صلوٰۃ، انفاق فی سبیلِ اللہ، عفو و درگزر اور اصلاحِ عامہ کی تلقین ہے۔ بے حیائی، گناہ اور ہر قسم کی برائی سے بچنے کا حکم ہے۔

تفسیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شرک کے باوجود عذاب نہ آنے کا سبب

حروفِ مقطعات کے ساتھ سورۃ کا آغاز ہوا اور اللہ کی حاکمیت کا ذکر کر کے فرمایا:

تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ

"قریب ہے کہ آسمان اوپر سے پھٹ پڑیں اور فرشتے اپنے رب کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے رہتے ہیں۔ اور جو لوگ زمین میں ہیں ان کے لئے معافی مانگتے ہیں۔" (الشوریٰ:5)

یعنی ان مشرکوں کا جرم اس قدر بڑا ہے کہ اگر فرشتوں کی تسبیح نہ ہوتی تو آسمان پھٹ پڑتے۔

شرک اور اس کی اقسام

اس کے بعد شرک کی وضاحت فرمائی:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ اللّٰهُ حَفِيْظٌ عَلَيْهِمْ

"جن لوگوں نے اللہ کے علاوہ کارساز بنا رکھے ہیں وہ اللہ کو یاد ہیں" (الشوریٰ:6)

اس آیتِ مبارکہ میں شرک کی ایک قسم کا ذکر ہے جبکہ شرک کے مختلف انداز اور طریقے ہیں۔

1- اللہ کی ذات میں شریک کرنا -

2- اللہ کی صفات میں شریک کرنا -

3- اللہ کی عبادات میں شریک کرنا -

4- یہ عقیدہ رکھنا کہ نیک لوگ اللہ کے ہاں ہماری سفارش کر کے ہمیں جبراً چھڑا لیں گے یا ہماری بدعملی اور بے عملی کے باوجود اللہ کے قریب کر دیں گے۔

5- اللہ کی عظمت کا اقرار کرتے ہوئے مخلوقات میں سے اپنے لئے اولیاء اور کارساز بنا لینا۔

اس آخری قسم کا یہاں ذکر ہے اور اسی شرک سے بچانے اور 'اُمّ القریٰ' کے رہنے والوں کی راہنمائی کے لئے قرآنِ مجید اتارا گیا۔ اس قرآن کے بعد جو لوگ اپنے اختیار اور عقل سے کام لے کر اس پر عمل پیرا ہو جائیں گے' ان کے لئے رحمت اور دوسرے طبقہ کے لئے آگ کے شعلے ہیں اور فرمایا کہ ان لوگوں کی عقل و دانش پر غور کریں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۚ فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ وَهُوَ يُحْيِ الْمَوْتٰى ۡ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○

"کیا انہوں نے اللہ کے علاوہ کارساز بنائے ہیں۔ حالانکہ کارساز تو اللہ ہی ہے اور وہی مردوں کو زندہ کرے گا اور ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے" (شوریٰ:9)

یعنی اہلِ مکہ اللہ تعالیٰ کا اقرار بھی کرتے ہیں اور اپنی حاجات و ضروریات کے لئے انہوں نے اپنے لئے 360 معبود بھی خود تراش کر کے رکھے ہوئے ہیں۔ کیا یہ ان کے عقل و شعور کی ناپختگی اور کم عقلی کی دلیل نہیں کہ انہوں نے قادرِ مطلق ذات کو چھوڑ کر پتھر کے من گھڑت بتوں کو اپنا کارساز بنا رکھا ہے؟

؎ خیالِ غیر سے نفرت دلِ عاشق کو لازم ہے
محبت اُن کی کہتی ہے کہ ترک ماسوا کردوں

؎ دکھ بھی وہی دیتا ہے' سکھ بھی' پھر کاہے کا رونا ہے
یہ تو ہے اپنی اپنی بھاون جیسا مانگے ویسا پائے

شرک کا آغاز

گمراہی کا یہ سلسلہ سیدنا نوح علیہ السلام کے دور سے چلا آرہا ہے اس لئے نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی وہی طریقہ اور شریعت عطا کی جو نوح علیہ السلام کو دی گئی تھی۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ؕ

"اللہ نے تمہارے لئے دین کا وہی طریقہ مقرر کیا ہے جس کا حکم اس نے نوح (علیہ السلام) کو دیا تھا اور جسے اے محمدؐ اب تمہاری طرف ہم نے وحی کے ذریعے بھیجا ہے اور جس کی ہدایت ہم ابراہیم' عیسیٰ اور موسیٰ (علیہم السلام) کو دے چکے ہیں اس تاکید کے ساتھ کہ اس دین کو قائم کرو اور اس میں متفرق نہ ہو

جاؤ۔" (الشوریٰ:13)

یہی بات ان مشرکین کو سخت ناگوار ہوتی ہے جس کی طرف آپ انہیں دعوت دے رہے ہیں۔

ہدایت کن کو ملتی ہے؟

اللہ جس کو چاہتا ہے اپنا کرلیتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

اَللّٰهُ يَجْتَبِيٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ○
وَمَا تَفَرَّقُوٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ ۭ وَلَوْلَا
كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ وَاِنَّ الَّذِيْنَ
اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ○

"اور اپنی طرف آنے کا راستہ اسی کو دکھاتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرے۔ لوگوں میں جو تفرقہ رونما ہوا وہ اس کے بعد ہوا کہ ان کے پاس علم آچکا تھا اور اس بناء پر ہوا کہ وہ ایک دوسرے پر زیادتی کرنا چاہتے تھے۔ اگر تیرا رب پہلے یہ نہ فرما چکا ہوتا کہ ایک وقت مقرر تک فیصلہ ملتوی رکھا جائے تو ان کا قضیہ چکا دیا ہوتا اور حقیقت یہ ہے کہ وہ کتاب کا وارث بننے کے بعد اضطراب انگیز شک میں پڑے ہوتے ہیں۔"

(الشوریٰ 13-14)

یعنی جو دین ہم نے آپ کی طرف بھیجا یہ وہی ہے جو پہلے تمام انبیاء نوح علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام کی طرف بھیجا گیا۔ یہ کوئی نیا دین اور طریقہ نہیں، اہم بات یہ ہے کہ دین کو قائم کرو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو۔

فرقہ واریت کا سبب

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۠

"اللہ کی رسی کو سب مضبوطی سے پکڑلو تاکہ تم فرقہ فرقہ نہ ہو۔"

اس آیت میں ولا تفرقوا میں جو واؤ ہے اس کو واؤ **سببیہ** کہتے ہیں۔ جیسے ہم کسی بچے سے یوں کہتے ہیں کہ بیٹے محنت کرو اور کامیاب ہو جاؤ۔ مطلب یہ ہے کہ محنت کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ تو یوں کہا گیا کہ اللہ کی رسی کو یعنی قرآن اور سنت کو سارے لوگ، سارے مسلمان مضبوطی سے تھام لیں تاکہ تفرقہ نہ پڑے۔ یعنی اگر قرآن کو مضبوطی سے نہیں تھامو گے تو فرقہ فرقہ ہو جاؤ گے جس کا دوسرا مفہوم یوں ہوگا کہ اگر تم فرقہ فرقہ ہو چکے ہو تو اس کا بنیادی سبب یہ ہے کہ تم نے قرآن کو مضبوطی سے نہیں پکڑا ہے۔

at.com

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِیْہِ ؕ

"دین کو قائم کرو تاکہ تم فرقہ فرقہ نہ بن جاؤ"

سب لوگ مل کے اللہ کے دین کو قائم کرنے میں لگ جاؤ۔ ایسا نہیں کرو گے تو فرقہ بندی کا شکار ہو جاؤ گے کیونکہ فرقہ بندی کے دو اسباب ہیں۔

1- قرآن سے بے پرواہی۔

2- دین نافذ کرنے کی کوشش نہ کرنا۔

آپ ذرا اپنے اردگرد نگاہ دوڑائیں۔ فرقہ بندی کے ماہرین چھوٹی چھوٹی باتوں کی وجہ سے جھگڑے کر رہے ہیں اور دین کی بنیادوں کو قائم کرنے کی فکر ہی نہیں کرتے۔ اسی لئے فرمایا کہ دین کو قائم کرو۔

اقامتِ صلوٰۃ کا معنیٰ

سوال یہ ہے کہ نماز کو قائم کرنے سے کیا مراد ہے؟ اس کے لئے فرمایا گیا کہ "اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ" کہ نماز کو قائم کرو۔ کیا نماز کو قائم کرنے سے مراد یہ ہے کہ نماز ادا کرلی جائے اور بس۔ نہیں بلکہ نماز قائم کرنے سے مراد یہ ہے کہ ایک ایسا نظام قائم کیا جائے کہ اس میں ہم، ہمارے گھر اور محلے والے بھی نماز پڑھنے لگ جائیں۔ اور جو نماز نہ پڑھے اس کو سزا دی جائے۔ اس کے لئے اسلامی شریعت میں تعزیر ہے۔ کیونکہ اس سے ڈسپلن قائم ہو گا۔ بالکل ایسے جیسے فوج میں بگل بجنے پر سپاہی میدان میں نکل آتا ہے اور جو نہیں آتا اس کا کورٹ مارشل ہوتا ہے۔ نماز قائم کرنے سے ایک نظام قائم ہو گا اور پھر دین قائم ہو گا یعنی ایک سسٹم اور نظام بنے گا جس کی وجہ سے سارا معاشرہ دینی احکام کے مطابق اپنی زندگی گزارے گا۔ ذرا تفصیل میں چلئے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَۃُ فَاقْطَعُوْٓا اَیْدِیَھُمَا

"چور مرد اور چور عورت! ان کے ہاتھ کاٹ دو" (المائدہ:38)

اس کے لئے ایک سرکاری نظام اور حکومت کے تحت ایک قاضی ہو گا جس کا فیصلہ بہر حال ماننا پڑے گا۔ دوسرا حکم دیا کہ

وَلَکُمْ فِی الْقِصَاصِ حَیٰوۃٌ یّٰٓاُولِی الْاَلْبَابِ

"اے عقل والو۔ تمہارے لئے جان کے بدلے جان کا بدلہ لینے میں زندگی ہے۔" (البقرہ:79)

اب قاتل کو سزا دینے کے لئے اسلامی عدالت ہو گی۔ انگریز بہادر کی قائم کردہ عدالت نہیں۔ اسی طرح فرمایا کہ "سود لینا اور دینا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف اعلانِ جنگ ہے۔" یعنی ایک معاشی نظام قائم کیا جائے جو سود سے پاک ہو۔ تو اب "دین کو قائم کرو" کا مطلب یقیناً واضح ہو گیا۔

1

اسی طرح قرآنی حکم ہے:

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ

"زانی عورت اور مرد! ان کو سو سو کوڑے مارو" (النور:2)

ظاہر ہے یہ کام بھی اسلامی حکومت ہی کرے گی۔ کیونکہ دین صرف عبادات کا نام نہیں بلکہ دین اخلاق' معاملات' حقوق' تعزیرات وغیرہ کا نام ہے جن کو نافذ کرنے سے دین قائم ہو گا اور یہ بات مشرکین کو بہت ناگوار گزرتی ہے کہ دین کی تشریح یوں کی جائے۔ ہاں! اگر دین انفرادی معاملہ ہو تا تو بات ہر خطرے سے خالی تھی۔ مسجد میں گھن گرج کر لی' ہاتھ چوموا لئے' اپنی چودھراہٹ قائم کر لی اور بس۔ ایسی صورت میں تو مسجد اور چرچ میں کوئی فرق نہ رہا۔ اس طرح کے دین پر تو دنیا کے بڑے سے بڑے ظالم اور انسان دشمن شخص کو بھی کوئی اعتراض نہیں ہو گا لیکن اگر نماز کو متعدی بنایا جائے کہ نماز اخلاق' معاملات' کاروبار' دفتروں' عدالتوں اور وزارتوں وغیرہ سب پر اثر انداز ہونے لگے تو پھر یہی نماز انفرادی اور اجتماعی زندگی میں عظیم انقلاب کا سبب بن جائے گی اور دین کو قائم کرنے کا پیش خیمہ ثابت ہو گی۔ نماز اور دین کی اس تعبیر پہ لوگوں کو ناگواری ہوتی ہے کیونکہ اقامتِ دین کی یہ شکل ہر ظلم' ہر استحصال' ہر کفر اور ہر ضلالت کے راستہ میں چٹان بن کر کھڑی ہو جاتی ہے۔

ناگواری کیوں؟

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ إِلَيْهِ

"مشرکین کو یہ بات بہت ناگوار گزرتی ہے جس کی طرف تم ان کو بلاتے ہو" (الشوریٰ:13)

شعیب علیہ السلام کو بھی قوم نے کہا کہ کیا تیری نماز ہمیں ہماری جائیدادوں سے محروم کرتی ہے؟ کیونکہ تمہاری نماز کہتی ہے کم نہ تولو' حلال کماؤ اور یہ بات مشرکینِ مکہ کو اور (معذرت کے ساتھ) آج ہم کو ناگوار گزرتی ہے۔

دو قسم کے لوگ

دیکھئے معاشرہ میں دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں: ایک وہ لوگ کہ اللہ تعالیٰ خود ہی انہیں کالر سے پکڑ کے اپنی طرف کھینچ لیتا ہے' جس کے بارے میں فرمایا:

اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ

"اللہ جس کو چاہتا ہے اپنے لئے چن لیتا ہے" (الشوریٰ:13)

آپ کو کئی لوگ ملیں گے کہ ساری عمر گمراہ رہے مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف اس طرح سے کھینچ لیا کہ باقی لوگ ان کی گرد کو بھی نہ پہنچ سکے۔

at.com

دوسری قسم کے لوگ ہیں جن کے بارے میں ارشادِ ربانی ہے:

وَيَهْدِيٓ إِلَيْهِ مَنْ يُّنِيبُ ○

"جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے' اللہ تعالیٰ اسے ہدایت عطا فرما دیتے ہیں۔" (الشوریٰ:13)

فرقہ واریت ---- مشرکین کا کام ہے

اسی طرح اللہ ربُّ العزت نے ایک مقام پر فرقہ پرستی کی مذمت میں فرمایا:

وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ○ مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا

"اور مشرکوں میں سے نہ بن جاؤ جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور الگ الگ جماعتیں بن گئے" (الروم:31-32)

اس آیت میں بہت قطعیت کے ساتھ یہ بات بیان کر دی گئی کہ دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دینا اور پوری اُمّت مسلمہ کو گروہوں میں تقسیم کر دینا دراصل مشرکین کا کام ہے۔ صاف اور سیدھی بات ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کی ذات' صفات' حقوق اور اختیارات میں کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا وہ' تو صرف ایک اللہ کی عبادت کرے گا اور اتباع رسول کرے گا۔ اسے بال کی کھال اتارنے اور خواہ مخواہ کے جھگڑوں جھمیلوں میں پڑنے کی فرصت ہی نہیں ہو گی۔ ایسا شخص تو وحدتِ ملّت کا مصدر و منبع ہے۔ ایسے شخص کے ہاں علمی اختلاف کی بھی گنجائش ہے۔ اس کے ہاں ایک آیتِ قرآنی اور ایک حدیث کے کئی معنی اور کئی تاویلیں کی جا سکتی ہیں۔ یہ شخص مختلف معانی اور مختلف تاویلیں کرنے والے علماء کو بھی اپنی طرح کا نیک نیت عالم ہی سمجھے گا اور پورے وقار' عزت' حُسنِ ظن اور تحمل کے ساتھ ہر اس رائے کو برداشت کرے گا جو اس کی ذاتی رائے سے مختلف ہو گی۔ اس شخص کے رویے کے نتیجے میں مختلف آراء' مختلف معانی اور مختلف تاویلات کے لوگ ایک ہی جگہ نیک نیتی اور خوش دلی سے اکٹھے ہو سکتے ہیں اور اکٹھے مل کر اقامتِ دین کا کام کر سکتے ہیں۔ اس کے برعکس ایک مشرک انسان کا رویہ بالکل مختلف ہو گا۔ بدنصیبی یہ ہے کہ بعض لوگوں کو پتہ بھی نہیں ہوتا کہ وہ مشرک ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایسے لوگ قسمیں کھا کھا کر قیامت کے روز کہیں گے کہ ہم مشرک نہیں تھے:

وَاللَّهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ ○

"اپنے پروردگار اللہ کی قسم! ہم مشرک نہیں تھے۔" (الانعام:23)

اللہ کے حضور اس دن جھوٹی قسم کھانے کا تو سوال ہی نہیں ہو گا۔ اصل معاملہ یہ ہو گا کہ یہ لوگ زندگی بھر لاعلمی اور جہالت کی وجہ سے شرک کرتے رہے ہوں گے۔ اسی شرک کو یہ لوگ خلوص نیت مگر جہالت کی وجہ سے عین توحید سمجھتے رہے ہوں گے۔

ہاں! تو ایک مشرک انسان کا رویہ یہ ہوتا ہے کہ موحد کے برعکس اسے ایک خدا کی عبادت کے ساتھ ساتھ کئی

com

اور ہستیوں کی عبادت کی بھی گنجائش رکھنی پڑتی ہے۔ یہیں سے راہیں جدا ہو جاتی ہیں اور کئی فرقوں کی بنیادیں پڑ جاتی ہیں۔ ایسا شخص علم کے باوجود ہٹ دھرمی سے دین کی نئی سے نئی تاویلیں اور معانی نکالتا ہے اور ڈھٹائی کے ساتھ ہر اس شخص کو کافر اور گمراہ قرار دیتا ہے جو اس سے اختلاف رائے رکھے۔ اس شخص کو تو اپنے حلوے مانڈے' سیاسی دہلیزوں پر جبہ سائی' عوامی خواہشات کے مطابق وعظ گوئی' قصہ گوئی' مجمع بازی' مناظرہ بازی' لاؤڈ سپیکر کی گھن گرج' اشتہارات میں نام و نمود' دیواروں پہ اپنے نام کی کثرت ظہور' ہر قسم کی سستی شہرت' حصول اقتدار اور مال و دولت جمع کرنے کا ہی فکر لاحق رہتا ہے۔ اس کے لئے اسے اپنے جبہ و دستار کو سنوارنا پڑتا ہے۔ کرامات بیان کرنے والی ایک جماعت اپنے ساتھ رکھنی پڑتی ہے اور اچھا بھلا خرچہ ان پر اٹھانا پڑتا ہے۔ ایسے شخص کی ترجیحات میں کبھی یہ بات نہیں آتی کہ وہ صرف ایک اللہ کی عبادت کرے اور صرف رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرے۔ اسے تو اپنی گمراہیوں کی رعایت رکھتے ہوئے کئی راستے کھولنے پڑتے ہیں اور یہی فرق اور فرقہ پرستی کا اصل سبب ہے۔ قرآنِ مجید ان لوگوں کو مشرکین قرار دیتا ہے کیونکہ یہ دراصل اللہ تعالیٰ کی نہیں بلکہ غیروں کی خصوصاً اپنے نفس کی عبادت کر رہے ہوتے ہیں۔

اس کے بعد فرمایا کہ آپ اعلان کر دیں کہ مجھے عدل قائم کرنے کا حکم ملا ہے' اور عدل یہ کہ اللہ میرا اور تمہارا رب ہے اور وہ ایک ہے اور اس کی صفت یہ بھی ہے:

اَللّٰهُ لَطِيْفٌۢ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ○
مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ
حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ

"اللہ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے جسے جو کچھ چاہتا ہے' دیتا ہے اور وہ بڑی قوت والا اور زبردست ہے۔ جو کوئی آخرت کی کھیتی چاہتا ہے اس کی کھیتی کو ہم بڑھاتے ہیں اور جو دنیا کی کھیتی چاہتا ہے اسے دنیا میں ہی دیتے ہیں مگر آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہے۔" (الشوریٰ:19-20)

یعنی اللہ تعالیٰ تمام بندوں پر مہربان ہیں اور دنیا دارالعمل اور دارالامتحان ہے' اس لئے کسی بندے کو بھی کسی عمل پر زبردستی سے مجبور نہیں کرتے۔ بلکہ ہر شخص کو نیکی اور برائی کا برابر موقع دیتے ہیں۔ مختصراً یہ اللہ تعالیٰ کا پیغام ہے کہ جو شخص نیکی کا راستہ چن لیتا ہے ہم اس کی مدد کرتے ہیں۔ جو شخص اپنی مرضی سے برائی کا راستہ چن لے ہم اس کی مدد کے سامان آزاد چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ نہیں کہ نیکی میں مدد کریں اور برائی کرنے والا کا راستہ روک لیں کیونکہ یہ تقاضائے عدل کے خلاف ہے۔ پھر فرمایا کہ جو شخص آخرت چاہے گا تو ہم اس کو آخرت دیں گے اور دنیا بھی! کیونکہ آخرت دنیا کے راستے ہی ملا کرتی ہے۔ دنیا کے بغیر آخرت نہیں ملتی کیونکہ جو دنیا میں وقت گزارے گا' بیوی بچوں میں رہے گا' کاروبار کرے گا' کمائے گا' خرچ کرے گا' لوگوں کے ساتھ معاملات کرے گا' بگڑے گا'

at.com

جھڑکیاں کھائے گا' دھکے کھائے گا' زیادتیاں سہے گا اور زیادتیاں کرے گا اور اس طرح وہ آخرت میں پہنچ جائے گا تو وہاں اس کے ساتھ جزا و سزا کا معاملہ ہو گا اور جس کو دنیا نہ ملی اس کے لئے جزا و سزا کیسی؟

جو شخص صرف دنیا حاصل کرنا چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو دنیا میں سے کچھ دے دیتے ہیں اور آخرت میں بالکل نہیں دیتے۔ ہاں جو شخص آخرت حاصل کرنا چاہتا ہے تو اسے آخرت بھی دیتے ہیں اور دنیا بھی عطا کرتے ہیں۔

احساسِ قرابت داری

اس کے بعد فرمایا کہ اگر میری تعلیم نہیں اپنانا چاہتے ہو تو تمہیں قرابت کا احساس ہی کرلینا چاہئے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ؕ

"کہہ دیجئے! کہ میں اس کام سے صلہ نہیں مانگتا مگر قرابت کی محبت تو چاہئے" (الشوریٰ:23)

یہ اس لئے فرمایا کہ صلہ رحمی اور قرابت کا پاس شرفاء کی شرافت کی پہچان ہے۔

ہٹ دھرمی اور وبال

اس کے بعد فرمایا کہ اگر تم اپنی ہٹ دھرمی کے باعث وبال کا شکار ہو جاؤ تو اس میں میرا کیا قصور؟ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۝

"تم پر جو مصیبت آئی ہے تمہارے اپنے ہاتھوں کی کمائی سے آئی ہے۔ اور بہت سے قصوروں سے وہ ویسے ہی درگزر کر جاتا ہے" (الشوریٰ:30)

اللہ تعالیٰ انسان کی عام غلطیاں معاف کر دیتا ہے اور جب انسان سنبھلنے کے بہت سے مواقع ضائع کر دیتا ہے' اس کی زندگی میں شر غالب آ جاتا ہے اور خیر مغلوب ہو جاتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ گرفت فرما لیتے ہیں۔ سیدنا عمرؓ نے ایک شخص کو چوری کے جرم میں ہاتھ کٹنے کی سزا سنا دی۔ اس نے کہا: امیر المؤمنین! یہ پہلا موقع تھا کہ میں نے چوری کی ہے۔ انہوں نے فرمایا: یہ پہلا موقع نہیں۔ اللہ نے تمہیں سنبھلنے کے بہت مواقع دیئے۔ تم نے تمام مواقع گنوا دیئے اور آخر اللہ نے تمہارا راز فاش کر دیا اور تمہیں سزا دی گئی۔ وہ کہنے لگا: اے امیر المؤمنین! آپ کو کیسے پتہ چلا؟ انہوں نے فرمایا کہ قانونِ الٰہی ایسا ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ بہت سے گناہ معاف کر دیتا ہے اور جب انتہا ہو جائے تو پکڑ لیتا ہے۔ اسی طرح اقوام کو بھی ڈھیل دیتا ہے اور پھر اچانک پکڑ لیتا ہے۔ ارشادِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

"اہلِ ایمان کو جو تکلیف آتی ہے ان کے گناہوں کا کفارہ اور درجات کی بلندی کا سبب بنتی ہے۔ حتیٰ کہ اگر کانٹا بھی چبھتا ہے تو اللہ اس کو کسی نہ کسی خطا کا کفارہ بنا دیتا ہے۔"

com

دنیا آخرت کی کھیتی

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝

وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ۝

وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۠ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ۠ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝

وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ۝

"جو دیا گیا ہے وہ محض دنیا کی زندگی کا سرو سامان ہے اور جو کچھ اللہ کے ہاں ہے وہ بہتر بھی ہے اور پائیدار بھی۔ وہ ان لوگوں کے لئے ہے جو ایمان لائے ہیں اور اپنے اللہ پر بھروسہ کرتے ہیں جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے پرہیز کرتے ہیں اور جب غصہ آجائے تو درگزر کر جاتے ہیں۔ جو اپنے رب کا حکم مانتے ہیں' نماز قائم کرتے ہیں' اپنے معاملات باہمی مشورے سے چلاتے ہیں' ہم نے جو کچھ بھی رزق انہیں دیا ہے' اس میں سے خرچ کرتے ہیں اور جب ان پر زیادتی کی جاتی ہے تو پھر اس کا مقابلہ کرتے ہیں۔" (الشوریٰ:36-39)

اس کے بعد فرمایا:

وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝

"جس شخص نے صبر کیا اور معاف کیا تو بلاشبہ وہ بلند ہمت والا ہے۔"

(الشوریٰ:43)

صبر کرنے والا شخص وہ ہے جو اپنے نفس کو بروقت قابو میں رکھے اور اللہ کی اطاعت کرے۔ اگر اس کو آسانیاں اور نعمتیں ملیں تو اللہ کی اطاعت کرتا رہے اگر مشکلات درپیش ہوں تو بھی اللہ کی اطاعت کرتا رہے۔ اور شکور کے معنی ہیں شکر کرنے والا کہ اگر اللہ تعالیٰ اس کو نعمتیں دے تو وہ کہے کہ یہ نعمتیں اللہ کی دی ہوئی ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ اس سے نعمتیں چھین لے اور مشکلات آجائیں تو یوں کہے کہ آج مشکل آگئی تو کیا ہوا؟ اب تک اللہ نے جو نعمتیں دیں وہ تھوڑی نہ تھیں اور اب بھی نعمتیں تو باقی ہیں' تھوڑی سی نعمتیں چھن جانے پر اللہ کی ناشکری کیسے کروں؟ کیونکہ جس قدر نعمتیں تمہیں دنیا میں حاصل ہیں یہ چند روزہ سامان ہے۔ اصل نعمتیں اور اصل خیر وہ ہے جسے تم اللہ کے ہاں ہمیشہ کے لئے دے دو۔ حضورؐ نے فرمایا کہ دنیا میں تمہارا نصیب یہ ہے جو تم نے کھالیا' فنا ہو گیا جو تم نے پہن لیا وہ بوسیدہ ہو گیا اور جو تم نے آگے دے دیا اور اسے ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا' اور پھر فرمایا کہ اصل نقصان تو آخرت کا

نقصان ہے۔ اس لئے آخرت کے عذاب تک پہنچائے جانے سے پہلے پہلے اللہ کا حکم مان لو' کیونکہ اس دن اس کی رحمت کے علاوہ کوئی ٹھکانا نہ ہو گا۔

کل ہوس اس طرح سے ترغیب دیتی تھی مجھے
کیا ہے ملک روم' کیا ہی سر زمین طوس ہے

گر میسر ہو تو کیا عشرت سے کیجئے زندگی
اس طرف آواز طبل ادھر صدائے کوس ہے

سنتے ہی عبرت یہ بولی اک تماشا میں تجھے
چل دکھاؤں تو کہ قیدِ آزر کا محبوس ہے

لے گئی یکبارگی گورِ غریباں کی طرف
جس جگہ جانِ تمنا سو طرح مایوس ہے

مرقدیں دو تین دکھلا کر لگی کہنے مجھے
یہ سکندر ہے' یہ دارا ہے' یہ کیکاؤس ہے

آپ کو فرمایا گیا کہ اگر لوگ آپ کی بات نہ مانیں تو بھی آپ فکر مند نہ ہوں کیونکہ آپ کی ذمہ داری حق بات کا پہنچا دینا ہے اور انسان کا مزاج تو بہت ہی متلون ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ذکر ہے اور بیٹے بیٹیوں کی نعمت سے نوازنے کا تذکرہ ہے۔

وحی والہام کی قسمیں

سورۃ کے اختتام سے قبل اللہ کے اپنے نبیوں کے ساتھ ہمکلام ہونے کا ذکر ہے۔ اللہ ربُّ العزت ہر نبی کے ساتھ براہِ راست ہم کلام نہیں ہوتے بلکہ اللہ کے ہاں تین طریقے مروج ہیں:

1- دل پر کسی پیغام کو وارد کر دینا۔

2- پس پردہ کلام کرنا۔

3- فرشتے کے ذریعے سے پیغام پہنچانا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بِإِذْنِهِ مَا يَشَاءُ ۚ إِنَّهُ عَلِيٌّ حَكِيمٌ ○

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ۭ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِنَا ۭ وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝
صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ اَلَآ اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ ۝

"اور کسی انسان کے لئے ممکن نہیں کہ اللہ اس سے بات کرے مگر الہام یا پردے کے پیچھے سے یا کوئی فرشتہ بھیج دے تو وہ (فرشتہ) اللہ کے حکم سے جو وہ چاہے القاء کرے۔ بے شک وہ عالی مرتبہ حکمت والا ہے اور اسی طرح ہم نے اپنے حکم سے تمہاری طرف روح القدس کے ذریعہ قرآن بھیجا ہے۔ تم نہ تو کتاب کو جانتے تھے اور نہ ایمان کو۔ لیکن ہم نے اس کو نور بنایا کہ اس سے ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں ہدایت کرتے ہیں اور بے شک تم سیدھا رستہ دکھاتے ہو۔ یعنی اللہ کا رستہ جو آسمانوں اور زمین کی سب چیزوں کا مالک ہے۔ دیکھو! سب کام اللہ کی طرف لوٹیں گے اور وہی ان میں فیصلہ کرے گا۔"

(شوریٰ:51-53)

سورہ الزخرف (۴۳)

نام

اس سورۃ میں لفظ "الزخرف" کے تذکرہ کے باعث یہ سورۃ کا علامتی نام ہے۔

زمانۂ نزول

قرائن سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس سورۃ کا نزول سفرِ طائف کے بعد ہوا۔

مضامین

1- اہلِ عرب اپنے مشرکانہ نظریات و عقائد کے سلسلے میں جو دلائل پیش کرتے تھے' ان کی نامعقولیت اور بودے پن کو اس سورۃ میں واضح کیا گیا۔ مشرکین کے پاس اپنے شرک کے حق میں ایک دلیل یہ تھی کہ ہمارے باپ دادا اسی دین پر ہی کاربند تھے۔ اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ کسی بھی مذہب و دین کی حقانیت کی بنیاد آباؤ اجداد اور اسلاف کا تعامل نہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی مشرک قوم اور آباؤ اجداد کے مذہب کو ٹھکرا دیا کیونکہ اس میں معقولیت یا آسمانی تعلیم کی تائید شامل نہ تھی۔ اس لئے تم بھی ابراہیم علیہ السلام کی طرح اس خلافِ فطرت اور خلافِ شریعت دین کو ترک کر دو اور حقیقی دین یعنی ملّتِ ابراہیمی میں داخل ہو جاؤ۔

مشرکینِ مکّہ کی جانب سے ایک اور دلیل یہ پیش کی جاتی تھی کہ عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہ کر ان کی پوجا کرتے ہیں حالانکہ وہ آسمانی تعلیمات (انجیل) کے علمبردار اور امین ہیں۔ اس اشکال کے ازالے کے لئے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام یا آپ کے علاوہ کسی اور نبی نے کبھی نہ تو خود شرک کیا اور نہ ہی اپنے اُمتیوں کو شرک کی تلقین کی۔ بلکہ عیسائیوں کے اس عمل کے نتیجے میں حشر کے میدان میں جب عیسیٰ علیہ السلام سے اس شرک کی بابت سوال کیا جائے گا تو آپ اس سے برأت کا اعلان کر دیں گے۔ (تفصیلات سورۃ مائدہ میں مذکور ہیں) اصل حقیقت یہ ہے کہ عیسائیوں نے از خود شرک کا آغاز کیا' اس لئے ان کی گمراہی کو بطور دلیل پیش نہیں کیا جا سکتا۔

2- مشرکین کے نظریات و عقائد کی نامعقولیت کے ذکر کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ شریر لوگوں کی شرانگیزی کی وجہ سے وحی کا سلسلہ منقطع نہیں کیا کرتے بلکہ جو لوگ اس وحی کو نہ مانیں اور اس وحی کے امین نبیؐ کی مخالفت پر کمربستہ ہو جائیں' ان کو ہلاک کر کے زمین کو ان کے شر سے پاک کر دیا جاتا ہے۔

اسی طرح کُفّارِ مکّہ کے تذکرے میں اس کی صراحت بھی کر دی کہ یہ تو خود محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوائے توحید کو جزوی طور پر تسلیم کرتے ہیں یعنی زمین و آسمان' جن و انس اور کائنات کے ہر ذرّے کا خالق اللہ تعالیٰ ہی کو

سمجھتے ہیں مگر اس صحیح عقیدہ میں ابلیس کے بہکاوے کی وجہ سے شرک کی آمیزش کر دیتے ہیں اور پھر انانیت اور نفس پرستی کے باعث اسی غلط عقیدے پر اڑ جاتے ہیں۔ اس شرک میں ان کے غلو کی انتہا یہ ہے کہ وہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دے کر ان کے مجسمے تراشتے ہیں۔ ان مجسموں کو زنانہ ساخت میں تراش کر اپنی عبادت گاہ میں سجا لیتے ہیں اور پھر ان کی عبادت میں مشغول ہو جاتے ہیں۔

جب ان لوگوں کو ان کی اس حماقت اور جہالت پر ٹوکا جاتا ہے تو تقدیر کو بہانہ بنا کر اپنے شرک کے لئے جواز پیدا کرنا شروع کر دیتے ہیں اور اس کی توجیہ یوں کرتے ہیں کہ اگر ہمارے اس عمل (شرک) میں اللہ کی رضا شامل نہ ہوتی تو وہ ہم کو اس کی مہلت ہی کیوں دیتا؟ حالانکہ اللہ کی پسند و ناپسند معلوم کرنے کا یہ معیار اور کسوٹی نہیں اور نہ ان کے آباؤ اجداد کا پشت در پشت ان نظریات پر کاربند رہنا کوئی دلیل ہے۔ اصل دلیل اور معیار تو وحیِ الٰہی ہے جس کے ذریعے ہم اللہ کی پسند و ناپسند کی پہچان کر سکتے ہیں۔ باقی رہا معاملہ اللہ کی مشیت کا تو کیا اس دنیا میں جس قدر کام ہو رہے ہیں مثلاً زنا، قتل و غارت، چوری اور ڈکیتی وغیرہ یہ سب اللہ کی رضا کے تحت ہو رہے ہیں؟ کوئی بھی سلیمُ الفطرت انسان یہ بات قبول نہیں کر سکتا۔

3- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و نبوت کو تسلیم کرنے کے سلسلے میں کُفارِ مکہ کو یہ اعتراض تھا کہ آپ کے پاس دولت، حکومت اور ظاہری شان و شوکت کا کوئی بھی تو سامان نہیں۔ اس کے جواب میں فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے اقرار سے فرار کے لئے فرعون کی دلیل بھی ایسی ہی تھی۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبوت و رسالت دینے کے لئے انسان کے پاس یہ اسباب ہونا شرط نہیں۔

اہلِ مکہ نے عیسائیوں کے عمل سے جو استدلال کیا، اس کے جواب میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی اولاد نہیں اور نہ اللہ کے ہاں ایسا کوئی سفارشی سفارش کر سکے گا جو اللہ تعالیٰ کے عذاب اور سزا سے تم کو بچا سکے۔ کیونکہ شفاعت کا حق اللہ تعالیٰ صرف مومنین اور نیک لوگوں کو دیں گے۔ اس سورۃ کی خصوصیت توحید کی عظمت کو اُجاگر کر کے ظلم و اسراف سے روکنے کی تلقین ہے۔

Mart

تفسیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتابِ مُبین کیا ہے؟

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

حٰمٓ ۝ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝
اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝
وَاِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ ۝

"حم قسم ہے اس واضح کتاب کی کہ ہم نے اسے عربی زبان کا قرآن بنایا ہے تاکہ تم اسے سمجھو اور درحقیقت یہ اُمّ الکتاب میں ثبت ہے۔ یہ ہمارے ہاں بڑی بلند مرتبہ اور حکمت سے لبریز کتاب ہے۔"

(الزخرف: 1-4)

قرآن اپنے آپ کو اکثر و بیشتر کتاب مبین کہتا ہے اور اس کی زبان کو "عربی مبین" قرار دیتا ہے۔

مبین وہ حقیقت ہوتی ہے جو وضاحت سے بیان کر دی گئی ہو۔ اس میں کوئی پیچ و خم، مشکل معنی، مشکل مضامین یا سمجھ میں نہ آنے والی بات نہ ہو بلکہ آسان، کھلی، واضح اور عام فہم باتیں ہوں۔ مسلمانوں میں ایک گروہ تھا اور اب بھی ہے جو کہتا ہے کہ قرآن کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن۔ وہ لوگ قرآن کی اس آیت کی کوئی توجیہ نہیں پیش کر سکتے۔ قرآنِ مجید تو اپنے آپ کو ظاہر اور واضح قرار دے رہا ہے۔ قرآن تو اس بات کی کوئی گنجائش نہیں چھوڑتا کہ اس کا ایک ظاہر ہو اور اس سے الگ اس کا ایک باطن۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝

"ہم نے نصیحت کے لئے اسے بہت آسان کر دیا ہے۔ کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے؟"

اور یہ اس لئے کہ تم اسے سمجھو اور تدبر سے کام لو اور ان لوگوں کی غلطی کی بھی نشاندہی کی گئی جو یہ کہتے ہیں کہ قرآنِ مجید کو بغیر سمجھے ہی پڑھ لینا کافی ہے کیونکہ قرآن ہماری سمجھ سے باہر ہے۔ حالانکہ قرآنِ مجید یہ تقاضا کرتا ہے کہ اس کو سمجھ کر پڑھا جائے۔

قرآن میں کئی مقامات پر یہ ارشاد ہے:

لَعَلَّکُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ   لَعَلَّکُمۡ تَذَکَّرُوۡنَ

تدبر اور تذکر کی بات بار بار کہی گئی ہے۔ ظاہر ہے اللہ کے پیغام کو جب تک ہم سمجھیں گے نہیں تو قبول کرنے کا کیا معنی؟ اور یقین و ایمان دل میں کیسے اترے گا؟ ذرا غور کیجئے کہ وہ شخص جو اپنی زندگی کے طویل المیعاد پروگرام میں کہیں بھی قرآن کو سمجھ کر پڑھنے اور اس پر عمل کو شامل نہیں کرتا' اس کا قرآن پر ایمان کیسا کہ وہ اپنے مالک کے کلام کو سمجھتا نہیں اور نہ سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔ ہاں یہ ہے کہ وہ ایمان کا دعویٰ تو ضرور ہو گا لیکن شعوری اور حقیقی طور پر نہیں۔ ذرا غور کیجئے کہ قرآن اس کا بار بار تقاضا کر رہا ہے اور ہم ہیں کہ اسے ماننے کو تیار نہیں' حالانکہ یہ اُمّ الکتاب ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی تمام کتابیں اس میں شامل ہیں۔

کفر کا انجامِ بد

ہر دور کے کافروں نے ان آسمانی تعلیمات کا مذاق اڑایا جس کا انجام بھی یوں ان کے سامنے آ گیا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَاَهۡلَکۡنَاۤ اَشَدَّ مِنۡهُمۡ بَطۡشًا وَّ مَضٰی مَثَلُ الۡاَوَّلِیۡنَ ۝

"پھر ہم نے ان لوگوں کو جو کہ ان سے زور آور تھے غارت کر ڈالا اور پہلے لوگوں کی یہ حالت گذر چکی ہے (یعنی متکبر اور سرکش لوگوں پر پہلے بھی عذاب ہو چکا ہے)"

(الزخرف:8)

کُفّار کا اقرارِ توحید

اس کے بعد مسلسل کئی آیات میں کُفّار کا اقرارِ توحید اور اللہ کی نعمتوں کا ذکر ہے۔ ان میں ایک نعمت پانی کے ذریعے نقل و حمل بھی ہے۔ اس لئے فرمایا کہ جب تم اللہ کی ان مسخر کی گئی سواریوں پر سوار ہونے لگو تو یوں تسبیح و حمد کیا کرو:

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَ مَا کُنَّا لَهٗ مُقۡرِنِیۡنَ ۝
وَ اِنَّاۤ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنۡقَلِبُوۡنَ ۝

"وہ ذات پاک ہے جس نے اس کو ہمارے زیرِ فرمان کر دیا اور ہم میں طاقت نہ تھی کہ اس کو بس میں کر لیتے اور ہم اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔" (الزخرف:13-14)

سیدنا علیؓ سے روایت ہے کہ جب بھی آدمی کسی سواری پر سوار ہونے لگے تو یہ دُعا پڑھ لیا کرے تو سفر کی صعوبتوں سے محفوظ رہے گا۔ اس نعمت کے ذکر کے بعد کُفّار کے چند اقوال کا ذکر ہے، جو حقیقت کے برعکس ان کے اپنے من گھڑت تھے مگر باوجودیکہ وہ اپنی خواہشات کے غلام تھے' اپنے آپ کو ابراہیمی کہتے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نظریاتی اور اعتقادی افکار کا ذکر کیا جس کے جواب میں انہوں نے ایک نئی بات پیش کر دی جس کو قرآنِ

com

مجید نے نقل کیا:

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ○ اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ؕ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ؕ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ○

"کہتے ہیں کہ قرآن دونوں شہروں کے بڑے آدمیوں میں سے کسی ایک پر کیوں نہ نازل کیا گیا؟ کیا تیرے رب کی رحمت یہ لوگ تقسیم کرتے ہیں؟ دنیا کی زندگی میں ان کی گزر بسر کے ذرائع تو ہم نے ان کے درمیان تقسیم کئے ہیں اور ان میں کچھ لوگوں کو کچھ دوسرے لوگوں پر فوقیت دی ہے تاکہ یہ ایک دوسرے سے خدمت لیں اور تیرے رب کی رحمت اس دولت سے زیادہ قیمتی ہے جو ان کے رئیس سمیٹ رہے ہیں۔" (الزخرف: 31-32)

سرمایہ پرستی -- ایک قدیم مرض

کفار کو (حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یا نعوذ باللہ) اللہ کی ذاتِ گرامی سے شکایت تھی کہ اللہ نے اگر کوئی نبی بھیجنا ہی تھا یا کوئی کتاب نازل کرنی ہی تھی تو یہ مکہ اور طائف کے دو بڑے شہروں میں بڑے بڑے رئیس اور جاگیردار موجود ہیں جن کو نظرانداز کر کے ایک غریب آدمی پر اللہ نے اپنا کلام نازل کر دیا۔ گویا یہ بیماری قدیم زمانے سے چلی آ رہی ہے اور موجودہ دور میں ذرا اُبھر کے سامنے آئی ہے کہ انتخاب اسی کا ہو گا جو جاگیردار اور وڈیرا ہو گا۔ اس کے علاوہ کسی کے لیڈر بننے کا حق تسلیم ہی نہیں کیا جاتا۔ ان کے نزدیک بھی چونکہ نبوت بڑی سعادت تھی تو وہ سوچتے کہ یہ غریب آدمی کو کیوں دے دی گئی؟ اسی طرح جب داؤد علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بادشاہ بنا کر بھیجا تو قوم نے یہی کہا تھا کہ یہ کمزور اور غریب آدمی ہے۔ تو فرمایا کہ یہ اللہ کی رحمت ہے جسے وہ چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ

"یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دے دیتا ہے۔"

اللہ ربّ العزت کا ایک نظام ہے۔ جس کے تحت ہر شخص کو اس کی جگہ پر رکھا جاتا ہے۔ کسی کو غربت میں اور کسی کو امیری میں آزمایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کسی کو غریب اور کسی کو امیر اسی لئے بنایا ہے کہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کے کام آ سکیں۔ اگر سارے ہی امیر ہوتے تو پھر کوئی کسی کا کام نہ کرتا، نہ کوئی محکمہ چلتا، بلکہ دنیا کے سارے کاروبار بند ہو جاتے۔ مگر یہ سمجھنا کہ غریب کم تر ہے، غلط ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ آخرت میں نیکی کے باعث اس کا

at.com

درجہ زیادہ بلند کر دیتا ہے۔ اس لئے احادیث میں یہ بات بار بار آئی ہے کہ اہلِ مال فقراء کے مقابلے میں پانچ سو سال بعد جنت میں جائیں گے۔ وہ حساب دیتے رہیں گے اور فقراء بغیر حساب کے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ ان کے بعد فرمایا کہ دنیا کا مال تو اللہ کے ہاں اس قدر کم تر اور ناقدری کی چیز ہے کہ کافروں کو زیادہ دیتا ہے مگر اس کا مقصد ہرگز یہ نہیں کہ مومن اس سے محروم رکھے جائیں گے۔ کیونکہ مومنوں کی دلداری کی غرض سے ابھی تک کُفّار کا مال محدود ہے وگرنہ اللہ تعالیٰ ان کو اس قدر دے دیتا کہ ان کے گھروں کی چھتیں اور سیڑھیاں چاندی کی اور گھروں کے دروازے اور خوابگاہیں سونے کی ہوتیں۔

ذکرِ اللہ سے غفلت کا نتیجہ -- شیطان کا تسلّط

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ○
وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ○
حَتّٰۤى اِذَا جَآءَنَا قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ ○

"جو شخص رحمان کے ذکر سے تغافل برتتا ہے ہم اس پر ایک شیطان مسلّط کر دیتے ہیں اور وہ اس کا رفیق بن جاتا ہے۔ یہ شیاطین ایسے لوگوں کو راہِ راست پر آنے سے روکتے ہیں اور وہ اپنی جگہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ٹھیک جا رہے ہیں۔ آخر کار جب یہ شخص ہمارے ہاں پہنچے گا تو اپنے شیطان سے کہے گا: کاش! میرے اور تیرے درمیان مشرق اور مغرب کا فاصلہ ہوتا۔ تو تو بدترین ساتھی نکلا۔" (الزخرف: 36-38)

نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"شیطان انسان کے دل میں دھرنا مار کر بیٹھا رہتا ہے۔ جب انسان اللہ کے ذکر میں لگ جاتا ہے تو شیطان منہ کی کھا کے بھاگ جاتا ہے اور جب انسان غافل ہو جاتا ہے تو وہ پھر سے آ جاتا ہے اور وسوسے ڈالنا شروع کر دیتا ہے۔"

اور ایک دوسرے مقام پر یوں فرمایا:

"شیطان انسان کے جسم میں یوں گردش کرتا ہے جیسے رگوں میں خون گردش کرتا ہے"

ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا:

"اس کے راستے بھوک اور پیاس سے بند کر دو"

معلوم یہ ہوا کہ شیطان انسان کا کُھلا دشمن ہے اور جب انسان اللہ کے ذکر سے غافل ہوتا ہے تو شیطان کو موقع مل جاتا ہے کہ وہ اس پر قبضہ کر لے اور اس کا مستقل ساتھی بن جائے اور پھر کوشش کرتا ہے کہ زندگی کا ایسا رخ انسان کے سامنے پیش کرے کہ وہ انسان تصوّرات ہی کی دنیا میں ان کو سلجھاتا رہے اور جب قیامت کے دن اس

شخص کو اپنے اعمال کی حقیقت کا پتا چلے گا تو شیطان بھی سامنے آجائے گا۔ اس وقت یہ کہے گا کہ کاش تیرے اور میرے درمیان مشرق اور مغرب کی دوری ہوتی۔ تو بد ترین ساتھی تھا جو ذکر میں غفلت کی وجہ سے مجھ پر مسلط ہو گیا۔

شیطان کے شر سے بچنے کا طریقہ

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اس کے بعد فرمایا کہ شیطان کی اس دشمنی سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ:

فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيْٓ اُوْحِيَ اِلَيْكَ ۚ اِنَّكَ عَلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○
وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۚ

"پس تمہاری طرف جو وحی کی گئی ہے، اس کو مضبوط پکڑے رہو۔ بے شک تم سیدھے رستے پر ہو اور یہ قرآن تمہارے لئے اور تمہاری قوم کے لئے نصیحت ہے۔" (الزخرف:43-44)

تمثیلی گفتگو

اس کے بعد غافل لوگوں کی مثال دیتے ہوئے فرعون کا ذکر کیا جس کو نعمتیں چھن جانے کا قلق ہوا تو واویلا کرنے لگا اور وحی کے پابند اور ذکر کرنے والوں کے لئے موسیٰ علیہ السلام کا ذکر بطور مثال ہے جس میں آپ کی عظمت و سربلندی اور کامیابی کے انعام سے نوازنے کا ذکر ہے۔ پھر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پر کئے انعامات گنا دیئے اور ان کی تعلیمات بیان فرمائیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ○

"بے شک اللہ میرا اور تمہارا رب ہے پس اسی کی عبادت کرو۔ یہی سیدھا راستہ ہے۔" (الزخرف:64)

آخرت اور شفاعت

سورت کے اختتام سے قبل آخرت کی منظر کشی ہے جس میں اہلِ جنت کو دیئے گئے انعامات کی تفصیل ہے اور عبرت کے لئے اہلِ دوزخ کا تذکرہ اور ان کے حسرت بھرے اقوال ہیں۔ پھر شفاعت کی حقیقت ان الفاظ میں بیان ہوئی ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

at.com

وَلَا يَمْلِكُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ○

"اور جن کو یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں' وہ سفارش کا کچھ اختیار نہیں رکھتے۔ ہاں جو علم و یقین کے ساتھ حق کی گواہی دیں۔" (الزخرف:86)

گویا شفاعت کرنے والے اور جس کے لئے شفاعت کی جائے گی' دونوں کے لئے شہادت بالحق شرط قرار دی گئی اور سلامتی کے الفاظ پر سورت کا خاتمہ ہوا۔

com

سورہ الدخان (۴۴)

نام

اس سورۃ میں "الدخان" یعنی دھوئیں کے ذکر کی مناسبت سے یہ نام رکھا گیا۔

زمانۂ نزول

اس سورۃ کا زمانہ نزول حتمی طور پر معلوم نہیں۔ البتہ قرائن اس بات کے شاہد ہیں کہ یہ سورۃ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے سے قبل نازل ہوئی۔

مضامین

اس سورۃ میں ایک عذاب کا ذکر ہے۔ کتب تاریخ سے اس بات کا پتا چلتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام مکہ کے دوران میں ایک قحط پڑا جس کے باعث اہل مکہ درختوں کے پتے، گھاس اور چمڑے کے ٹکڑے ابال کر کھانے پر مجبور ہو گئے۔ اس سختی اور شدت کے دور میں اہل مکہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے استدعا کی کہ آپ دعا کریں کہ "یہ عذاب ٹل جائے" اور اگر یہ عذاب آپ کی دعا سے ٹل گیا تو ہم آپ کی نبوت کو تسلیم کر لیں گے۔ اس پس منظر میں ان کے اسی دعوے اور ان کے اذہان میں پیدا شدہ اشکالات کا تذکرہ اور پھر اس کا ازالہ ہے۔

1- اہل مکہ یہ بات کہا کرتے تھے کہ یہ قرآن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اپنا کلام ہے جو پرانے وقتوں کے قصے کہانیوں اور کہاوتوں پر مشتمل ہے۔ نیز اس کلام کے نزول سے ہم پر مصائب و مشکلات کا نزول شروع ہو گیا ہے۔ ان سب باتوں کے پیش نظر فرمایا:

(الف) یہ قرآن محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام نہیں بلکہ یہ کلام اللہ کی طرف سے انسانیت کی فوز و فلاح اور دنیا کے لوگوں کے لئے رحمت بنا کر اتارا گیا ہے۔ نیز یہ کلام اس قادر و قیوم ذات کی طرف سے اتارا گیا ہے جس کے خالق اور رب ہونے کا تم خود بھی اقرار کرتے ہو لیکن یہ تعلیمات چونکہ تمہارے آباؤ اجداد کے باطل نظریات کی اصلاح کرتی ہیں، اس لئے تم شک اور تردد میں مبتلا ہو گئے ہو۔ حالانکہ یہ بات ہر صاحب شعور اور سلیم الفطرت انسان خود سوچ سکتا ہے کہ جس ذات نے تم کو وجود بخشا ہے وہی اس لائق ہے کہ تم اس کی عبادت کرو اور اسی کو اپنا حقیقی کارساز سمجھو اور اس حقیقت سے تم کو آگاہ کرنے اور تمہاری روحانی نشوونما کے لئے انبیاء و رسل کا سلسلہ جاری فرمایا۔

2- قحط کے سلسلے میں ان کے قول کی تردید کے لئے قوم فرعون کا ذکر فرمایا کہ ان پر مختلف عذاب آتے رہے۔ وہ عذاب کا شکار ہوتے تو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے پاس حاضر ہو کر وعدہ کرتے کہ اگر تمہارا رب اب یہ عذاب ٹال دے

Marfat

گا تو پھر ہم ایمان قبول کرلیں گے مگر جب عذاب ٹل جاتا تو وہ وعدہ خلافی کرتے اور اپنے کفر ہی پر مصر رہتے اور اہلِ مکہ کو بتایا کہ تمہاری کیفیت بھی ان سے مختلف نہیں بلکہ تم بھی ان کی طرح نبی کی جان کے دشمن ہو اور ان کے قتل کے منصوبے بناتے رہتے ہو۔

یہ واقعہ اہلِ مکہ کو تمثیلاً بتایا کہ جیسے ظاہری شان و شوکت اور حکومت و اقتدار کے باوجود فرعون اور آلِ فرعون کو ذلت و رسوائی کا شکار ہونا پڑا اور آنے والی اقوام کے لئے ان کو سامانِ عبرت بنا دیا گیا' ایسے ہی تمہارا بھی انجام ہو گا۔

3- عقیدۂ آخرت کے سلسلے میں کُفارِ مکہ کہتے تھے کہ اگر مر کر جی اٹھنا برحق ہے تو ہم سے پہلے مرنے والے لوگوں میں سے کسی ایک کو زندہ کر کے دکھاؤ۔ اس بارے میں فرمایا کہ نظامِ کائنات بچوں کا کھیل نہیں کہ جب چاہا بنا لیا اور جب چاہا بگاڑ دیا۔ حکیمِ مطلق کے ہاں ہر کام کے لئے وقت متعین ہے اور اپنے اپنے وقت پر ہر کام ہو کر رہے گا۔ نیز یہ کہ عقیدۂ آخرت کا انکار تمہاری ہر اخلاقی برائی کا سبب ہے جن کا محاسبہ موت کے بعد یقیناً ہو گا۔ اس دن مجرم سزا پائیں گے اور مومن کامیاب دائمی زندگی گزاریں گے۔ آخر میں فرمایا کہ قرآنِ کریم کی یہ سیدھی سادی باتیں تمہاری سمجھ میں نہیں آتیں یا تم سمجھ کر ان کا انکار کر رہے ہو۔ دونوں صورتوں میں اپنے برے انجام کا انتظار کرو۔ وقت آنے پر ہر حقیقت کھل کر سب کے سامنے آجائے گی۔

com

تفسیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

برکت والی رات

حٰمٓ ۝ وَالْکِتٰبِ الْمُبِیْنِ ۝
اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةٍ مُّبٰرَکَةٍ اِنَّا کُنَّا مُنْذِرِیْنَ ۝
فِیْهَا یُفْرَقُ کُلُّ اَمْرٍ حَکِیْمٍ ۝ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ؕ اِنَّا کُنَّا مُرْسِلِیْنَ ۝

"قسم ہے اس کتابِ مبین کی کہ ہم نے اسے ایک بڑی خیر و برکت والی رات میں نازل کیا ہے۔ کیونکہ ہم لوگوں کو متنبہ کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ یہ وہ رات ہے جس میں ہر معاملے کا حکیمانہ فیصلہ ہمارے حکم سے صادر کیا جاتا ہے۔ ہم ایک رسول بھیجنے والے ہیں۔" (الدخان:5-1)

قرآنِ مجید یہاں بھی اپنے آپ کو مبین کہہ رہا ہے یعنی جس کے احکامات کھلے اور واضح ہیں۔ اس میں کوئی پیچیدگی نہیں ہے۔ اس کتابِ مبین کو برکت والی رات میں نازل کیا گیا۔ ایسی رات جس میں اللہ ربُّ العزت تمام اہم امور کے فیصلے کیا کرتے ہیں۔ یہ وہی رات ہے جس کے بارے میں اللہ ربُّ العزت نے ایک مقام پر فرمایا ہے:

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ۝

"ہم نے اسے (قرآنِ مجید کو) لیلۃُ القدر میں نازل کیا۔" (القدر:1)

نزولِ قرآن کے بارے میں قرآنِ پاک میں ہے:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ

"رمضان ہی کا وہ مہینا ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا" (البقرہ:185)

مذکورہ تینوں آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ لیلۃُ القدر اور لیلۃ مبارکہ ایک ہی رات ہے جو رمضان میں آتی ہے۔ بعض لوگوں کو یہاں غلطی ہوئی کہ انہوں نے اس رات کو 15 شعبان کی رات سمجھ لیا۔ 15 شعبان کی جو رات ہے' اس کا اپنا ایک مقام ہے۔ اس کے بارے میں جو احادیث آئی ہیں' وہ صحت کے درجے کو نہیں پہنچتیں مگر ان کی اپنی جگہ پر ایک اہمیت ہے۔

اس وضاحت کے بعد اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے دلائل ہیں اور اس دن کے انتظار کا حکم جس دن دھواں سب کچھ ڈھانپ لے گا اور عذاب کے آثار نظر آرہے ہوں گے۔

فرعون کا انجام

اس کے بعد فرعون اور اس کی قوم پر جو مختلف عذاب آئے' ان کا ذکر ہے۔ فرعون اپنی دولت اور اقتدار کے نشے میں مخمور بنی اسرائیل پر جو ظلم ڈھاتا رہا' اس کے تدارک کے لئے موسیٰ علیہ السلام کو رات کی تاریکی میں سفر کا حکم دیا گیا جس سے بنی اسرائیل فرعونیوں سے نجات پا گئے اور فرعون غرقاب ہوا اور اس کی کسمپرسی کا یہ عالم تھا:

فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ ۝

"پھر ان پر نہ تو آسمان کو اور زمین کو رونا آیا اور نہ ان کو مہلت ہی دی گئی۔" (الدخان:25)

اہلِ مکہ کو تنبیہہ

بنی اسرائیل کی نجات کے تذکرے کے بعد اہلِ مکہ کو عبرت دلائی اور فرمایا کہ جس دن کا تم مطالبہ کر رہے ہو' اس کی کیفیت یہ ہو گی:

اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيْقَاتُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝
يَوْمَ لَا يُغْنِيْ مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى شَيْـًٔا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝
اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ ؕ

"بے شک فیصلے کا دن سب کے جی اٹھنے کا وقت ہے۔ جس دن کوئی دوست کسی دوست کے کسی کام نہ آئے گا اور نہ ان کو مدد ملے گی مگر جس پر اللہ تعالیٰ مہربانی کرے۔" (الدخان:40-42)

اہلِ جہنّم کی ضیافت

پھر اہلِ جہنّم کی ضیافت کا ذکر ہے اور سورۃ کا اختتام ان آیات پر ہے:

فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝ فَارْتَقِبْ اِنَّهُمْ مُّرْتَقِبُوْنَ ۝

"اے نبی! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے اس کتاب کو تمہاری زبان میں آسان بنا دیا ہے تاکہ یہ لوگ سمجھ کر نصیحت حاصل کر سکیں۔ اب تم بھی انتظار کرو' یہ بھی منتظر ہیں۔" (الدخان:58-59)

قرآنِ مجید دنیا کی سب سے عظیم ادبی اور سب سے آسان کتاب ہے اور اس کے بلند پایہ مضامین کو اتنی آسان زبان میں بیان کرنا ایک معجزہ ہے جو دنیا کی کسی اور کتاب کو نصیب نہیں۔ انسانی زندگی کا کوئی بھی عملی پہلو ایسا نہیں ہے جس میں یہ کتاب پوری پوری راہنمائی نہ کرتی ہو۔ دنیا کے تمام مسائل اس کتاب میں پوری شرح و بسط کے ساتھ مختلف انداز اور مختلف مثالوں کے ساتھ بیان کر دیئے گئے ہیں۔ تاکہ عالمِ انسانیت اسے سمجھے' اس سے نصیحت حاصل کرے اور اس پر عمل کرے۔ اب آخر میں کچھ لفظ ایسے ہیں کہ اگر وہ سمجھ میں آ جائیں تو انسان کا دل دہل

com

جائے کیونکہ اس کتاب کے آجانے کے بعد لوگ دو حصوں میں تقسیم ہو گئے: جو اس کتاب سے فائدہ اٹھائیں گے اور جو اس کتاب سے فائدہ نہیں اٹھائیں گے جو لوگ اس کتاب سے فائدہ اٹھائیں گے' یہ کتاب ان کے حق میں حجت بن جائے گی جو لوگ اس کتاب سے منہ موڑیں گے' یہی کتاب ان کے خلاف حجت بن جائے گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کتاب کی مخالفت سے محفوظ فرمائے۔ (آمین)

at.com

Mar

سورہ الجاثیہ (۴۵)

نام

اس سورۃ میں مذکور اسی لفظ سے یہ نام ماخوذ ہے۔

زمانۂ نزول

سورۃ الدُّخان اور اس سورۃ کا زمانۂ نزول ایک ہی ہے۔

مضامین

اس سورۃ کے مضامین سورۃ الدُّخان کے مضامین کا تسلسل معلوم ہوتے ہیں۔

(1) سورۃ کا آغاز توحید کے دلائل سے ہے۔ انسان کی اپنی جان سے لے کر آفاق میں پھیلی ہوئی تمام اشیاء کا وجود اس بات کا شاہد ہے کہ اس کائنات کا خالق اللہ وحدہٗ لا شریک ہے۔ زمینی نباتات' حیوانات' شب و روز کا انقلاب' انسان کی پیدائش اور اس کی زندگی میں پیش آنے والے مختلف مراحل پر اگر تعصب سے بالاتر ہو کر غور کیا جائے تو عقلِ سلیم اس بات کا فیصلہ دے گی کہ اس کائنات کا خالق اللہ ہی ہے۔

اسی ذیل میں ہر سلیمُ الفطرت انسان کو غور و تدبّر کے لئے مزید مواقع مہیا کئے اور فرمایا کہ اس کائنات کی جس قدر چیزیں تمہاری شب و روز خدمت میں مصروف ہیں' وہ سب از خود تو نہیں بن گئیں اور نہ ہی تمہارے معبودوں نے ان کو پیدا کیا ہے بلکہ وہ تو خود تمہارے اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے ہیں۔ اس بارے میں کوئی بھی انسان اگر سوچ سے کام لے تو اس کی عقل یہ فیصلہ دے گی کہ یہ محسنِ حقیقی ہی کا انعام ہے۔

(2) کُفّارِ مکّہ کو اس بات پر ملامت کی گئی کہ تم اللہ کے کلام (قرآن) کا مذاق اڑاتے ہو۔ یہ تمہاری جہالت و حماقت ہی کا سبب ہے اور اس کا انجام تباہی و بربادی کے سوا کچھ نہیں۔ ہاں! اگر تم رحمتِ الٰہی کے امیدوار ہو تو اس قرآن کی تعلیمات کو اپنا کر تقویٰ کی راہ اختیار کر لو۔ اسی طرح کُفّارِ مکّہ کے اس اشکال کا بھی ازالہ کر دیا کہ زندگی صرف دنیا کا نام ہے اور مرنے کے بعد کوئی نئی زندگی نہیں۔ اس شک کے ازالے کے لئے فرمایا:

(الف) تمہارا یہ خیال اپنے تجربے اور مشاہدے کی بنیاد پر ہے کہ تم نے کوئی شخص آج تک مر کے زندہ ہوتے نہیں دیکھا تو کیا جو چیز تمہارے مشاہدے میں نہ ہو' تم اس کے وجود کا انکار کر دو گے؟

at.com

(ب) عقل و انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ ہر ظالم کو اس کے ظلم اور ہر فرماں بردار کو اس کی اطاعت کا بدلہ ملے اور آخرت کی زندگی کا اگر تم انکار کرتے ہو تو اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ ظالم و مظلوم اور نیک و بد سبھی کو یکساں قرار دے دیا جائے حالانکہ یہ بات اللہ تعالیٰ کی حکمت کو کسی صورت گوارا نہیں۔ وہاں تو ہر شخص کے ساتھ معاملہ اس کے اعمال کی مناسبت سے ہوگا۔ ان دلائل کے بعد فرمایا کہ اپنے وجود پر غور کر کے بتاؤ کہ تمہارا وجود اپنے آپ کیسے بن گیا؟ یقیناً تمہارے وجود کا سبب کوئی اور ہے جو تم کو وجود، موت اور موت کے بعد حساب و کتاب کی زندگی سے دوچار کرے گا اور تمہارا یہ آخرت کی زندگی سے انکار اور مذاق تمہارے انجام کی تباہی کے لئے کافی ہے۔

(ا) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمتیوں کو کہا گیا کہ دشمنوں کی ساری زیادتیاں دراصل اللہ تعالیٰ سے بے خوف ہونے کی وجہ سے ہیں۔ تم ان مصائب اور زیادتیوں کو برداشت کرو گے تو تمہارا خالق تمہیں یقیناً اس کا اجر و ثواب دے گا۔

تفسیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دورِ حاضر کے انسانوں کو دعوتِ فکر

سورۃ کا آغاز قرآنِ مجید کے اللہ کی طرف سے نازل شدہ ہونے کے ذکر کے ساتھ ہے اور اس کے بعد زمین میں بکھری ہوئی اشیاء کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر بطور گواہ پیش کیا کہ جیسے رات کے بعد دن آتا ہے اسی طرح موت کے بعد زندگی آئے گی اور پھر ان لوگوں کو معلوم ہو گا جو اس زندگی کے منکر ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَيْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ۝ يَّسْمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰى عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا ۚ

"ہر جھوٹے اور گناہ گار پر افسوس ہے کہ اس کو اللہ کی آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ ان کو سن لیتا ہے پھر غرور سے ضد کرتا ہے کہ گویا اس نے ان کو سنا ہی نہیں۔" (الجاثیہ: 7-8)

یہاں افسوس ان لوگوں پر کیا جا رہا ہے جو آیاتِ الٰہی کو سن کر ان پر عمل پیرا نہیں ہوتے۔ بالفاظِ دیگر یہ کردار اور موجودہ حالات پر تبصرہ ہے کیونکہ اب کفارِ مکہ کا زمانہ تو چلا گیا، اب قرآن ہم سے مخاطب ہے۔ محاسبہ اور تجزیہ تو کیجئے۔

کائنات کی ہر چیز انسان کی تابع و خادم

اسی تدبّر کی دعوت کے لئے انعامات کا یوں ذکر ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ؕ

"ہم نے تمہارے تابع کر دیا جو کچھ بھی آسمانوں اور زمینوں میں ہے، یہ سب تمہارے اللہ کی طرف سے انعام ہے۔" (الجاثیہ: 13)

آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ ہے، اس کو ہمارے لئے مسخر کیا گیا، ہمارا خدمت گزار بنا دیا گیا۔ یہ بات قرآن ڈیڑھ ہزار سال قبل کہہ رہا ہے۔ ذرا توجہ کیجئے کہ اس زمانے میں انسان کا کائنات کے بارے میں کیا تصور تھا؟ لوگ تو اب بھی جانوروں کا پیشاب، عبادت سمجھ کر، پیتے ہیں۔ لوگ تو اب بھی انسانوں کو پیدائشی گنہگار سمجھتے ہیں۔ لوگ تو اب بھی سانپوں، بندروں اور جانوروں کی پوجا کرتے ہیں۔ بلکہ لوگ تو اب بھی انسان اور انسان میں اتنا فرق روا

Marfat

رکھتے ہیں کہ کسی کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ناپاک اور اچھوت خیال کرتے ہیں جبکہ اسلام نے ڈیڑھ ہزار سال قبل انسان کے بارے میں جو تصور دیا' اس پر غور کریں تو عجیب و غریب صورتحال سامنے آتی ہے۔ یعنی اگر سورج کسی دن طلوع نہ ہو تو ہم چند سیکنڈ بھی زندہ نہیں رہ سکیں گے۔ اگر ہوا نہ ہو یا پانی نہ ہو تو جینا ناممکن! غذا نہ ہو تو جینا مشکل! اسی طرح دوسرے مظاہر فطرت نہ ہوں تو ہم آسانی سے زندہ نہیں رہ سکتے۔ آپ غور کریں کہ حضرت انسان خود ہی موجود نہ ہو تو کیا سورج اور چاند اور دوسرے مظاہر فطرت کا کچھ بگڑے گا؟ اس لئے کہ انسان نہ تو کسی چیز کی سیوا کر رہا ہے اور نہ ہی کسی کے کام آرہا ہے بلکہ ہر چیز سے خدمت لے رہا ہے اور پھر فرمایا کہ اگرچہ ہم نے تمام کائنات کو تمہارا تابع فرمان بنا دیا ہے لیکن تمہیں ایک شریعت دے دی ہے' تمہیں جس کے تابع ہونا ہے۔ اگر ایسا نہیں کرو گے اور خواہشات کی پیروی کرو گے تو تمہاری حالت اس شخص کی سی ہو جائے گی جس کے بارے میں فرمایا:

أَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ

"کیا تم نے اس شخص کی حالت بھی دیکھی جس نے اپنا معبود اپنی خواہش نفسانی کو بنا رکھا ہے؟" (الجاثیہ:23)

اس آیتِ مبارکہ میں اللہ ربُّ العزت کی طرف سے یہ پیغام ہے کہ ہم نے ہر چیز کو تمہارے تابع کر دیا ہے اور تمہیں صرف اپنے لئے پیدا کیا ہے لیکن تم اگر ہمارے نہ بنے اور اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود ٹھہرا لیا تو پھر اس کا انجام اچھا نہیں ہو گا۔

اور ایسے واضح انعام کا ذکر کر کے فرمایا کہ جیسے تمہارے لئے زمین و آسمان تابع ہیں' اسی طرح تمہیں جس کا اتباع لازم ہے اس کا ذکر یوں ہے:

هَٰذَا بَصَائِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ ○

"یہ (قرآن) لوگوں کے لئے دانائی کی باتیں ہیں اور جو یقین رکھتے ہیں' ان کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔"

(الجاثیہ:20)

گویا اب دانائی اور ہدایت عطا کر کے تمہیں آزمایا جا رہا ہے کہ تم کس کا اتباع کرتے ہو کیونکہ تمہیں ان نعمتوں کی بابت حساب بھی دینا ہو گا کہ ان کا استعمال کیسے کیا گیا۔

کفار کے لئے یہ دنیا ہی سب کچھ ہے

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ
وَمَا لَهُم بِذَٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ إِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ ○

com

"اور وہ کہتے ہیں کہ ہماری زندگی تو صرف دنیا ہی کی ہے کہ مرتے اور جیتے ہیں اور ہمیں تو زمانہ مار دیتا ہے۔ ان کو اس کا کچھ علم نہیں۔ صرف ظن (وہم) سے کام لیتے ہیں۔" (الجاثیہ: 24)

زندگی اور موت کی حقیقت

زندگی و موت کی حقیقت کیا ہے؟ اس بارے میں اللہ ربُّ العزت کا فرمان ہے:

قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ○

"(اے پیغمبرؐ!) کہہ دیجئے! کہ اللہ ہی تم کو جان بخشتا ہے اور وہی تم کو موت دیتا ہے پھر تم کو قیامت کے دن جس کے آنے میں کچھ شک نہیں، جمع کرے گا۔ لیکن بہت سے لوگ جانتے نہیں۔" (الجاثیہ: 26)

اس کے بعد کی آیات میں حشر کے دن کا نقشہ کھینچا گیا ہے کہ جب لوگ بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہوں گے تو ان کا کیا حال ہو گا:

وَتَرَىٰ كُلَّ أُمَّةٍ جَاثِيَةً ۚ كُلُّ أُمَّةٍ تُدْعَىٰ إِلَىٰ كِتَابِهَا الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ○

هَٰذَا كِتَابُنَا يَنطِقُ عَلَيْكُم بِالْحَقِّ ۚ إِنَّا كُنَّا نَسْتَنسِخُ مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ○

"اور تم ہر فرقے کو دیکھو گے کہ گھٹنوں کے بل بیٹھا ہو گا اور ہر ایک جماعت اپنی کتاب (اعمال نامہ) کی طرف بلائی جائے گی۔ جو کچھ تم کرتے رہے ہو، آج تم کو اس کا بدلہ دیا جائے گا۔ یہ ہماری کتاب تمہارے بارے میں سچ سچ بیان کر دے گی۔ جو کچھ تم کیا کرتے تھے، ہم لکھواتے جاتے تھے۔" (الجاثیہ: 28-29)

گویا ہر شخص اس روز گھٹنوں کے بل جھک کر اپنے اعمال نامے کو پڑھ رہا ہو گا اور سارے اعمال کا حساب و کتاب اس میں درست انداز سے لکھا ہو گا اور اس روز ان لوگوں کو اندازہ ہو گا کہ ظن و تخمین کی پیروی کا انجام کیسا بھیانک ہوتا ہے۔

اللہ کی تعریف و توصیف اور کبریائی کے ذکر کے ساتھ اس سورت کا اختتام ہوتا ہے۔

at.com

Mart

سورہ الاحقاف (۴۶)

نام

آیت نمبر21 میں مذکور لفظ "الاحقاف" کی وجہ سے یہ اس سورت کا علامتی نام قرار پایا۔

زمانۂ نزول

مکی زندگی کے آخری دور میں یہ سورۃ نازل ہوئی۔

پس منظر

مسلمانوں کی روز افزوں ترقی کو دیکھ کر کُفارِ مکہ ہر روز کوئی نہ کوئی نئی تدبیر سوچتے تاکہ مسلمانوں کو پریشان کیاجائے۔ مسلمان حبشہ کی جانب ہجرت کر گئے۔ وہاں سے جب سردارانِ قریش کو ناکامی بلکہ رسوائی کا سامنا کرنا پڑا تو انہوں نے مسلمانوں کو بہت ستایا۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہلِ خانہ اور ساتھیوں سمیت شعبِ ابی طالب میں پناہ گزیں ہو گئے۔ کُفارِ مکہ نے اس علاقے کی ناکہ بندی کر دی اور ہر قسم کی رسد اور اشیائے ضرورت کے وہاں پہنچنے پر پابندی لگادی۔ موسمِ حج میں کوئی مسلمان اس علاقے سے نکل کر تھوڑا بہت ضرورت کا سامان خرید سکتا۔ انہی دنوں ایسی کیفیت بھی پیدا ہوئی کہ محصورین کو گھاس اور پتے کھا کر گزارا کرنا پڑا۔

یہ محاصرہ ختم ہوا ہی تھا کہ آپ کے چچا ابو طالب فوت ہو گئے۔ چچا کی موت کا غم ابھی تازہ ہی تھا کہ آپ کی غمگسار رفیقۂ حیات سیدہ خدیجہؓ بھی اس دارِفانی سے کوچ کر گئیں۔ ان پے در پے صدموں کے باعث اس سال کو "عام الحزن" کہا جاتا ہے۔

مکے کے حالات دیکھتے ہوئے آپ نے فیصلہ کیا کہ بنی ثقیف کو ایمان کی دعوت دینے کے لئے طائف جائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر طائف پہنچے اور بنو ثقیف کے سرداروں سے انفرادی طور پر مل کر ان کو ایمان کی دعوت دی۔ انہوں نے اس دعوت کو قبول کرنے اور ماننے سے انکار کر دیا۔ یہی نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فوری طور پر شہر سے نکل جانے کے لئے کہ دیا۔ انہیں خطرہ تھا کہ نوجوان کہیں اس دعوت کو قبول نہ کرلیں۔ آپ شہر سے نکل رہے تھے کہ سرداروں نے شہر کے لفنگوں کو آپ کے پیچھے لگا دیا۔ وہ آپ پر آوازے کستے اور پتھر مارتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہو گئے۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جوتے خون سے تر ہو گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف سے باہر نکل کر ایک باغ میں پناہ لی۔

آپؐ یہاں سے واپس مکے کے لئے چلے تو راستے میں جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کے جھرمٹ میں حاضر ہوئے

at.com

اور عرض کیا کہ پہاڑوں کا یہ فرشتہ آپ کی خدمت میں حاضر ہے۔ اگر آپ حکم دیں تو طائف کے لوگوں کو ان دو پہاڑوں کے درمیان پیس کر رکھ دیا جائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ ان کی نسلوں میں یقیناً ایسے لوگ پیدا کر دے گا جو اللہ وحدہٗ لاشریک کی عبادت کریں۔"

انہی دنوں ایک رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم مقامِ نخلہ میں نماز کے دوران میں تلاوت فرما رہے تھے کہ جنوں کی ایک جماعت کا ادھر سے گزر ہوا۔ انہوں نے اس پر کشش کلام کو سنا تو ایمان لے آئے اور واپس جا کر اپنی قوم میں اسلام کا پرچار شروع کر دیا۔

مضامین

ذکر کردہ حالات میں اس سورۃ کا نزول ہوا جس میں کُفارِ مکّہ کو ان کی گمراہی' غرور اور تکبر پر خبردار کیا گیا ہے کہ ایسا شخص جو تمہارا محسن ہے کہ تمہیں ذِلّت و رسوائی اور ضلالت سے نکال کر عزّت و وقار کی راہ پر لانا چاہتا ہے' تم اس کی مخالفت پر اس حد تک آگے بڑھ چکے ہو کہ اس کو جلاوطن کرنے بلکہ اس کو قتل کرنے پر تلے ہوئے ہو۔

اس کا انجام تمہارے حق ہی میں برا ہو گا۔ تم جس دعوت کو باطل قرار دے رہے ہو' دراصل یہی عقیدۂ نجات کا سبب ہے۔ قرآن کلامِ الٰہی ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے نبی برحق ہیں' تمہارے جاہلانہ تخیّلات ان حقائق کو اس لئے تسلیم نہیں کرتے کیونکہ اس میں تمہارے آباء واجداد کے گمراہ کن نظریات کی مخالفت ہے۔

عقیدۂ توحید کو مدلّل انداز میں بیان کر کے فرمایا کہ اگر تم نے ان حقائق کو تسلیم نہ کیا تو اللہ تعالیٰ کسی اور قوم اور مخلوق کے ذریعے سے اپنے نبی کی تائید فرمائیں گے اور جِنّات کے واقعے کو اس سلسلہ میں بطور تمثیل بیان کیا گیا۔

اخلاقِ حَسنہ کے ضمن میں ایمان' عبادات' استقامت اور والدین کے ساتھ حُسنِ سلوک کا حکم دیا گیا اور تکبر و گمراہی کی مذمت کی گئی۔

Mart

تفسیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تخلیقِ کائنات کا مقصد

سابقہ کئی سورتوں کی طرح اس سورۃ کا آغاز بھی قرآنِ حکیم کی حقانیت اور آسمانی کتاب ہونے کے ذکر کے ساتھ ہے اور پھر زمین و آسمان کی تخلیق کا مقصد مذکور ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَ مَا بَيْنَهُمَآ

"ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ اس میں ہے اس لئے پیدا کیا کہ سچائی (ظاہر) کریں۔" (الاحقاف:3)

اس آیت میں زمین و آسمان کی تخلیق کی غرض و غایت اور مدت متعینہ کا ذکر ہے کہ یہ دنیا ابدالآباد کے لئے نہیں بلکہ اس کی انتہا کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے اور اس کے بعد کفار سے ایک سوال ہے کہ جن کو تم معبود مانتے ہو ان کی تخلیق کا کوئی مظہر تو دکھاؤ جبکہ جن کی تم عبادت کرتے ہو' وہ تمہاری عبادت و دعا سے بے خبر ہیں۔

ایک غلط نظریہ کی تردید

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت اہلِ مکہ اور دورِ حاضر کے بعض جاہلوں کے اس غلط نظریہ [illegible] آپ صلی اللہ علیہ وسلم کاروبارِ حیات میں فاعلِ حقیقی' مختارِ کامل اور عالم الغیب ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَ مَآ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ وَمَآ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ○

"آپ کہہ دیجئے کہ میں کوئی نیا رسول نہیں آیا اور میں نہیں جانتا تمہارے ساتھ کیا ہوتا ہے اور میرے ساتھ کیا۔ میں تو بس اس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو میرے پاس بھیجی گئی ہے اور میں ایک صاف صاف خبردار کردینے والے کے سوا کچھ نہیں۔" (الاحقاف:9)

قرآنِ مجید عقائد کی کتاب ہے اور ہم یہ عقائد قرآنِ مجید سے سیکھتے ہیں۔ اس میں یوں ارشاد کیا جا رہا ہے۔ اے نبی! لوگوں کو بتا دو کہ جس طرح پہلے رسول آتے رہے ہیں' میں بھی اسی طرح کا ایک رسول ہوں۔ میں کوئی نئی طرز کا رسول نہیں ہوں اور جو ان کی کیفیات تھیں اور علم تھا' ویسے ہی میرا علم ہے۔ مجھے بھی اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعے سے علم عطا کرتے ہیں۔ جتنا علم عطا کرتے ہیں' اتنا علم میرے پاس ہوتا ہے۔ اتنی علم یا ایسا علم جو اللہ تعالیٰ کی عطا کے

at.com

بغیر ہو یا قدیم و لامحدود ہو' وہ میرے پاس نہیں۔ وہ تو اللہ تعالیٰ کا علم ہے اور میرا علم اللہ کا عطا کردہ علم ہے۔ وہ علم دائمی اور آفاقی نہیں' ازلی و ابدی نہیں بلکہ جتنے عرصے کے لئے اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں' اتنے عرصے کے لئے عطا کرتے ہیں۔ پھر جتنا چاہتے ہیں' بھلوا دیتے ہیں اور جتنا چاہتے ہیں' یاد رکھواتے ہیں۔

میں نہیں جانتا کہ میرا کیا بنے گا اور تمہارا کیا بنے گا۔ کل میرے ساتھ کیا ہونے والا ہے اور تمہارے ساتھ کیا ہونا ہے۔ یہ اللہ مجھے بتادے تو بتادے۔ نہ بتائے تو مجھے کوئی علم نہیں۔

یہ عقیدے کی بات ہے' اس پر غور کرنا چاہئے اور دل میں بٹھالینا چاہئے۔ کُفّار نے آخرت کے اس عقیدے کو جھوٹ کہا تو فرمایا کہ اس سلسلے میں بنی اسرائیل سے بھی پوچھ لو۔ نیز کُفّار کا کہنا تھا کہ ہر چیز اور بھلائی پہلے ہمیں ملتی ہے' پھر دوسرے لوگوں کو ملتی ہے۔ جو چیز پہلے ہمارے پاس نہیں آئی گویا اس میں کوئی بھلائی نہیں۔

حقوقِ والدین

اس کے بعد والدین کے حقوق کے حوالے سے گفتگو ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا ۖ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا ۖ وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا ۚ

"اور انسان کو وصیت کی کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک کرے۔ اس کی ماں نے مشقت اٹھا کر اسے پیٹ میں رکھا اور مشقت اٹھا کر ہی اسے جنا اور حمل کی مدت اور دودھ پلانے کی مدت 30 مہینے ہے۔" (احقاف:15)

کم سے کم مدّتِ حمل چھ ماہ - ایک سائنسی معجزہ

اس آیت میں ایک سائنسی معجزہ ہے جو 20 ویں صدی میں سمجھ میں آیا۔ اس سے پہلے اسے سمجھنا بہت مشکل تھا۔ 20 ویں صدی میں سائنس کو پتا چلا کہ ایک بچہ جو ماں کے پیٹ میں رہا اس کی کم از کم مدّت ماں کے پیٹ میں رہنے کی 9 ماہ نہیں بلکہ 6 ماہ ہے۔ یہ اس دور کی تحقیق ہے۔ قرآنِ مجید میں یہ بات بہت پہلے لکھ دی گئی۔ سیدنا عثمانؓ کی عدالت میں ایک مقدمہ آیا۔ ایک شخص نے شادی کی اور شادی کے ٹھیک 6 ماہ بعد اس کے گھر میں لڑکا پیدا ہو گیا۔ شور مچ گیا۔ وہ بے چارہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی عدالت میں مقدمہ لے کر آ گیا کہ میری بیوی گناہگار ہے یہ شادی سے پہلے کا بچہ لے کر آ گئی ہے۔ یہ میرا بچہ نہیں ہے۔ بیوی بے چاری روئی اور اس نے قسمیں کھائیں کہ میں گناہگار نہیں ہوں بلکہ بچہ اسی خاوند کا ہے۔ سیدنا عثمانؓ مطمئن نہ ہوئے اور انہوں نے اس کی بیوی کو گناہگار قرار دیا۔ سیدنا علیؓ کو پتا چلا تو انہوں نے سیدنا عثمانؓ سے کہا امیر المؤمنین! از روئے قرآن یہ حلال کا بچہ ہے۔ اسی

com

خاوند کا بیٹا ہے اور پھر علی رضی اللہ عنہ نے یہ آیات پڑھیں:

وَحَمْلُهُ وَفِصٰلُهُ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا

"حمل کی مدت اور دودھ پلانے کی مدت تیس مہینے ہے۔" (الاحقاف:15)

"اور مائیں اپنے بچوں کو دو سال دودھ پلائیں۔" (البقرہ:233)

سیدنا علیؓ نے فرمایا کہ حمل کی کل مدت اور دودھ پلانے کی کل مدت کا شمار تیس مہینے ہے۔ جب کہ از روئے قرآن دودھ پلانے کی مدت 24 مہینے ہے تو حمل کی مدت کتنی رہے گی؟ یعنی تیس ماہ سے اگر چوبیس ماہ منہا کر لئے جائیں تو مدت چھ ماہ باقی رہ جائے گی۔ اس پر طے پا گیا کہ فقہ اسلامی کی رو سے جو بچہ چھ ماہ کی مدت میں پیدا ہو جائے' وہ حلال کا بچہ ہے اور یہی بات بیسویں صدی میں آ کر سائنس نے بھی بیان کر دی کہ کم سے کم مدتِ حمل چھ ماہ ہے۔

ایک دُعا

اس احسانِ عظیم کے بعد ایک مومن کی دُعا کا ذکر ہے کہ وہ جب بھی بلوغ اور حدِ کمال کو پہنچ جائے تو یا کرے۔

رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ ۚ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْكَ وَاِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ○

"اے میرے پالنے والے! مجھے توفیق دے کہ تو نے جو مجھ پر اور میرے ماں باپ پر احسان کئے ہیں' میں ان کا شکر ادا کروں اور یہ کہ نیک عمل کروں جن کو تو پسند کرے اور مجھ میں اور میری اولاد میں اصلاح و تقویٰ پیدا فرما۔ میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور میں فرماں برداروں میں سے ہوں۔" (احقاف:15)

اس کے بعد والدین کے نافرمان کا ذکر ہے اور پھر وہ آیت ہے جس کو پڑھ کر دل ڈر جاتا ہے' اس لئے کہ جس طرز کی ہم زندگی گزار رہے ہیں' اس میں اگر یہ آیت سامنے آ جائے تو آدمی پریشان ہو جاتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَیَوْمَ یُعْرَضُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا عَلَی النَّارِ ؕ اَذْهَبْتُمْ طَیِّبٰتِكُمْ فِیْ حَیَاتِكُمُ الدُّنْیَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ۚ فَالْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ ○

"پھر جب یہ کافر آپ کے سامنے لا کھڑے کئے جائیں گے تو ان سے کہا جائے گا کہ اپنے حصے کی نعمتیں اپنی

Marfat

دنیا کی زندگی میں پوری کر چکے (ختم کر چکے) اور ان کا لطف تم نے اٹھا لیا اور اب جو تکبر تم زمین میں کسی حق کے بغیر کرتے رہے اور جو نافرمانیاں تم نے کیں' ان کی پاداش میں آج تم کو ذِلّت کا عذاب دیا جائے گا۔" (احقاف:20)

اللہ والوں کی تاریخ ہے کہ جب انہیں شہرت نصیب ہوتی تھی' دنیا والے دنیا ان پر نچھاور کرتے تھے تو وہ یہ آیت پڑھ کر روتے تھے کہ یہ دنیا کی نعمتیں جو ہمیں مل رہی ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آخرت کی ساری نعمتیں اکٹھی ہو کر دنیا ہی میں ہم پر پوری کر دی جائیں اور وہاں جب جائیں تو ہم خالی ہاتھ ہوں۔ اس لئے بڑے بڑے اللہ والے یہ کوشش کرتے ہیں کہ گمنامی کی زندگی بسر کریں۔ وہ ڈرتے ہیں کہ اگر ان کو شہرت نصیب ہو اور ان کے پاس مال و دولت جمع ہو تو کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ عیش و آرام آخرت کی قیمت پر نہ آ رہے ہوں۔ یہ ایک ڈر کی بات ہے' ایسا نہ ہو کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ یوں فرمائیں کہ تم نے دنیا میں بڑے عیش اُڑا لئے' ہم نے آخرت کی نعمتوں کے بدلے تجھے دنیا میں ہی دے دیا۔ اسی لئے ہمیں اللہ تعالیٰ سے دُعا کرنی چاہئے کہ "اے اللہ! جو نعمت تو از خود عطا فرما دے' وہ دنیا کے حصے کی عطا کر لیکن آخرت کے بھاؤ پر کچھ نہ دینا" کیونکہ اللہ تعالیٰ کافروں کو ان کے نیک اعمال کا بدلہ اسی دنیا میں عطا فرما دیتا ہے اور ان کے گناہ باقی رکھے جاتے ہیں۔ اس کے برعکس مومن کو اس کے گناہوں کی سزا اسی دنیا میں دے دی جاتی ہے اور اس کے نیک اعمال باقی رکھے جاتے ہیں تاکہ مومن جب دنیا سے جائے تو تمام گناہوں سے پاک ہو کر جائے اور آخرت میں اس کے پاس سوائے نیکیوں کے اور کچھ نہ ہو۔ مومنین کو قرض' مرض' تکالیف اور پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور وہ پھر بھی اتنا استغفار کرتے ہیں کہ اللہ معاف کرتا چلا جاتا ہے یا بعض گناہ جن کی وہ معافی نہیں مانگ پاتے' ان گناہوں کی تھوڑی بہت سزا بطور کفارہ' بیماری' حادثے' اولاد کی وفات یا دیگر صورتوں میں اسی دنیا میں دے دی جاتی ہے اور جب وہ اللہ کے حضور جاتے ہیں تو ان کے کندھوں پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔

قومِ عاد کا ذکر

اس کے بعد قومِ عاد کا ذکر عبرت کے لئے کیا کہ وہ کس قدر شان و شوکت اور طاقت و نخوت کے مالک تھے۔ مگر جب عذاب آیا تو سب کچھ دھرا رہ گیا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ ۭ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖٓ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ۭ اِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ○

قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَاْفِكَنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ

مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ○
قَالَ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۖ وَاُبَلِّغُكُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَلٰكِنِّيْٓ
اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ○
فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ ۙ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ۭ
بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ ۭ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○
تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍۢ بِاَمْرِ رَبِّهَا فَاَصْبَحُوْا لَا يُرٰٓى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ ۭ
كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ○

"اور قوم عاد کے بھائی ہود کا ذکر کیجئے' جب انہوں نے اپنی قوم سے احقاف کی سرزمین میں ہدایت کی اور ان سے پہلے اور پیچھے بھی ہدایت کرنے والے گزر چکے تھے کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو' مجھے تو تمہارے بارے میں بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔ قوم نے کہا: کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ ہم کو ہمارے معبودوں سے پھیر دو؟ اگر تم سچے ہو تو جس چیز سے ہمیں ڈراتے ہو اسے ہم پر واقع کردو۔ ہود نے کہا کہ اس کا علم تو خدا ہی کو ہے اور میں تم کو وہی پیغام پہنچا رہا ہوں جو مجھے دے کر بھیجا گیا ہے' لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ تم جہالت میں پھنسے ہوئے ہو۔ پھر جب قوم نے (عذاب کو) دیکھا کہ بادل کی شکل میں ان وادیوں کی طرف آرہا ہے تو (انہوں نے) کہا: یہ بادل ہے جو ہم پر برسے گا۔ نہیں' بلکہ یہ وہ ہے جس کے لئے تم جلدی کرتے تھے' یہ ایک آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے۔ یہ ہر چیز کو اپنے رب کے حکم سے تباہ کر دیتی ہے۔ پھر وہ ایسے ہو گئے کہ ان کے گھروں کے سوا کوئی چیز نظر نہیں آتی تھی۔ گناہگاروں کو ہم ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں۔" (الاحقاف: 21-25)

جنوں کی تصدیق

اس کے بعد ایک اور نعمتِ عظمیٰ کا ذکر ہے۔ اس سے قبل سورۃ کے تعارف میں بیان ہو چکا کہ جنات کا ایک گروہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سورۃ الصافات میں بھی اس کی جانب اشارۃ ذکر تھا۔ یہاں وہی بات قدرے تفصیل کے ساتھ ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ
قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ○
قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا
لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○

at.com

يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَ اٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَ يُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝

وَ مَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ وَ لَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءُ ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝

"اور جب ہم نے جنّوں میں سے کئی افراد کو تمہاری طرف متوجّہ کیا کہ قرآن سُنیں تو جب وہ آپ کے پاس آئے تو آپس میں کہنے لگے کہ خاموش رہو۔ جب پڑھنا مکمل ہوا تو اپنی برادری کے لوگوں میں واپس گئے تاکہ ان کو نصیحت کریں۔ کہنے لگے کہ اے قوم! ہم نے ایک کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد نازل ہوئی ہے' جو کتابیں اس سے پہلے نازل ہوئیں 'ان کی تصدیق کرتی ہے اور سچا دین اور سیدھا راستہ بتاتی ہے۔ اے قوم! اللہ کی طرف بلانے والے کی بات کو قبول کرو اور اس پر ایمان لاؤ۔ اللہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں دکھ دینے والے عذاب سے پناہ میں رکھے گا اور جو شخص اللہ کی طرف بلانے والے کی بات قبول نہ کرے گا تو وہ زمین میں اللہ کو عاجز نہ کر سکے گا اور نہ اس کے سوا اس کے حمایتی ہوں گے اور یہ لوگ صریح گمراہی میں ہیں۔" (احقاف:29-32)

احادیث میں ہے کہ اس کے بعد جنّات کے کئی طبقات نے گروہ در گروہ اسلام قبول کیا اور نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام کی تعلیمات حاصل کیں۔ یہ گروہ ان ہی میں سے تھا کیونکہ جنّات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل آسمان دنیا کے قریب جا کر فرشتوں کی گفتگو سنتے تھے اور پھر وہ کاہنوں کو بتاتے تھے جو اس میں جھوٹ کی آمیزش کرتے اور اپنی بڑائی کا سکہ جماتے۔ جب آپ کو منصبِ نبوّت پر فائز کیا گیا تو آسمان کے قریب ان جِنّات کی نقل و حمل پر پابندی لگا دی گئی اب یہ جنات تلاش میں نکلے کہ آج دنیا میں کوئی انقلاب ضرور آ رہا ہے۔ چلتے چلتے اس وادی میں جا پہنچے جہاں نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو کھڑے تلاوت فرما رہے تھے۔ انہوں نے وہاں قرآن سنا اور ایمان قبول کر لیا اور باقی لوگوں کو بھی اسلام کی دعوت دی۔ اس ذکر کے بعد قیامت کے وقوع پذیر ہونے اور حشر کے میدان میں کُفّار کے تصدیق کرنے کا ذکر ہے اور کافروں کی ہلاکت کا اعلان بھی ہے۔

نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر کی تلقین

اس سورۃ کے آخر میں اللہ ربُّ العزّت نے نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلّی دی اور فرمایا کہ مصائب و الم کے سامنے سینہ سپر ہونا عالی بلند ہمت پیغمبروں کی سُنّت ہے۔ جس طرح پہلے پیغمبروں نے راہِ صبر اختیار کی' آپ بھی صبر کریں اور اللہ تعالیٰ سے اپنی اُمّت کے لئے ہدایت کے طلب گار رہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

Mart

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ ۚ كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوعَدُونَ لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا سَاعَةً مِّن نَّهَارٍ ۚ بَلَاغٌ ۚ فَهَلْ يُهْلَكُ إِلَّا الْقَوْمُ الْفَاسِقُونَ ○

"پس اے نبیؐ جس طرح اور عالی ہمت پیغمبر صبر کرتے رہے ہیں اسی طرح تم بھی کرو اور ان کے لئے عذاب جلدی نہ مانگو۔ جس دن یہ اس چیز کو دیکھیں گے، جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے تو یہ خیال کریں گے کہ گویا یہ دُنیا میں رہے ہی نہیں تھے مگر گھڑی بھر دن۔ قرآن کا یہ پیغام پہنچا دینا ہے سو وہی ہلاک ہوں گے جو نافرمان تھے" (الاحقاف:35)

com

سورہ محمد (۴۷)

نام

اس سورۃ کا ایک نام "محمد" ہے کیونکہ اس سورۃ میں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی ذکر کیا گیا ہے۔
اس سورۃ کا دوسرا نام "قتال" بھی ہے کیونکہ اس میں قتال (جہاد بالسیف) کا حکم موجود ہے۔

زمانۂ نزول

اس سورۃ کا نزول مدینہ منورہ میں ہوا۔

مضامین

مکی دور میں دعوتِ ایمان کے بعد دو واضح گروہ پیدا ہو چکے تھے۔

الف۔ مومن ب۔ کافر

مدینہ منورہ میں نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد تیسرے گروہ کا بھی اضافہ ہوا جس کو منافق کہا جاتا ہے۔ اس سورت میں تینوں جماعتوں کے متعلق گفتگو ہے۔

1- اہلِ ایمان مکے کی مصائب و آلام سے پُر زندگی سے نکل کر دارالامان مدینہ منورہ میں قدرے عافیت کی زندگی کا آغاز کر رہے تھے اور عافیت یہ تھی کہ ان کو اسلام کے احکام پر عمل سے روکنے والی عملی قوت اب مقابل نہ تھی۔ لیکن کُفارِ مکہ مسلمانوں کو مٹا دینے والی پالیسی سے اب تک دستبردار نہ ہوئے تھے بلکہ ان کی دشمنی اور زیادہ شدت اختیار کر گئی۔ ایسے میں اہلِ ایمان کو حکم دیا گیا:

فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ

"تمہاری کُفار سے جب ملاقات (میدانِ جنگ میں) ہو تو ان کی گردن مارو"

لیکن اس وقت حالات یہ تھے کہ مسلمان مجاہدین کی تعداد چند سو تھی اور مالی و معاشی حالات کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ مکے سے ہجرت کر کے آنے والے مسلمان ابھی تک صحیح طور پر بسنے بھی نہ پائے تھے اور کُفارِ عرب کا معاشی مقاطعہ بدستور تھا۔

ایسے پر آشوب حالات میں مسلمانوں کو عزیمت کی راہ اپنانے کا حکم دیا گیا کہ جو جماعت یا فرد اللہ کے دین کی اشاعت و تبلیغ میں رکاوٹ بنے اس کو ختم کر کے اللہ کے دین کا بول بالا کیا جائے اور اس سلسلے میں مسلمانوں کی کوئی بھی کوشش (چھوٹی یا بڑی) اللہ تعالیٰ ضائع نہ ہونے دے گا بلکہ اس موقع پر اللہ کی تائید و نصرت مسلمانوں کے ساتھ

ہو گی اور کفار اپنے منطقی انجام کو بہت جلد دیکھ لیں گے۔

اسی ضمن میں مسلمانوں کو ہمت دلانے کے لئے مزید فرمایا کہ اپنی تعداد کی قلت' بے سروسامانی اور اس کے مقابل کُفّار کی عددی کثرت اور مالی بہتات کے باعث قطعاً فکر مند نہ ہوں۔ کیونکہ مومن کا اصل ہتھیار اللہ پر مکمل اعتماد اور اخلاص کے ساتھ جدوجہد کرنا ہے۔ اس سلسلے میں اپنے مقدور بھر وسائل کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے گریز نہ کریں اور اگر اس موقع پر بخل اور کنجوسی سے کام لیا گیا یا اللہ کی راہ میں قربانی سے گریز و فرار کی راہ تلاش کی تو اللہ تعالیٰ تمہاری جگہ کسی اور کو کھڑا کر دے گا۔

منافقین کو خبردار کیا گیا کہ ایمان و اسلام کے بلند بانگ دعووں کی بجائے اب عملی جدوجہد کا وقت آچکا ہے۔ قتال کے حکم سے تمہارے حوصلے پست اور ہوش کیوں اڑ گئے ہیں؟ دنیا کی چند روزہ زندگی کی خاطر کُفّار سے ساز باز کرنے یا دنیوی عافیت کی کسی دوسری راہ کی تلاش میں کیوں سرگرداں ہو رہے ہو؟

یہی وہ وقت ہے جب اللہ تعالیٰ مخلص اور منافق کے دعوے کی حقیقت کو کائنات کے لوگوں کے سامنے ظاہر کرے گا اور اس موقع پر اگر کوئی شخص اپنے مفادات کی خاطر میدان میں اترنے سے گریز کرے گا تو اس کے سبھی اعمال کو آخرت میں بے اجر کر دیا جائے گا۔

اس سورۃ میں انفاق فی سبیلِ اللہ کے اجر و ثواب اور نفاق کے وبال کا تذکرہ تمثیلی انداز سے کیا گیا ہے۔

com

تفسیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کُفر کے خاتمے کا حکم

سورۃ کا آغاز کُفّار کے اعمال کی بے ثباتی اور اہلِ ایمان کے اعمال پر اجر و ثواب کے ذکر سے ہوتا ہے اور پھر کُفّار سے دنیا کو پاک کرنے کے لئے قِتال کا حکم ہے کیونکہ برائی کو ختم کرنے کے دو ہی طریقے ہیں۔

1- اخلاق اور کردار کا مثالی نمونہ دکھا کر اسلام کی طرف رغبت دلانا۔

2- اور جو اس راستے میں رکاوٹ بنے' اس کو بزورِ شمشیر راستے سے ہٹا دینا۔

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں بھی ہمیں یہی انداز ملتا ہے کہ پہلے کُفّار کو زبانی دعوت دی گئی اور جب تک مسلمان مکے میں رہے' انہیں ہر قسم کے ظلم و جبر برداشت کرنے اور صبر کا حکم دیا گیا۔

جنگی ضابطہ

جب مسلمان مدینے میں آگئے اور کُفّار نے مسلمانوں کو مٹانے کی ٹھان لی تو مسلمانوں کو دفاع کا حکم دیا اور اس کے لئے جنگی قاعدہ یوں بیان ہوا:

فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتَّىٰ إِذَا أَثْخَنتُمُوهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً حَتَّىٰ تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا

"اور جب تم کافروں سے بھڑ جاؤ تو ان کی گردنیں اڑا دو۔ یہاں تک کہ جب خوب ان کو قتل کر چکو تو جو زندہ پکڑے جائیں' ان کو مضبوطی سے قید کر لو۔ پھر اس کے بعد یا احسان کر کے چھوڑ دو یا پھر مال لے کر۔ یہاں تک کہ فریقِ مقابل لڑائی کے ہتھیار رکھ دے" (محمد: ۴)

اور دوسرے مقام پر اس قِتال کا فلسفہ یوں بیان ہوا کہ "جب فتنہ ختم ہو جائے"

یعنی اسلامی قِتال کا فلسفہ اور روح فتنے کا خاتمہ ہے اور اس مقصد کے حصول کے لئے جب مومن نکلتا ہے تو تائیدِ الٰہی یوں اس کا ساتھ دیتی ہے:

إِن تَنصُرُوا اللَّهَ يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ ○

"اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ بھی تمہاری مدد کرے گا اور تم کو ثابت قدم رکھے گا" (محمد: 7)

Marfat

جنّت کی منظر کشی

پھر کفار کی عبرت کے لئے ہلاک شدہ بستیوں کا ذکر کر کے جنت کا ایک نقشہ اہلِ ایمان کو دکھایا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُونَ ۖ فِيهَا أَنْهَارٌ مِّن مَّاءٍ غَيْرِ آسِنٍ وَأَنْهَارٌ مِّن لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ وَأَنْهَارٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشَّارِبِينَ وَأَنْهَارٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ۖ وَلَهُمْ فِيهَا مِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ ۖ

"جنت، جس کا متقی لوگوں سے وعدہ کیا گیا ہے، اس کی صفت یہ ہے کہ اس میں پانی کی نہریں ہیں جو بو نہیں دیں گی اور دودھ کی نہریں ہیں جس کا مزہ نہیں بدلے گا اور پینے کے سامان کی نہریں ہیں جو پینے والوں کے لئے لذّت ہے اور شہدِ مُصفّا کی نہریں ہیں اور ان کے لئے قسم قسم کے میوے ہیں اور ان کے رب کی طرف سے مغفرت ہے" (محمد:15)

جنت کی نعمتوں کا تذکرہ شوق دلانے کے لئے کیا۔ نیز یہ کہ کُفّار جن نعمتوں پر اکڑتے اور اپنے آپ کو خوش قسمت و خوشحال بتاتے ہیں، وہ عارضی ہیں اور اہلِ ایمان کو ملنے والی نعمتیں دائمی ہیں۔ ان اہلِ ایمان کے لئے وہاں سب سے بڑی نعمت رب کی مغفرت ہوگی۔ اسی لئے دنیا میں نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوَاكُمْ ○

"پس اے نبیؐ! اس بات کا علم حاصل کر کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور معافی مانگو اپنے قصور کے لئے بھی اور مومن مردوں عورتوں کے لئے بھی۔ اللہ تمہاری سرگرمیوں کو بھی جانتا ہے اور تمہارے ٹھکانے سے بھی واقف ہے" (محمد:19)

علم کی عظمت

یہاں سیدھی سیدھی بات سامنے آتی ہے۔ مفسّرین بیان کرتے ہیں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہنے سے پہلے اس کا علم، اس کا مفہوم جاننا ضروری ہے۔ اس لئے کہ اگر لا الٰہ الا اللہ کا علم حاصل نہ ہو تو زبان سے اس کا اقرار کوئی فائدہ نہیں دے گا۔

خرد نے کہہ بھی دیا لاالہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلمان نہیں تو کچھ بھی نہیں

اسلام کا اصل مقابلہ جاہلیّت سے ہے

علم کو توحید سے پہلے اس لئے بیان کیا کہ دین سب سے زیادہ جاہلیّت کے خلاف ہے اور دین کی ابتدا علم سے ہے۔ اسی لئے نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے دور کو دورِ جاہلیّت کہا جاتا ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کا دور علم، فہم، معرفت، تدبّر، تفکّر اور تذکّر کا دور ہے۔ اس لئے فرمایا کہ اقرار سے پہلے سمجھو کہ لاالہ الا اللہ کیا چیز ہے علامہ اقبال فرماتے ہیں:

چو می گویم مسلمانم بلرزم
کہ دانم مشکلات لَا الٰہ را

"میں جب کہتا ہوں کہ میں مسلمان ہوں تو میں کانپ جاتا ہوں کہ میں جانتا ہوں کہ لاالٰہ کی مشکلات کیا ہیں۔"

علماء کی عظمت

قرآنِ مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ

"وہ لوگ جو علم میں راسخ ہو جاتے ہیں (جن کا علم پختہ ہو جاتا ہے)' وہ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے۔"

(آل عمران: 7)

کیونکہ جس چیز کا علم حاصل ہوتا ہے' وہ ہمارے دل میں بیٹھ جاتی ہے۔ علم جب راسخ ہو جاتا ہے تو اسے ایمان کہتے ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی علماء کا مقام بہت اونچا ہے۔ آدم علیہ السلام کی عظمت بھی علم کی وجہ سے ہوئی۔ ذکر و عبادات' تحمید' تکبیر و تہلیل کی وجہ سے نہیں' نوافل کی کثرت سے نہیں' کیونکہ اس معاملے کو تو فرشتے بغیر توقف کے مسلسل کرتے ہیں۔ عظمتِ آدم اور فرشتوں پر فوقیت کا اصل سبب علم ہے۔ اسی لئے علم کی طرف زیادہ توجہ دینی چاہئے کیونکہ علم کی بدولت اللہ تعالیٰ عمل کی بھی توفیق عطا فرما دیتا ہے۔ یونانی حکیم سُقراط کا یہ مقولہ علم کی اہمیت کی دلیل ہے کہ Knowlege is the virtue (اصل نیکی علم ہے)

منافقوں کا ذکر

اس کے بعد تیسرے طبقے یعنی منافقوں کا ذکر ہے جو اپنی نیکی اور خلوص جتانے کے لئے جہاد کی بار بار التجا کرتے رہے اور جب یہ حکم نازل ہو گیا تو ان کی صورت یہ ہوئی:

at.com

فَإِذَآ أُنزِلَتْ سُورَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَذُكِرَ فِيهَا الْقِتَالُ رَأَيْتَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ يَنظُرُونَ إِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۖ فَأَوْلَىٰ لَهُمْ ۝

"لیکن جب کوئی سورت صاف معانی کے ساتھ اتری جس میں جہاد کی فرضیت کا ذکر ہے تو جن لوگوں کے دلوں میں نفاق کا مرض ہے، تم ان کو دیکھو گے کہ تمہاری طرف اس طرح دیکھنے لگیں جس طرح کسی پر موت کی غشی طاری ہوتی ہے۔ سو ان کے لئے خرابی ہے" (محمد:20)

اور آگے چل کر اس خرابی کا یوں ذکر فرمایا:

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰ أَبْصَارَهُمْ ۝

"یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے اور انکو بہرا اور آنکھوں کا اندھا کر دیا ہے" (محمد:23)

مرضِ نفاق کا سبب

اور یہ امراض اس وجہ سے پیدا ہوئے کہ کچھ لوگ کتابِ ہدایت سے شفا حاصل نہیں کرتے۔ شفا کے حصول کے لئے حکم ہے:

أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا ۝

"کیا ان لوگوں نے قرآن پر غور نہیں کیا یا (ان کے) دلوں پر قفل چڑھے ہوئے ہیں" (محمد:24)

یعنی اگر ہم قرآنِ مجید پر تدبر نہ کریں تو دلوں پر قفل چڑھ جاتے ہیں۔ اسی لئے قرآن اس چیز کا تقاضا کرتا ہے کہ اسے سمجھ کر پڑھا جائے اور جو بات سمجھ میں آجائے، اس کو اپنایا جائے اور منافق اس لئے تدبر نہیں کرتے کہ اس سے ان لوگوں کی غلطی سامنے آتی ہے۔ اس کے بعد بد عملی کے سبب کا ذکر ہے کہ شیطان ان کو ملمع شدہ برائیاں دکھاتا ہے جو ان کو مزین اور خوبصورت نظر آتی ہیں۔ پھر منافقوں کے شُبہے کو زائل کیا کہ وہ اس دھوکے میں نہ رہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے کھوٹ کو ظاہر نہ کرے گا بلکہ ان کے اعمال کو واضح کر کے دکھائے گا تاکہ مومن ان سے دھوکا نہ کھائیں --- پھر فرمایا کہ ہم کبھی کبھی آزماتے بھی ہیں تاکہ اچھے اور بُرے کی پہچان کرا دیں۔ سو اس آزمائش کے وبال سے بچنے کا صحیح راستہ یہ ہے کہ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اطاعت کی راہ اپنا لو۔

اہلِ ایمان کے لئے تسلی

اس کے بعد اہلِ ایمان کو تسلی دلانے کے لئے فرمایا:

فَلَا تَهِنُوا وَتَدْعُوا إِلَى السَّلْمِ وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ

"تم بودے نہ بنو اور غم نہ کھاؤ۔ تم ہی کو غالب رہنا ہے اگر تم مومن ہو۔" (محمد:35)

یعنی یہاں یہ حکم ہے کہ بودے بن کر صلح کی درخواست نہ کرو۔ تم ہی غالب رہنے والے ہو اللہ تمہارے ساتھ ہے اور تمہارے اعمال کو وہ ہرگز ضائع نہ کرے گا۔

عمومی مشاہدہ یہ ہے کہ مسلمان لوگ میدانِ جنگ میں تو مار نہیں کھاتے لیکن جب معاملے یا معاہدے کا وقت آتا ہے تو وہاں پر مار کھا جاتے ہیں۔ یہاں اسی بات سے روکا گیا ہے۔ اسلام صلح و سلامتی اور امن کا دین ہے لیکن اگر صلح' صفائی سے مراد کمزوری اور بودا پن ہو تو اس سے دین اور قرآن نے روکا ہے کہ اگر کوئی صلح کا مطلب شکست سمجھ رہا ہے تو پھر ڈٹ جانا چاہئے اور صلح نہیں کرنی چاہئے کیونکہ اسلام شجاعت سکھاتا ہے اور اگر تم یہ ذمہ داری نہ پوری کرو گے تو اللہ کے ہاں کوئی کمی نہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَإِن تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُم ○

"اگر تم منہ موڑو گے تو اللہ تمہاری جگہ کسی اور قوم کو لے آئے گا اور وہ تم جیسے نہ ہوں گے" (محمد:38)

یعنی تم اگر اللہ کے دین سے پیچھے ہٹو گے تو دین کو کوئی نقصان نہ ہوگا کیونکہ اللہ نے دین کی حفاظت کا ذمہ خود لیا ہے۔ ہاں دین کی حفاظت میں اگر تم بھی جدوجہد کرو گے تو تمہاری حفاظت بھی ہو جائے گی۔ عرب قوم ایک عرصے تک دین کو دنیا میں پھیلاتی رہی۔ اللہ تعالیٰ نے آدھی سے زیادہ دنیا کی بادشاہت ان کو عطا فرما دی۔ کہاں جزیرہ نمائے عرب کی آبادی جو چند ہزار سے زیادہ نہ تھی۔ اب بھی پورے عرب کی آبادی ایک کروڑ سے متجاوز نہیں ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اقتدار دیا تو پوری سلطنتِ روم اور سلطنتِ فارس ان کے قدموں میں آ گئی اور وہ عرب ہندوستان تک آن پہنچے کیونکہ محمد بن قاسم صرف ملتان تک نہیں آیا ہے بلکہ وہ تو اٹک تک پہنچا ہے۔ ادھر مکران اور ایران کا سارا علاقہ فتح کیا ہے اور انہی زمانوں میں مسلمان شمال میں چین تک پہنچے ہیں۔ پھر یورپ' شمالی افریقہ' مراکش تک پوری کی پوری مہذب دنیا آدھی سے زیادہ ان کے پاس چلی گئی اور جب انہوں نے دین کو چھوڑ دیا اور اپنے آپ کو مسلمان کی بجائے عرب کہنے لگے اور غیر عربوں پر اپنی فوقیت جتانے لگے تو اللہ تعالیٰ نے غیر عربوں میں سے تاتاری ان پر مسلط کر دیئے کہ انہوں نے ان کو اس قدر مارا اور ہر روز وہ اتنے آدمیوں کو قتل کرتے تھے کہ کھوپڑیوں کے اوپر کھوپڑیاں رکھتے تھے اور مینار بنا لیتے تھے۔ پھر انہی تاتاریوں سے اللہ تعالیٰ نے کام لیا کیونکہ یہ مسلمان ہو گئے تھے اور جب عرب سپین سے رخصت ہو رہے تھے' انہی ایام میں یہ تاتاری اسلام کا جھنڈا لے کر مشرقی یورپ میں داخل ہوئے۔ ترکیہ' یونان' قبرص' یوگوسلاویہ' بوسنیا یعنی یہ سارا علاقہ جرمنی کے قریب تک مسلمانوں نے فتح کر لیا اور اب امامت عربوں سے چھین کر تاتاریوں کو دے دی گئی۔ تاتاری وہی منگول تھے جو ہندوستان میں آ گئے اور پھر 1857ء تک ان کی حکومت رہی اور سچی بات یہ ہے کہ منگولوں کی حکومت ہی ہندوستان میں مسلمانوں کا بہترین دور تھا۔

اگر ہم اللہ کے دین سے منہ موڑیں گے تو اللہ تعالیٰ ہماری بجائے کوئی اور قوم لے آئے گا۔ وہ ہماری طرح

at.com

کام چور نہیں ہوں گے وہ دین کے لئے قربانیاں دیں گے۔ دین کے لئے وہ کام کریں گے جو ہم نہیں کر سکے۔

؎ اس کا کیا ہے چاہنے والے تم نہ سہی تو اور بہت
ترکِ محبت کرنے والو! تم تنہا رہ جاؤ گے

سورہ الفتح (۴۸)

نام

اس سورۃ کا نام پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

زمانۂ نزول

ذی قعدہ 6 ہجری اس سورت کا زمانۂ نزول ہے۔

پسِ منظر

اس سورۃ کے مضامین کے ذکر سے قبل اس دور کے حالات اور پسِ منظر پر اجمالی نظر ڈالنا ضروری ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہؓ سمیت بیت اللہ کا طواف کر رہے ہیں۔ اس بات پر عملدر آمد بظاہر مشکل بلکہ محال نظر آتا تھا۔ مگر آپ نے اس پر عمل کا قطعی ارادہ کرلیا اور اعلان کردیا کہ جو شخص اس سفر میں شریک ہونا چاہے' وہ تیاری کرے۔ 1400 صحابہ کرامؓ نے اس موقع پر رختِ سفر باندھا۔ ذُوالحلیفہ کے مقام سے احرام باندھا گیا اور قربانی کے جانور خرید کر ان کے گلے میں "ہدی" کی علامت ڈال دی گئی۔

اہلِ مکہ اور اہلِ مدینہ کے تعلقات واضح تھے کہ غزوۂ خندق کے بعد کشیدگی شدید نوعیت اختیار کرچکی تھی۔ ایسے میں مکے میں داخلہ کسی صورت ممکن نہ تھا۔ قریش کو علم ہوا تو انہوں نے راستہ روکنا چاہا۔ مگر بیت اللہ سے روکنا اخلاقی اعتبار سے کسی طور ممکن نہ تھا۔ کچھ لوگوں نے باہم مشورت سے طے لیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو واپسی پر آمادہ کیا جائے۔ سفارت کا آغاز ہوا۔ آپ نے "ہدی" کے جانور دکھا کر اپنے سفر کا مقصد واضح کیا۔ اس دوران میں قریش کے چند نوجوان مسلمانوں کو اشتعال دلانے کے لئے کاروائیاں کرتے رہے مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو صبر و ضبط کا حکم دیا۔

بیعتِ رضوان

ادھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اپنا سفیر بنا کر اہلِ مکہ کے پاس بھیجا تاکہ آپؓ اہلِ مکہ کو یہ بتادیں کہ مسلمان طواف اور قربانی کے بعد واپس چلے جائیں گے۔ اہلِ مکہ نے اس بات کو تسلیم نہ کیا۔ مذاکرات نے طوالت اختیار کی اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی واپسی میں تاخیر ہوگئی۔ مسلمانوں میں یہ افواہ

پھیل گئی کہ عثمانؓ کو شہید کر دیا گیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب صحابہ کرامؓ کو جمع کر کے بیعت لی کہ خون عثمانؓ کا بدلہ لئے بغیر یہاں سے واپس نہ جائیں گے۔ یہ بیعت "بیعتِ رضوان" کے نام سے تاریخ میں معروف ہے۔

صلحِ حدیبیہ

بعد میں معلوم ہوا کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کی خبر صحیح نہ تھی لیکن مسلمانوں کے اس جوش و خروش اور صداقت کا یہ اثر ہوا کہ قریش ہمت ہار گئے۔ چنانچہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں سہیل بن عمرو کی سرکردگی میں افہام و تفہیم کے لئے ایک وفد بھیجا۔ باہمی گفت و شنید کے بعد ایک صلح نامہ مرتب کیا گیا جس میں درج ذیل شرائط پر فریقین رضامند ہو گئے۔

1- دس برس تک فریقین ایک دوسرے کے خلاف کسی بھی قسم کی علانیہ یا خفیہ کارروائی نہیں کریں گے۔

2- قریش کا کوئی آدمی فرار ہو کر مسلمانوں کے پاس آئے تو اس کا واپس کرنا لازم ہو گا جبکہ مسلمانوں میں سے کوئی آدمی بھاگ کر قریش کے پاس آیا تو اس کو واپس نہیں کیا جائے گا۔

3- عرب کے دیگر قبائل میں سے اگر کوئی قبیلہ فریقین میں سے کسی ایک کا حلیف بننا چاہے تو اس کو اختیار ہو گا۔

4- مسلمان اس سال عمرہ کئے بغیر واپس چلے جائیں۔ آئندہ سال عمرے کے لئے اس طرح آئیں کہ تلواریں نیام میں بند ہوں اور تین دن سے زائد وہ مکے میں قیام نہ کریں اس دوران میں اہلِ مکہ شہر خالی کر دیں گے تاکہ تصادم کا خطرہ نہ رہے۔

یہ معاہدہ طے پا رہا تھا اور مسلمانوں میں اضطراب اور بے چینی کی لہر دوڑ رہی تھی۔ کیونکہ کفارِ قریش کی ظاہری کامیابی کی مصلحت کسی کی سمجھ میں نہ آ رہی تھی۔ اس اضطراب کا اظہار جب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے روبرو کیا گیا تو انہوں نے فرمایا:

"محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے برحق رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ آپ کو کسی طرح بھی ضائع نہ ہونے دے گا۔" (بخاری)

یہ الفاظ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ایمانی عظمت اور کامل اعتماد کی عکاسی کر رہے ہیں۔ اس جواب کے بعد مسلمانوں کو ایک اور بات نے پریشان کر رکھا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں فرمایا تھا کہ "میں نے خواب میں دیکھا کہ ہم مکے میں بیت اللہ کا طواف کر رہے ہیں"

اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "اس خواب کی عملی تعبیر اسی سال ضروری تو نہیں" جب معاہدہ صلح لکھا جا رہا تھا تو سہیل بن عمرو کے لختِ جگر ابوجندلؓ (جن کو اہلِ مکہ نے اسلام قبول کرنے کی وجہ سے قید کر رکھا تھا) فرار ہو کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے۔ پاؤں میں بیڑیاں اور جسم پر تشدد کے نشانات موجود تھے۔ سہیل بن عمرو نے اپنے بیٹے کی واپسی کا مطالبہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو واپس بھجوا دیا۔

معاہدۂ صلح کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اسی مقام پر قربانی کر کے سر منڈوا لئے جائیں اور احرام کھول دیئے جائیں۔ اس پر صحابہ کرامؓ کو تردد ہوا اور آپؐ اس پر کبیدہ خاطر ہو گئے۔ آپؐ نے اپنے خیمہ میں سیدہ اُمِ سلمہؓ سے اس بات کا اظہار کیا تو سیدہ اُمِ سلمہؓ نے عرض کیا کہ "آپ خود قربانی کر کے سر منڈوا لیجئے۔ لوگ خود بخود آپ کی پیروی کر لیں گے"

اس پر سبھی صحابہ کرامؓ نے آپ کے اس عمل کی اطاعت کی ۔

فتحِ عظیم

یہ قافلہ حُدیبیہ سے واپس مدینہ پلٹا۔ مکے سے چند کلومیٹر کے فاصلے پر پہنچ کر آپ نے مسلمانوں کو خوشخبری سنائی کہ جس کو تم شکست سمجھ رہے تھے وہ دراصل فتحِ عظیم ہے اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سورۃ تلاوت فرمائی۔ مسلمانوں کے اطمینان اور خوشی میں اس سے مزید اضافہ ہوا اور چند ماہ بعد ہی عام مسلمانوں پر بھی اس صلح کے ثمرات اور فوائد کا ظہور ہو گیا۔

مضامین

درج بالا سطور کے بعد اس سورۃ کے سارے مضامین از خود واضح ہو جاتے ہیں جن کا خلاصہ درج ذیل ہے:

(الف) اس سورۃ میں حدیبیہ کے واقعے کو فتحِ عظیم قرار دیا گیا۔ اس ضمن میں منافقین کے کردار پر زجر و توبیخ اور اہل ایمان کو اجرِ عظیم کی خوشخبری سنائی گئی۔

(ب) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب کا تذکرہ اور اس کی تعبیر کے جلد وقوع پزیر ہونے کا یقین دلایا گیا۔

(ج) بیعتِ رضوان کی عظمت اور اس کے شرکاء کے لئے مغفرت کا اعلان کیا گیا۔

(د) سورۃ کے آخر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ کے عظیم کردار اور اُن کی اخلاقی عظمت کے آثار بیان کیے گئے ہیں۔

at.com

تفسیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فتحِ مُبین کی خوشخبری

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۙ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۙ وَّيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا ۝

"(اے محمدؐ) ہم نے تم کو فتح دی۔ فتح بھی صریح و صاف تاکہ اللہ تمہارے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دے اور تم پر اپنی نعمت پوری کرے اور تمہیں سیدھے راستے پر چلائے اور تمہاری زبردست مدد کرے۔"

(الفتح: 1-3)

اس فتح سے مراد صلح حدیبیہ ہے جیسا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے فرمان سے واضح ہے کیونکہ صلحِ حدیبیہ آئندہ فتوحات کے لئے ایک بنیاد بنی۔ اس خوشخبری کے بعد عام مسلمانوں کے لئے اطمینان کے نزول اور جنت میں داخلے کی خوشخبری ہے پھر منافقوں کے عبرتناک انجام کا ذکر اور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عالی رتبے کا بیان ہے۔

بیعتِ رضوان اور اس میں کئے گئے عہد و پیمان کی تکمیل پر بھی اجرِ عظیم کی نوید سنائی گئی اور اس کے ساتھ منافقوں کے باطل خیالات و تصورات کا ذکر ہے کہ وہ یہ آس لگائے بیٹھے تھے کہ مسلمان آج عمرے کے لئے گئے ہیں تو ان کا واپس آنا ناممکن ہے کیونکہ کُفارِ مکہ ان کو وہیں ختم کر دیں گے اور اسی لئے یہ لوگ مسلمانوں کے ساتھ سفر پر گئے بھی نہ تھے۔ مگر اس کے مقابل صورتِ حال یہ ہے کہ جب کبھی قِتال کے باعث مالِ غنیمت کی توقع ہوتی ہے تو یہ منافق آگے بڑھ بڑھ کر جانے کی خواہش کا اظہار کرتے ہیں۔

بیعتِ رضوان

اس ذکر کے بعد صلح حدیبیہ کے میدان میں ہونے والی بیعت کا ذکر ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ۙ وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝

com

"اللہ مومنوں سے راضی ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے تم سے بیعت کر رہے تھے ان کے دلوں کا حال اس کو معلوم تھا۔ اس لئے اس نے ان پر اطمینان نازل فرمایا ان کو انعام میں قریبی فتح بخشی اور بہت سا مال غنیمت انہیں عطا کر دیا جنہیں وہ عنقریب حاصل کر لیں گے اللہ زبردست اور حکیم ہے" (الفتح:18-19)

حدیبیہ کے مقام پر رک کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عثمانؓ کو بطور وفد کے مکے میں بھیجا تاکہ ان سے بات کریں کہ اہل مکہ کو حق نہیں پہنچتا ہے کہ وہ کسی قوم کو عمرے سے روکے۔ سیدنا عثمانؓ جب مکے میں پہنچے تو قریش نے ان سے کہا کہ عثمانؓ! تم ہمارے نزدیک بہت معتزز آدمی ہو۔ تم عمرہ کر لو لیکن تمہارے ساتھیؐ کو اور ان کے ساتھیوں کو ہم عمرہ نہیں کرنے دیں گے۔ سیدنا عثمانؓ نے کہا کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ نہیں کریں گے تو ہم بھی نہیں کریں گے۔ پہلے وہ عمرہ کریں گے پھر میں کروں گا۔ سیدنا عثمانؓ کئی دن تک ان کے ساتھ گفتگو میں مشغول رہے۔ ادھر یہ خبر مشہور کر دی گئی کہ عثمانؓ قتل کر دیئے گئے ہیں۔ آپؐ نے تمام صحابہ کرامؓ سے ایک ببول کے درخت کے نیچے الگ الگ بیعت لی کہ خون عثمانؓ کا بدلہ ضرور لیں گے۔ جس وقت آپؐ یہ بیعت لے رہے تھے تو یہ اس قدر ایمان افروز منظر تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی پسندیدگی کا اظہار کر دیا۔

بیعتِ رضوان اور علمِ غیب

واقع یہ تھا کہ حضرت عثمانؓ شہید نہیں ہوئے تھے لیکن صحابہ کرامؓ میں یہ بات واضح طور پر پھیل گئی کہ عثمانؓ شہید کر دیئے گئے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا شدید رنج ہوا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عثمانؓ کا بدلہ لینے کے لئے تمام صحابہ کرامؓ سے بیعت لی۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے سیدنا عثمانؓ کی زندگی کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع نہیں فرمائی اور آپ کو علم ہی نہ ہوا۔ حتیٰ کہ انتقام کے لئے بیعت بھی لے لی۔ یہاں سے پھر ان لوگوں کی غلطی ثابت ہوتی ہے۔ جو یہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ذاتی تھا۔ اگر ذاتی ہوتا تو معلوم ہوتا کہ حضرت عثمانؓ شہید نہیں ہوئے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے جتنا علم اللہ نے دے دیا' اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ دوسری بات یہ کہ ایک طبقہ ہے (اللہ انہیں ہدایت دے) کیونکہ وہ بہت بدنصیب طبقہ ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ میں کل چار مسلمان رہ گئے۔ باقی نعوذ باللہ سارے بے ایمان تھے۔ ذرا قرآن کو غور سے کھول کر پڑھیں۔ قرآن تو ۱۴ سو صحابہ کے بارے میں کہہ رہا ہے کہ اللہ ان سے راضی ہو گیا اور یہ چند محروم و بدقسمت لوگ راضی نہیں ہوئے۔ یہ کس قدر غلط سوچ ہے۔ وہ اپنے ایمان کی خیر منائیں۔ سورۂ حجرات میں تو اللہ تعالیٰ ان کے تقویٰ و ایمان پر اپنی گواہی دے رہا ہے اور یہ بیٹھے ان کا ایمان ناپ رہے ہیں۔"

ایک بہت بڑا انعام

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک انعام کا ذکر فرمایا:

at.com

وَهُوَ الَّذِیْ کَفَّ اَیْدِیَهُمْ عَنْكُمْ وَاَیْدِیَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَیْهِمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرًا ○ هُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْیَ مَعْكُوْفًا اَنْ یَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ؕ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَئُوْهُمْ فَتُصِیْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَیْرِ عِلْمٍ ۚ لِیُدْخِلَ اللّٰهُ فِیْ رَحْمَتِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ۚ لَوْ تَزَیَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ○

"اور (اللہ) وہی تو ہے جس نے تم کو ان کافروں پر فتح یاب کرنے کے بعد سرحدِ مکہ میں ان کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ ان سے روک دیئے اور جو کچھ تم کرتے ہو' اللہ دیکھ رہا ہے۔ یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تم کو مسجدِ حرام سے روک دیا اور قربانیوں کو بھی کہ اپنی جگہ پہنچنے سے رکی رہیں اور اگر ایسے مسلمان مرد اور عورتیں نہ ہوتیں جن کو تم جانتے نہ تھے کہ اگر تم ان کو پامال کر دیتے تو تم کو ان کی طرف سے بے خبری میں نقصان پہنچ جاتا اور یہ تاخیر اس لئے ہوئی کہ اللہ تعالیٰ تم کو اپنی رحمت میں داخل کرے اور اگر دونوں فریق الگ الگ ہو جاتے تو ان میں جو کافر تھے' ان کو ہم دکھ دینے والا عذاب دیتے۔"

(الفتح:24-25)

ایک احسان تو یہ کیا کہ خون خرابے سے بچالیا۔ دوسرا یہ کہ ان جانے میں اگر تم اسی طرح آگے بڑھ جاتے اور مکہ فتح کر لیتے تو ان گنت مرد و زن جو ایمان لاچکے تھے مگر اعلان نہ کر سکے تھے' وہ تمہارے ہاتھوں ضائع ہو جاتے اور اگر اللہ تعالیٰ مکے میں رہنے والے کافروں اور مومنوں کو الگ الگ کر دیتا تو کافروں کو ان اعمال کے سبب اب تک عذاب کا شکار ہو جانا تھا۔ کیونکہ وہ جاہلیت کی ہٹ دھرمی اور تعصب سے نکلنے پر کسی صورت آمادہ و تیار نہ تھے۔

خواب میں بشارت

اس کے بعد سورۃ کے آخر میں اس خواب کا ذکر ہے جو ابتدائے تعارف میں ذکر کیا جاچکا اور پھر آپ کی گوناگوں صفات کا تذکرہ! ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ؗ سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ ۖۛ وَمَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ ۚ۫ۛ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰی عَلٰی سُوْقِهٖ

يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۗ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ○

"محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔ اور جو لوگ (ان کے ساتھ ہیں) وہ کُفار پر سخت ہیں اور آپس میں رحیم ہیں تو جب تم انہیں دیکھو گے تو انہیں رکوع' سجود' اللہ کے فضل اور اس کی خوشنودی کی طلب میں مشغول پاؤ گے۔ سجود کے اثرات ان کے چہروں پر موجود ہیں جن سے وہ الگ پہچانے جاتے ہیں۔ یہ ہے ان کی صفت توریت میں اور انجیل میں۔ ان کی مثال یوں دی گئی ہے کہ گویا ایک کھیتی ہے جس نے پہلے ایک کونپل نکالی۔ پھر اس کو تقویت دی پھر وہ گدرائی۔ پھر وہ اپنے تنے پر کھڑی ہو گئی۔ کاشت کرنے والوں کو وہ خوش کرتی ہے تاکہ کفار ان کے پھلنے پھولنے پر جلیں۔ جو ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے نیک عمل کیے ہیں' اللہ نے ان سے مغفرت اور بڑے نیک اجر کا وعدہ فرمایا ہے"۔ (الفتح:29)

پہلی بات تو یہ فرمائی کہ اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دینِ حق دے کر اس لئے بھیجا ہے کہ اسے سارے ادیان اور نظامِ زندگی پر غالب کر دے کیونکہ یہ دین حاکمیت اور خلافت عطا کرنے کے لئے آیا ہے۔ شان و شوکت کے ساتھ جہاد کرنے والے اس کے ماننے والے ہیں اور جو جہاد سے جی چراتے ہیں' ان کا اس دین سے کوئی واسطہ نہیں۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی شہادت دی۔ اس کے بعد صحابہ کرامؓ کی صفات کا ذکر ہے کہ وہ کفار پر سخت اور آپس میں رحیم ہیں۔ سجود میں مشغول رہتے ہیں۔ سجدوں کے آثار ان کے چہروں پر واضح ہیں اور پھر وہ مثال بیان کی جو توریت اور انجیل میں حضورؐ کے صحابہؓ کی مدح میں ہے کہ ایک کونپل نکلی' موٹی ہوئی اور پھر کھڑی ہوئی اور پھر وہ اتنا خوبصورت درخت بنا کہ کُفار کا دل جلنے لگا۔ ان صحابہ کو دیکھ کر جن کا دل جلتا ہے' قرآن ان کو کُفار کہہ رہا ہے' وہ مسلمان نہیں ہو سکتے۔

at.com

سورہ الحجرات (۴۹)

نام

اس سورۃ کی آیت نمبر 4 میں مذکور اس لفظ کو اس سورۃ کا نام قرار دیا گیا

زمانۂ نزول

سورۃ کے مضمون سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ مختلف مواقع پر نازل کردہ احکام و آیات کو جمع کر دیا گیا ہے۔

مضامین

اس سورۃ میں مسلمانوں کے لئے قوانینِ معاشرت بیان کئے گئے ہیں:

1- اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور آداب۔

2- ہر خبر پر بلا تحقیق اعتماد نہ کرنا چاہئے۔ کسی بھی کارروائی سے قبل اس خبر کی تحقیق ضروری ہے تاکہ پتا چل سکے کہ وہ خبر معتبر ہے یا نہیں؟

3- مسلمانوں کے مختلف طبقات یا افراد کے درمیان کسی موقع پر شکر رنجی ہو جائے تو اس باہمی رنجش کو ختم کرانے کے لئے غیر جانبدار افراد کا عمل کیا ہونا چاہئے؟

4- جو برائیاں معاشرتی زندگی میں فساد کا باعث بنتی ہیں' ان سے بچنے کی تلقین۔ یعنی یہ کہ کسی دوسرے مسلمان کا مذاق اڑانا' طعن و تشنیع' بُرے القاب یا ناموں سے پکارنا' بدگمانی پھیلانا' دوسرے لوگوں کی غیبت یا جاسوسی وغیرہ کرنا۔

5- نسلِ انسانی کی وحدت کا ذکر کر کے فرمایا کہ مختلف اقوام و قبائل میں انسانوں کی تقسیم کا مقصد تعارف ہے نہ کہ خاندانی عصبیت کی بنا پر فخر و غرور کیونکہ انسان کی برتری اور فوقیت کی اصل بنیاد تقویٰ ہے۔

6- سورت کے آخر میں وضاحت کی گئی ہے کہ ایمان زبانی دعوے کا نام نہیں بلکہ اللہ کی وحدانیت' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری' اللہ کی راہ میں اخلاص کے ساتھ مال و جان کو کھپانے کا نام اسلام ہے اور یہی ایمان کا تقاضا ہے۔

at.com

تفسیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ○
إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ ۚ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ○
إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِنْ وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ○
وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا حَتَّىٰ تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ○
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ ○

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ اور اس کے رسول کے آگے پیش قدمی نہ کرو۔ (یعنی اللہ اور اس کے رسول کے آگے آگے نہ چلو بلکہ ادب سے پیچھے آؤ) اور اللہ سے ڈرو۔ اللہ سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنی آواز نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آواز سے بلند نہ کرو اور نہ ان کے ساتھ اونچی آواز میں بات کیا کرو جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارا کیا کرایا برباد ہو جائے اور تمہیں خبر نہ ہو۔ جو لوگ رسولُ اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سامنے بات کرتے ہوئے اپنی آواز پست رکھتے ہیں' درحقیقت وہی لوگ ہیں جن کو اللہ نے تقویٰ کے لئے جانچ لیا ہے۔ ان کے لئے مغفرت ہے اور اجرِ عظیم ہے۔ اے نبیؐ جو لوگ تمہیں حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں۔ ان میں سے اکثر بے عقل ہیں' اگر وہ تمہارے باہر آنے تک صبر کرتے تو وہ انہی کے لئے بہتر تھا۔ اللہ درگزر کرنے والا اور رحیم ہے۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لیا کرو اور جھٹ پٹ مان نہ لیا کرو۔ ایسا نہ ہو کہ کسی قوم کو نادانی سے نقصان پہنچا دو اور تم کو اپنے کئے پر شرمندہ ہونا پڑے۔" (الحجرات: 1-6)

com

معاشرتی آداب

سورۂ حجرات معاشرتی آداب پر مشتمل ہے:

1- اللہ اور اس کے رسول کے حکم میں دخل نہ دو جو کہا جائے اس کی اطاعت کرو۔

2- اور حضورؐ کے سامنے آواز بلند نہ کرو۔

3- باہر سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پکارو۔

4- وہ لوگ جو افواہیں پھیلاتے ہیں' وہ فاسق ہیں ان کی بات بلا تحقیق نہ مانو۔ ایک حدیث کا بھی مفہوم یہ ہے کہ "کسی شخص کے جھوٹے ہونے کے لئے اتنا کافی ہے کہ وہ جو بات سنے' اسے بلا تحقیق آگے تک منتقل کردے"

عظمتِ صحابہؓ

اس کے بعد صحابہ کرامؓ کی عظمت کے ذکر میں ارشاد فرمایا:

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۝ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً ۭ

"اللہ نے تم کو ایمان عزیز بنا دیا اور اس کو تمہارے دلوں میں سجا دیا۔ کفر' گناہ اور نافرمانی سے تم کو بیزار کر دیا' اللہ کے فضل و احسان سے یہی لوگ راہِ ہدایت پر ہیں" (الحجرات:7-8)

آیت مذکور میں اس بات کی گواہی دی گئی ہے کہ صحابہ کرامؓ کے دلوں میں ایمان سجا ہوا ہے اور کفر و نافرمانی سے وہ کوسوں دور ہیں اور ان پر اللہ کا خصوصی انعام یہ ہے کہ وہ راہِ ہدایت پر گامزن ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ان کو عظمت بخش چکا ہے۔ یہ تو اللہ کی گواہی ہے۔ اب وہ لوگ اپنا ایمان ناپیں جو ان قدسی نفس لوگوں کے ایمان کے بارے میں بحث کرتے ہیں یا آخرت میں اپنے آپ کو انجامِ بد کا حقدار بنائیں۔ اُنہی لوگوں کے لئے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ "اپنے ہی غصے میں جل مرو"

معاشرتی زندگی

اس کے بعد معاشرتی زندگی کا ذکر ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاِنْ طَاۗىِٕفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَي الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْۗءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَاۗءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ۭ اِنَّ

at.com

اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ ○

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْکُمْ وَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ ○
یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤی اَنْ یَّکُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْھُمْ
وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤی اَنْ یَّکُنَّ خَیْرًا مِّنْھُنَّ وَلَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَکُمْ
وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ وَمَنْ
لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ
وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُکُمْ بَعْضًا اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ
لَحْمَ اَخِیْہِ مَیْتًا فَکَرِھْتُمُوْہُ وَاتَّقُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ ○
یٰۤاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّاُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّ
قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ اِنَّ اللّٰہَ
عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ○

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰکِنْ قُوْلُوْۤا اَسْلَمْنَا وَ
لَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِکُمْ وَاِنْ تُطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَا
یَلِتْکُمْ مِّنْ اَعْمَالِکُمْ شَیْئًا اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○

"اور اگر اہل ایمان میں سے دو گروہ آپس میں لڑ جائیں تو ان میں صلح کراؤ۔ پھر اگر ان میں سے کوئی گروہ دوسرے گروہ سے زیادتی کرے تو اس سے لڑو۔ یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے اور پھر جب وہ اللہ کی طرف پلٹ آئے تو ان کے درمیان عدل کے ساتھ صلح کراؤ اور انصاف کرو۔ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ مومن تو ایک دوسرے کے بھائی ہیں لہٰذا اپنے بھائیوں کے درمیان تعلقات کو درست کرو اور اللہ سے ڈرو۔ امید ہے کہ تم پر رحم کیا جائے گا۔ اے لوگو! نہ مرد دوسرے مردوں کا مذاق اڑائیں' ہو سکتا کہ وہ تم سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں' ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور اپنے میں ایک دوسرے کو طعن نہ کرو۔ نہ ایک دوسرے کو بُرے القاب سے یاد کرو۔ ایمان لانے کے بعد فسق میں نام پیدا کرنا بری بات ہے۔ اور جو لوگ اس روش سے باز نہ آئے' وہی ظالم ہیں۔ اے لوگو! بہت گمان کرنے سے پرہیز کرو۔ تجسس نہ کرو کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے۔ کیا تم میں سے کوئی ایسا ہے جو اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانے کے لئے تیار ہو؟ دیکھو تم کو بھی

اس سے گھن آئے گی۔ اللہ سے ڈرو۔ اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا اور رحیم ہے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا اور پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنادیں تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ درحقیقت تمہارے اندر سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔ یقیناً اللہ سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے۔ یہ بدوی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے۔ ان سے کہو کہ تم ایمان نہیں لائے بلکہ یہ کہو کہ ہم مسلم ہو گئے۔ ایمان ابھی تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔ اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری اختیار کرلو۔ تو وہ تمہارے اعمال کی عظمت میں کوئی کمی نہ کرے گا یقیناً اللہ بڑا درگزر کرنے والا اور رحیم ہے۔"

(الحجرات:6-16)

اللہ تعالیٰ ہمیں احکام' تعلیمات اور نصیحتیں فرما رہے ہیں تاکہ ہم اچھے انسانوں کی سی زندگی گزاریں۔ یہ نصیحتیں بے حد اہم ہیں:

1- مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں اگر لڑ پڑیں تو ان میں صلح کراؤ۔ اگر ان میں ایک گروہ ایسا ہو جو زیادتی کر رہا ہو تو سارے مل کر اس سے لڑو۔ جب تک وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو ماننے نہ لگے۔ اس لئے کہ آئندہ پتا چل جائے کہ مسلمانوں کا آپس میں لڑنا ایک بہت بڑا جرم ہے اور اس میں جو زیادتی کرے سب لوگ مل کر اس کو پیس ڈالو۔ یہ وہ حکم ہے جس سے ہم نے مسلسل کوتاہی کی۔ ایران اور عراق میں جنگ ہوئی تو ہم نے کوتاہی کی۔ عراق اور کویت میں جنگ ہوئی تو ہم نے کوتاہی کی۔ ہم میں سے ہر ایک اپنی اپنی مصلحتوں کو لے کر کھڑا رہا اور ہم سپر طاقتوں کی غلامی کرتے رہے۔ اللہ کے اس حکم کی ہم نے پروا نہ کی اور عالم اسلام میں ہماری ہوا اکھڑ گئی' ہماری حیثیت ختم ہو گئی۔ اب وہ جس کو چاہتے ہیں' الگ الگ نشانہ بنا لیتے ہیں۔ دوسری نصیحت یہ فرمائی کہ دیکھو جب مسلمان زیادتی سے باز آجائیں تو ان میں انصاف کے ساتھ صلح کرادو۔ کیوں کہ مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں' ان میں آپس میں صلح ہونی چاہئے۔ اس کے لئے کچھ معاشرتی آداب ہیں:

2- کوئی گروہ دوسرے گروہ کا' کوئی مرد دوسرے مرد یا کوئی عورت دوسری عورت کا مذاق نہ اڑائے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ جس کا تم مذاق اڑا رہے ہو وہ تم سے بہتر اور افضل ہو۔ مذاق اُڑانا یہ ہوتا ہے کہ دوسرے کو حقیر سمجھا جائے اور ایسے بات کی جائے کہ وہ بیچارا ذلیل ہو جائے اور لوگ اس پر ہنسیں۔ یہ انتہائی گھٹیا حرکت ہے۔ یہ حرکت وہ لوگ کرتے ہیں جو اپنے آپ کو اعلیٰ سمجھتے ہیں۔ یہ وہ حرکت ہے جو آدم کے ساتھ ابلیس نے کی تھی کہ میں اس سے بہتر ہوں۔ یہ شیطانیت ہے کہ آدمی اپنے آپ کو دوسرے سے بہتر سمجھے۔

3- کسی شخص کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی دوسرے کو بُرے القاب سے یا کسی برے نام سے پکارے۔ یہ تمام باتیں ایمان لانے کے بعد فسق کی باتیں ہیں۔

اسی طرح ایک دوسرے کو طعنے دینے سے بھی منع کیا گیا ہے۔ ایک شخص نے گناہ کیا۔ اس نے اپنے رب کے حضور

Marfat

گریہ زاری کر کے توبہ کی اور اپنا گناہ بخشوالیا۔ اس کے بعد کوئی شخص اسے یاد دلائے یا اسے طعنہ دے اور دوسروں کے سامنے ذلیل کرے تو وہ توبہ کرنے والا اپنی نظر میں ذلیل ہو جائے گا۔ کسی کو اس کے ماضی کا گناہ یاد دلانا بہت گھٹیا آدمی کا کام ہے بلکہ اپنے آپ کو اللہ کی گرفت میں ڈالنا ہے۔ اس سے منع فرمایا گیا ہے۔

ارشادِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

"مومن کسی کو طعنہ نہیں دیا کرتا۔"

4- ایک دوسرے کے بارے میں برا گمان کرنے، تجسس کرنے اور غیبت کرنے سے منع فرمایا گیا ہے"

غیبت کرنا ایسا ہے کہ جیسے مردہ بھائی کا گوشت کھانا۔ غیبت کی تعریف یوں ہے کہ جب تم اپنے بھائی کی غیر موجودگی میں کوئی بات کرو جو اس کو اچھی نہ لگے۔ یہ غیبت ہے اور اگر جھوٹ بولو گے تو وہ بہتان ہو جائے گا۔ اللہ ربُّ العزت نے ہمیں ان تین باتوں سے اکٹھے روکا ہے:

(1) گمان نہ کرو۔

(2) تجسس نہ کرو۔

(3) غیبت نہ کرو۔

اور نفسیاتی ترتیب یہی ہے کہ پہلے ہم کسی کے بارے میں گمان کرتے ہیں پھر ہم اس کے بارے میں تجسس کرتے ہیں اور تجسس کے دوران میں اس کا کوئی عیب سامنے آجاتا ہے تو اس کے بارے میں ادھر ادھر بکواس کرتے پھرتے ہیں۔ اس لئے جڑ ہی کاٹ دی کہ کسی اور کے بارے میں سوچو ہی نہیں، تم اپنے کام سے کام رکھو۔

5- دینِ اسلام میں ان ذات برادریوں کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو ایک مرد و عورت سے پیدا کیا۔ کوئی جاٹ ہے، کوئی ارائیں ہے، کوئی پٹھان ہے۔ یہ قبیلوں کے نام بھی ایسے ہی ہیں جیسے کہ افراد کے آپس میں نام ہیں۔ یہ صرف پہچان کے لئے ہیں۔ کوئی عزت والا قبیلہ نہیں ہے اور نہ کوئی ذلت والا قبیلہ ہے۔ عزت والا وہی ہے جو پرہیزگار ہے، متقی ہے۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ حجتہ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا:

"اے لوگو! تمہارا اللہ بھی ایک ہے۔ تمہارا باپ بھی ایک ہے تمہارا باپ آدم ہے اور آدم مٹی سے پیدا کیا گیا۔ کسی عربی کو عجمی پر، کسی عجمی کو عربی پر، کسی گورے کو کالے پر اور کسی کالے کو گورے پر کوئی فضیلت اور برتری حاصل نہیں ہے۔ برتری اور فضیلت صرف اس کو حاصل ہے، جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔"

(بخاری)

مسلم اور مومن

اس کے بعد ایک شُبہے کا جواب ہے مثلاً یہ کہ چند دیہاتی لوگوں نے اسلام قبول کیا تو کسی موقع پر انہوں نے یہ بات

Mar

جتادی کہ ہم مسلمانوں کی تقویت کا باعث بنے ہیں۔ تو ان کو فرمایا کہ تم نے ابھی سلامتی کی راہ کو اپنایا ہے' جہاں تک ایمان کا تعلق ہے تو یہ ابھی تمہارے دل کی گہرائیوں میں نہیں اترا۔ اور ایمان کو دل میں راسخ کرنے کا ذریعہ یہ ہے کہ تم اللہ کے احکام اور اس کے رسول کی سُنّت کا کامل اتباع کرو اور پھر اہلِ ایمان کی علامات بیان فرمائیں۔ جن کو یوں واضح کیا جا سکتا ہے۔

1- اللہ اور اس کے رسول پر ایمان۔

2- اس کے بعد اس حقیقت میں شبہ نہ کرنا۔

3- مال اور جان سے جہاد کرنا۔

ان صفات میں اسلام کی ساری تعلیمات کو سمو دیا گیا ہے اور پھر فرمایا کہ دینداری اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہے۔

اسلام بغیر ایمان کی مثال

یہاں پر ایک اہم بات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور وہ یہ کہ اسلام میں داخل ہو جانا ہی کافی نہیں ہے' اللہ اور رسول پہ ایمان کا دل میں اتر جانا اصل مطلوب ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھ لیجئے کہ ایک طالب علم یونیورسٹی میں داخلہ تو لے لے مگر طالب علمی کا کوئی تقاضا پورا نہ کرے۔ نہ ٹیکسٹ بک خریدے' نہ کلاس روم میں بیٹھے' نہ ہوم ورک کرے' نہ امتحان کی تیاری کرے' نہ امتحان دے اور نہ کامیاب ہو۔ اب کہنے کو تو یہ یونیورسٹی سٹوڈنٹ ہے لیکن صرف برائے نام! یونیورسٹی سٹوڈنٹ والی کوئی بات اس میں نہیں۔ بالکل یہی مثال ہمارے ہاں ان کروڑوں وراثتی مسلمانوں کی ہے جو صرف اس لئے مسلمان کہلاتے ہیں کہ کسی مسلمان کے گھر پیدا ہوئے۔ کبھی شعوری طور پر اسلام کو سمجھنے' جاننے' ماننے اور دل کی گہرائیوں سے قبول کرنے کی نوبت ہی نہیں آتی۔ ایسے ہی لوگوں سے کہا گیا ہے کہ کہہ لو کہ تم اسلام میں تو داخل ہو گئے ہو مگر یہ بات ہرگز مت کہو کہ تم سچ مچ ایمان لے آئے ہو کیونکہ کسی شعوری عمل کے ذریعہ یا غور و فکر کے نتیجے میں یا تحریکِ اسلامی کے ساتھ مل کر جدوجہد کرنے کے نتیجے میں ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔

at.com

سورہ قٓ (۵۰)

نام

اس سورۃ کا آغاز اس سورت کی ابتداء میں موجود لفظ "قٓ" سے ہو رہا ہے جو اس کا علامتی نام ہے۔

زمانۂ نزول

یہ سورۃ ہجرتِ حبشہ سے قبل نازل ہوئی۔

مضامین

اس سورۃ کی فضیلت کے ضمن میں اُمِ ہشام بنتِ حارثہ روایت کرتی ہیں کہ

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ اور فجر (کی نماز) میں اس سورۃ کو بکثرت تلاوت فرمایا کرتے تھے"

پوری سورۃ کا بنیادی مضمون آخرت ہے کیونکہ اہلِ مکہ کو اس بات پر بڑا اچنبھا تھا کہ مرنے کے بعد انسان کو کیسے زندہ کیا جائے گا اور حساب و کتاب کا معاملہ کیا ہے؟ یہ سب کچھ ان کے لئے محال اور ناممکن تھا۔ ان اوہام کے ازالے کے لئے فرمایا کہ اللہ کو سب معلوم ہے کہ انسان کے اجزاء کہاں کہاں منتشر ہوئے اور اب ان کا وجود کہاں ہے۔ وہ ان سب کو جمع کرنے پر قادر ہے اور ایک اشارے ہی سے ان سب منتشر ذرات کو مجتمع کر دے گا۔

نیز فرمایا کہ اللہ تعالیٰ خود تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔ اس کے فرشتے تمہاری حرکات و سکنات کو نوٹ کر رہے ہیں اور وقت آنے پر تمہارے اعمال کا سارا ریکارڈ تمہارے پاس موجود ہوگا۔

موجودہ دور میں یہ اشکال از خود دور ہو جاتا ہے کہ عقلِ انسانی کی ایجاد ویڈیو کیمرے نے انسان کی ساری حرکات و سکنات اور اس کے لمحہ بہ لمحہ اعمال کی ایسی فلم تیار کرلی ہوتی ہے کہ جب چاہے انسان ایک بٹن دبا کر ساری یادوں کو اپنی آنکھوں کے سامنے حاضر کرلیتا ہے۔

موت کے بعد کی زندگی کی بابت فرمایا کہ نباتات پر غور و تدبر کیا جائے کہ بارش کے بعد زمین سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے۔ وہ سب نباتات، گھاس اور جڑی بوٹیاں جن کا وجود ظاہری طور پر ختم ہو چکا ہوتا ہے، بارش کے بعد نئے سرے سے زندگی کی بہار دکھانے لگتی ہیں۔ اسی طرح موت کے بعد جب صورِ اسرافیل پھونکا جائے گا تو سبھی انسان زندہ ہو جائیں گے اور جو پردہ آج مادی کدورت کے باعث عقل پر پڑ گیا ہے، وہ ہٹ جائے گا اور پھر یہ احساس ہوگا کہ دنیا میں ہماری زندگی یوں ہی بیکار یا کھیل تماشے کے طور پر نہ تھی۔

اس سورۃ میں جزا و سزا، جنت و دوزخ اور عذاب و ثواب کا تذکرہ کرکے فرمایا کہ اگر تم حق کو ماننے کی جائے

Marfat

بغض و عناد کا شکار رہے تو کل اسی جہنم کا ایندھن بنائے جاؤ گے جس کا تم آج انکار کر رہے ہو۔

اس سورۃ میں تسبیح اور صبر کا خصوصی حکم ہے جبکہ انبیاء کی تکذیب اور گمراہی کے انجام کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔
اقوامِ سابقہ میں سے اصحاب الایکہ' اصحابُ الرّس' قومِ عاد و ثمود' قومِ لوط اور فرعون کا ذکر عبرت کے لئے ہے۔

com

تفسیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

موت کے بعد کی زندگی پر ایک دلیل

سورۃ کا آغاز قرآنِ مجید کی عظمت کی قسم کے ساتھ ہے اور اس کے بعد کفار کے ایک **شبہے** کا ازالہ ہے کہ موت کے بعد جب انسانی جسم کے ذرات بکھر جائیں گے تو انسان کو نیا وجود کیسے بخشا جائے گا؟ اس کی بابت ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ ۚ وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ ○

"ان (کے جسموں) کو زمین جتنا کم کرتی جاتی ہے ہمیں معلوم ہے اور ہمارے پاس تحریری یادداشت بھی ہے"

(ق-۴)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی قدرت کی علامات مذکور ہیں۔ آسمان کی بلندی، زمین کا پھیلاؤ، پہاڑ، پودے، خوشنما، آسمان سے بارش کا نزول، کھیتی اور باغات کا اُگنا، کھجوروں کے اونچے تنوں اور ان پر تر و تازہ پھلوں کا تذکرہ ہے۔ یہ بارش کے پانی سے بنجر زمین کی سیرابی اور سبزے کا لہلہانا، قیامت کے روز جی اٹھنے جیسے عقلی دلائل ہیں۔ اس کے علاوہ عبرت کے لئے قومِ نوح، کنوئیں والے، قومِ ثمود، عاد، فرعون، اور قومِ لوط کے انجام کا ذکر ہے۔

تخلیقِ انسانی کا ذکر

اس کے بعد تخلیقِ انسانی کی بابت ارشاد ہے:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۖ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ○

اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ ○

مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ○

وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ۗ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ ○

وَنُفِخَ فِى الصُّوْرِ ۗ ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ ○

at.com

وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ ○
لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ
الْيَوْمَ حَدِيْدٌ ○ وَقَالَ قَرِيْنُهٗ هٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيْدٌ ○

"ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور اس کے دل میں اُبھرنے والے وسوسوں تک کو جانتے ہیں۔ ہم اس کی رگِ جان سے بھی زیادہ قریب ہیں اور ہمارے اس براہِ راست علم کے علاوہ دو کاتب اس کے دائیں اور بائیں بیٹھے ہر چیز ثبت کر رہے ہیں۔ کوئی لفظ اس کی زبان سے نہیں نکلتا ہے' جسے لکھنے کو ایک حاضر باش نگران موجود نہ ہو۔ پھر دیکھو وہ موت کی جان کنی لے کر آن پہنچے۔ یہ وہی چیز ہے جس سے تو بھاگتا تھا۔ اور پھر صور پھونکا جائے گا۔ یہ ہے وہ دن جس کا تجھے خوف دلایا جاتا تھا۔ ہر شخص اس حال میں آئے گا کہ اس کے ساتھ ایک ہانک کر لانے والا اور ایک گواہی دینے والا ہو گا۔ جس چیز کی طرف سے تو غفلت میں تھا ہم نے وہ پردہ ہٹا دیا جو تیرے آگے پڑا ہوا تھا۔ آج تیری نظر خوب تیز ہے۔ اس کے ساتھیوں نے عرض کیا کہ یہ جو ہماری سپردگی میں تھا آج حاضر ہے۔" (ق:16-23)

ے آخرِ زندگی کھلا یہ راز
آپ کتنے قریب رہتے ہیں

انسان کو اللہ ربُّ العزت نے پیدا کیا ہے اور اس کی ہر چیز کو وہ اچھی طرح سے جانتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے دل میں جو وسوسے اٹھتے ہیں اس کے Conscious' Sub Conscious اور Unconscious یعنی شعور' تحت الشعور اور لاشعور سب میں جو کچھ ہے وہ سب اس کے علم میں ہے۔ وہ انسان کی شہ رگ اور اس کی رگِ جاں سے بھی زیادہ قریب ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے:

شہ رگ تو بہت دور ہے اے جانِ تمنا
آ میرے قریں اور قریں اور قریں اور

اللہ تعالیٰ ہمارے بہت قریب ہے۔ اتنا قریب کہ ہم اسے دیکھ بھی نہیں سکتے۔ زیادہ قربت کی وجہ سے بھی اسے دیکھنا مشکل ہے جیسے قربت کی وجہ سے ہم اپنی ناک کو نہیں دیکھ سکتے۔ اللہ تعالیٰ اتنا قریب ہے کہ اسے دیکھا نہیں جا سکتا۔ اور فرمایا کہ میں تو قریب ہوں ہی' میں نے دو نگران بھی بنا دیئے ہیں جو تمہارے دائیں بائیں بیٹھے ہوئے ہیں۔ جو لفظ تم منہ سے نکالتے ہو' وہ وہیں ریکارڈ ہو جاتا ہے۔

جب موت اپنی سکرات کا عالم لے کر آ جائے گی اور صور پھونکا جائے گا تو اس وقت انسان کہیں بھاگ نہیں سکے گا۔ میدانِ حشر میں مجرموں کو ہانک کر لایا جائے گا۔ جو اللہ والے ہوں گے انہیں معزز وفد کی صورت میں اللہ کے حضور بطورِ مہمان پیش کیا جائے گا۔ اس روز نگاہوں سے تمام پردے ہٹ جائیں گے۔ ہر منظر صاف اور روز

com

روشن کی طرح عیاں ہو گا۔

اس کے بعد جہنّم کے کچھ مناظر کا ذکر ہے کہ وہ ساری انسانیت کو نگل کر بھی سیر ہونے والی نہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَأْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ ○

"جس روز ہم دوزخ سے کہیں گے "کیا تو بھر گئی ہے؟ وہ کہے گی: کچھ اور بھی ہے؟"

اس کے بعد جنّت کی منظر کشی یوں فرمائی۔

وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ ○

هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ ○

مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبِ ○

اِدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ ○ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ ○

وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوْا فِي الْبِلَادِ

هَلْ مِنْ مَّحِيْصٍ ○

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ ○

"جنّت پرہیزگار لوگوں کے قریب لے آئی جائے گی۔ کچھ بھی دور نہ ہو گی۔ ارشاد ہو گا یہ ہے وہ چیز جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ یہ ہر اس شخص کے لئے ہے جو بہت رجوع کرنے والا اور بڑی نگہداشت کرنے والا تھا۔ جو بے دیکھے رحمٰن سے ڈرتا تھا اور دلِ گرویدہ لئے ہوئے آیا ہے۔ حکم ہو گا کہ داخل ہو جاؤ جنّت میں سلامتی کے ساتھ! وہ دن حیاتِ ابدی کا دن ہو گا۔ وہاں ان کے لئے وہ سب کچھ ہو گا جو وہ چاہیں گے اور ہمارے پاس اس سے بھی کچھ زیادہ ان کے لئے ہو گا۔ ہم ان سے پہلے بہت سی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں جو ان سے بہت زیادہ طاقتور تھیں اور دنیا کے ملکوں کو انہوں نے چھان مارا تھا۔ پھر کیا وہ کوئی جائے پناہ پا سکے؟ اس تاریخ میں عبرت کا سبق ہے ہر اس شخص کے لئے جو دل رکھتا ہو یا جو توجہ سے بات کو سنے۔" (ق: 31-37)

جنّت جن پرہیزگار لوگوں کے قریب کر دی جائے گی، ان کی چار صفات ان آیات میں بتائی گئی ہیں:

پہلی صفت: اللہ کی طرف رجوع کرنے والے ہوں گے۔

دوسری صفت: اللہ سے اپنے تعلق کی نگہداشت کرنے والے ہوں گے۔

Marfat

تیسری صفت: رحمٰن کو بغیر دیکھے ماننے والے اور اس سے ڈرنے والے ہوں گے۔

چوتھی صفت: اللہ کے حضور دل گرویدہ لے کر آنے والے ہوں گے۔ ان لوگوں کو جنت میں لے جایا جائے گا اور انہیں کہا جائے گا کہ اب تمہارے لئے ابدی حیات ہے۔ اہلِ جنت جو کچھ بھی چاہیں گے' جو کچھ بھی مانگیں گے وہ ان کے سامنے فوراً حاضر ہو جائے گی۔

اس کے بعد آسمان و زمین کی تخلیق کا ذکر کر کے فرمایا کہ دن رات بنانے والے کی حمد و ثنا کرو۔ کوئی وقت اس کی یاد سے غافل ہو کر نہ گزارو کیونکہ قبروں سے نکالے جانے کی پکار جلد ہونے والی ہے اور اس مقصد کے لئے قرآن بطور نصیحت اتارا گیا ہے۔

com

سورہ الذاریات (۵۱)

نام

سورۃ کا پہلا لفظ ہی اس کا نام ہے۔

زمانۂ نزول

ہجرتِ حبشہ سے قبل اس کا نزول ہوا جب مسلمانوں پر ظلم و تشدد کی انتہا ہو چکی تھی۔

مضامین

پہلی سورۃ کی طرح اس سورۃ میں بھی آخرت کے متعلق مختلف آراء کی تردید کر کے حقیقتِ حال کی وضاحت فرمائی گئی ہے۔ کیونکہ زمانۂ قدیم سے ہی موت کے بعد کی زندگی کے بارے میں مختلف نظریات اس دنیا میں موجود رہے۔ مثلاً بعض لوگ موت کے بعد کی زندگی کے صریحاً منکر ہیں۔ ان کا نظریہ یہ ہے کہ موت کے بعد کوئی زندگی نہیں۔ کچھ قوموں نے اس عقیدے کو اپنایا کہ موت کے بعد زندگی ہوگی اور اس میں انسانی اعمال کی وجہ سے اسے ایک اور شکل دے دی جائے گی۔ اگر انسان نیک ہے تو کسی اچھے اور خوبصورت روپ میں دوبارہ اس کا ظہور ہوگا۔ اور اگر انسان بدکردار و گناہگار ہوگا تو دوسرا جنم کسی مکروہ اور بدصورت مخلوق کی صورت میں ہوگا۔ اس کو نظریہ "تناسخ" بھی کہا جاتا ہے۔ فلسفی لوگ حیات بعد الموت کے تو قائل تھے مگر اس حد تک کہ جزا و سزا سے بعد انسانی وجود کو پھر فنا کر دیا جائے گا۔ اور بعض لوگوں کی رائے یہ ہے کہ موت کے بعد زندگی تو ہے مگر اس میں جزا و سزا نام کی کوئی چیز نہیں۔

یہ مختلف اور متضاد نظریات عقل انسانی کی اپنی پیداوار تھے جس میں غلطی کا امکان غالب ہے۔ ان سب نظریات کی اصلاح اور حقیقت کو اس سورت میں واضح کیا گیا کہ قیاس کی بنیاد پر نظریات و اعتقادات کا بنانا قوموں کے لئے تباہ کن ہوتا ہے۔ اس جہالت اور غفلت سے نکالنے کے لئے پہلے موت کے بعد کی زندگی پر بطور شاہد نظام کائنات کی مختلف کیفیات کو پیش کیا۔ مثلاً ہوا، بارش اور مخلوقات جس میں انسان کا خود اپنا وجود بھی شامل ہے، زمین و آسمان کی پیدائش اور مختلف چیزوں کی ساخت وغیرہ۔ اس کے بعد فرمایا کہ یہ سارا نظام مکافات عمل یعنی ہر اچھائی یا برائی کے بدلے کا متقاضی ہے جس کے لئے ایک وقت کا تعین لازم امر ہے اور اس آخرت کے وقوع کے بعد انسان کی ساری دنیوی زندگی کے بدلے کے طور پر آخرت کی ساری زندگی ہوگی۔

عقیدۂ آخرت کی وضاحت کے بعد عقیدۂ توحید مختصر اور پرکشش انداز میں بیان فرمایا اور بتایا کہ انسان کی

at.com

تخلیق کا تو اصل مقصد ہی اپنے خالق کی عبادت کرنا ہے۔ انسان کا معبود وہ قادر و قیوم ذات ہے جو محتاج نہیں بلکہ رزاق ہے اور ساری کائنات کا نظام اسی کی قدرت کے باعث چل رہا ہے۔

ان دونوں عقیدوں کی تشریح کے بعد یہ فرمایا کہ ہم نے ان ہی عقائد سے روشناس کرانے کے لئے انبیاء و رسل کا سلسلہ جاری کیا تھا تاکہ بھولا بھٹکا انسان راہِ راست کو پہچان لے اور اپنے رب کی رضا کے حصول کی راہ پر چل نکلے۔ جن لوگوں نے ان قدسی نفس بندوں کی دعوت پر لبیک کہا' وہ کامیاب و کامران ہوئے اور جنہوں نے مخالفت کی' ان کو عذاب کی چکی میں پسنا پڑا۔

آخر سورت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت فرمائی گئی کہ ان لوگوں کی ضد اور ہٹ دھرمی کی طرف قطعاً توجہ نہ کریں بلکہ اپنے دعوت و تذکیر کے کام کو آگے بڑھاتے چلے جائیں۔

com

تفسیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قیامت ضرور آئے گی

اس سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزت نے ہوا کی مختلف قسموں کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ انصاف (قیامت) کا دن ضرور آئے گا کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اور اس کا وعدہ سچا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا ۝ فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا ۝ فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا ۝
فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا ۝ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ ۝ وَّاِنَّ الدِّيْنَ لَوَاقِعٌ ۝

"قسم ہے بکھیرنے والی ہوا کی جو اڑ کر بکھیر دیتی ہے۔ پھر پانی کا بوجھ اٹھاتی ہے۔ پھر وہ آہستہ آہستہ چلتی ہیں۔ پھر چیزیں تقسیم کرتی ہیں۔ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے' وہ سچا ہے اور انصاف کا دن ضرور واقع ہو گا۔" (الذاریات:1-6)

قیامت کے روز انسانوں کی تقسیم

ہر انسان قیامت کے دن اپنے اعمال کی جوابدہی کے لئے اللہ کے حضور کھڑا ہو گا اور اس میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ یہ دن ضرور آئے گا۔ اس دن انسانوں کی تقسیم یوں ہو گی:

1- اہلِ دوزخ

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ ۝

"اس دن ان کو آگ میں عذاب دیا جائے گا" (الذاریات:13)

2- اہلِ جنّت

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝

at.com

اٰخِذِیْنَ مَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِیْنَ ۝
كَانُوْا قَلِیْلًا مِّنَ الَّیْلِ مَا یَهْجَعُوْنَ ۝
وَ بِالْاَسْحَارِ هُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ ۝ وَ فِیْۤ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآىِٕلِ وَ الْمَحْرُوْمِ ۝
وَ فِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ ۝ وَ فِیْۤ اَنْفُسِكُمْ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝
وَ فِی السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَ مَا تُوْعَدُوْنَ ۝

"متقی لوگ اس دن باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔ جو کچھ ان کا رب انہیں دے رہا ہو گا' وہ اسے خوشی خوشی لے رہے ہوں گے۔ وہ اس دن کے آنے سے پہلے ہی نیکوکار تھے۔ راتوں کو کم ہی سوتے تھے' پھر وہی رات کے پچھلے پہروں میں معافی مانگتے تھے۔ ان کے مالوں میں سائل اور محروم کے لئے حق تھا۔ یقین لانے والوں کے لئے زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں اور خود تمہارے وجود میں نشانیاں ہیں۔ کیا تم کو سوجھتا نہیں؟ آسمان ہی میں تمہارا رزق بھی ہے اور وہ چیز بھی جس کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔"

(الذاریات:15-22)

ان مُتقین کے لئے چشموں اور باغات کا وعدہ ہے جو راتوں کو کم سوتے ہیں۔ اللہ کی یاد میں کھڑے تلاوت کرتے ہیں' نوافل پڑھتے ہیں' آہ و زاری اور عبادت کرتے ہیں اور صبح کے وقت اللہ سے معافی مانگتے ہیں کہ اے اللہ! تیرا حق ادا نہ ہو سکا۔ ایسا نہیں کہ اترانے لگیں۔

اللہ ربُّ العزت کی طرف سے اس زمین میں یقین کرنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ اگر اس زمین میں چل پھر کر اس کے سبزے' باغات' پہاڑوں' چشموں کو دیکھا جائے اور ہر ایک نعمت پر غور کیا جائے تو ہمیں ان میں نشانیاں نظر آئیں گی اور یہ معلوم ہو گا کہ ہر ایک چیز اللہ کی طرف راہنمائی کرتی ہے۔ اسی طرح اگر ہم اپنے اندر جھانک کر دیکھیں کہ جو دل دھڑک رہا ہے' پھیپھڑے ہوا کھینچ رہے ہیں' جگر خون بنا رہا ہے' گردے جسم میں چھلنی کا کام کر رہے ہیں۔ ایک سے ایک کام خود بخود ہو رہا ہے۔ کیا یہ سارا نظام اور کنٹرول ہمارے ہاتھ میں ہے؟ ہرگز نہیں۔ اگر ہم غور کریں تو پتا چلے گا کہ اس کا کنٹرول ٹاور جسم سے کہیں بہت دور ہے۔ یہ ہمارے بس کی چیز نہیں ہے ہمارے بس کی چیز ہوتی تو ہم کبھی چہرے پر جھری نہ آنے دیتے۔ ہم کبھی اپنے بالوں کو سفید نہ ہونے دیتے' نہ کبھی اپنے جسموں کو بیمار پڑنے دیتے اور نہ موت کو قریب آنے دیتے۔ ہم روزانہ مشاہدہ کرتے ہیں کہ موت کا ایک جھٹکا آتا ہے اور تمام کھیل ختم ہو جاتا ہے۔ ساری مملکتیں' بادشاہتیں' جاگیریں' وزارتیں ایک جھٹکے سے ختم ہو جاتی ہیں کیونکہ یہ سب ہماری مرضی سے نہیں ہو رہا۔ بلکہ ایک فیصد بھی ہم اختیار نہیں رکھتے۔ ہاں ذرا اپنے نفس میں جھانک کر دیکھیں تو پتا چل جائے گا کہ اس کا کنٹرول اللہ کے پاس ہے۔ یہ رزق جو ہم اپنے ہاتھوں سے کماتے ہیں یا کھیتی میں اگاتے ہیں' یہ رزق دراصل آسمان میں ہے جو اللہ ربُّ العزت ہم پر تھوڑا تھوڑا کر کے بھیجتے ہیں۔ دیکھنے میں تو رزق ہمیں زمین کی

com

کھیتی، دکان یا دفتر کے توسط سے ملتا ہے جبکہ اصل میں یہ رزق آسمان سے ہم آہستہ آہستہ مختلف ذرائع و وسائل کے ذریعے مل رہا ہے۔ اسی رزق کے سلسلے میں ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں کا ذکر کیا جو لوط علیہ السلام کی قوم پر عذاب لے کر آئے تھے اور راہ میں ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کی بشارت بھی دے گئے۔ اس واقعے کے ذیل میں بتایا کہ رزق یا اللہ کی دیگر نعمتیں اس وقت بھی ملتی ہیں جب ظاہری حالات کی روشنی میں انسان مایوس ہو جاتا ہے جیسے ابراہیم علیہ السلام کو بڑھاپے میں اولاد کی نعمت سے نوازا۔

اس واقعے میں اس قوم کے مٹائے جانے کے ذکر کے بعد فرمایا:

وَتَرَكْنَا فِيهَا آيَةً لِّلَّذِينَ يَخَافُونَ الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ○

"اور جو لوگ عذاب الیم سے ڈرتے ہیں، ان کے لئے وہاں نشانی چھوڑ دی گئی" (الذاریات:37)

اس کے بعد موسیٰ و فرعون کا ذکر ہے اور پھر قومِ عاد و ثمود کی تباہی سے عبرت کے حصول کی تلقین اور قوم نوح کی بربادی پر غور و تدبر کی دعوت ہے۔

ہر چیز کا جوڑا تخلیق کیا گیا

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمِن كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ○

"اور ہر چیز کے ہم نے جوڑے بنائے ہیں شاید کہ تم اس سے سبق لو۔" (الذاریات:69)

اس دور کی سائنس نے تو اب ثابت کیا کہ دنیا کی ہر چیز جوڑا جوڑا ہے۔ جاندار، حیوانات، نباتات حتیٰ کہ بے جان جمادات بھی یعنی ایٹم میں بھی الیکٹران اور پروٹان مل جاتے ہیں۔ وہ بھی جوڑا ہی ہیں۔ یعنی ہر جگہ زوج زوج ہے لیکن یہ بات قرآنِ مجید میں اس انداز میں کہ "ہر چیز میں جوڑا بنایا" ڈیڑھ ہزار سال پہلے سے موجود ہے۔ اس کے بعد اللہ ربُّ العزت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہو کر فرما رہے ہیں:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَجْعَلُوا مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ ۖ إِنِّي لَكُم مِّنْهُ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ○
كَذَٰلِكَ مَا أَتَى الَّذِينَ مِن قَبْلِهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا قَالُوا سَاحِرٌ أَوْ مَجْنُونٌ ○
أَتَوَاصَوْا بِهِ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُونَ ○ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَا أَنتَ بِمَلُومٍ ○
وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنفَعُ الْمُؤْمِنِينَ ○

"اور نہ بناؤ اللہ کے ساتھ دوسرا کوئی معبود۔ میں تمہارے لئے اس کی طرف سے صاف صاف خبردار کرنے والا ہوں۔ یونہی ہوتا رہا ہے۔ ان سے پہلی قوموں کے پاس بھی کوئی ایسا نبی نہیں آیا ہے جس سے انہوں

نے یہ نہ کہا ہو کہ یہ ساحر ہے یا مجنون۔ کیا ان سب نے اس بات پر آپس میں سمجھوتا کر لیا ہے؟ نہیں بلکہ یہ سب سرکش لوگ ہیں۔ پس اے نبیؐ ان سے رخ پھیر لو۔ تم پر کچھ ملامت نہیں البتہ نصیحت کرتے رہو کیونکہ نصیحت ایمان لانے والوں کے لئے نافع ہے۔" (الذاریات: 51-55)

اے نبیؐ یہ لوگ آپ کو ساحر کہیں یا مجنون کہیں' وہ آپ کی بات مانیں یا نہ مانیں' آپ کا کام صرف بات کو پہنچاتے چلے جانا ہے۔ نصیحت صرف ان لوگوں کے لئے مفید ہو گی جو خود نصیحت حاصل کرنا چاہیں۔

تخلیق جن و انس کا مقصد

اللہ رب العزت نے تو جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ اس دنیا میں رزق کمانے کے لئے نہیں بھیجا۔ رزق پہنچانا تو اللہ کا کام ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ○
مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ○
اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ○

"میں نے جن اور انسانوں کو اس کے علاوہ کسی اور کام کے لئے پیدا نہیں کیا ہے کہ وہ میری بندگی کریں۔ میں ان سے کوئی رزق نہیں چاہتا۔ نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں اللہ تو خود ہی رزاق ہے اور بڑی قوت والا زبردست ہے۔" (الذاریات: 56-58)

اس آیتِ کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی پہلی ترجیح رزق کمانا نہیں بلکہ اللہ کی عبادت ہے۔ ہاں یہ ہے کہ رزق کمانے کو عبادت بنا لے اور اس نیت سے کمائے کہ اللہ کا حکم ہے اور رزق سے اللہ کے بندوں کے حقوق پورے کئے جائیں گے تو یہ رزق کمانا بھی عبادت بن جائے گا۔

com

سورہ الطور (۵۲)

نام

پہلے ہی لفظ کو عنوان قرار دیا گیا۔

زمانۂ نزول

یہ سورۃ بھی ہجرت سے قبل نازل ہوئی ہے۔

مضامین

اس سورۃ کے آغاز میں "آخرت" کو موضوع بنایا گیا ہے اور آخرت کی شہادت دینے والے حقائق قسمیہ تاکید کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں کہ قیامت یقیناً واقع ہو گی اور جھٹلانے والوں کا انجام جہنم ہو گا اور جن لوگوں نے ایمان قبول کر لیا ہے' وہ اللہ تعالیٰ کے انعامات سے سرفراز ہوں گے۔ اس حقیقت کے اظہار کے بعد قریش سرداروں پر تنقید کی گئی ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مجنون' کاہن اور شاعر قرار دیتے تھے اور یہ سب کچھ اس لئے کیا جاتا تھا کہ لوگوں کو بہکایا جا سکے۔ مکہ کے سردار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت کو اپنے لئے ایک مصیبت سمجھتے تھے اور اس کوشش میں رہتے تھے کہ کسی نہ کسی طور پر آپ سے چھٹکارا حاصل کیا جا سکے۔ اس مقصد کے لئے وہ ہر حربہ استعمال کرتے۔ جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دن رات اس تگ و دو میں رہتے تھے کہ ان لوگوں کو جہالت و گمراہی کے تاریک غاروں سے نکال کر راہِ ہدایت پر لے آئیں۔

قریشِ مکہ آپ کی بات تسلیم نہ کرنے کے لئے ایک اور عذرِ لنگ بھی پیش کرتے تھے کہ ہم آپ کی باتوں کے تب قائل ہوں گے کہ آپ ہمیں کوئی معجزہ دکھائیں جیسا کہ پہلے انبیاء کے ہاتھوں معجزات کا ظہور ہوا۔ اس بارے میں فرمایا کہ یہ صرف ان کی ایک حُجت ہے۔ اگر ان کو معجزہ دکھا بھی دیا جائے تو تب بھی یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت کو تسلیم نہ کریں گے بلکہ اس میں کوئی تاویل کر کے اپنے کفر پر پھر مصر ہو جائیں گے۔

ان باتوں کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا کہ آپ ان لوگوں کے اعتراضات اور ان کی طعن و تشنیع کو خاطر میں نہ لائیں۔ اور دین حق کے پیغام کو پہنچانے کے لئے دعوت کا سلسلہ جاری رکھیں اور جو رکاوٹیں آئیں یا کفار کی جانب سے مزاحمت ہو تو صبر و استقامت کے ساتھ ان تمام مزاحمتوں کا مقابلہ کیا جائے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور تسبیح سے قوت حاصل کی جائے۔

at.com

تفسیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکی سورتیں اور آخرت کا ذکر

مکی سورتوں کی ایک یہ خصوصیت ہے کہ ان میں ایمانیات پر زیادہ زور ہے' خصوصاً عقیدۂ آخرت پر' کیونکہ یہ عقیدہ انسان کو ہر برائی سے بچنے اور نیکی کی رغبت دلانے کے لئے بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لئے اس سورۃ کا آغاز بھی قسم اور عقیدۂ آخرت کے ذکر کے ساتھ ہے۔

اس سورت کے آغاز میں طور' لکھی ہوئی کتاب' منتشر اوراق' بیتِ معمور' بلند آسمان اور گرم پانی کے سمندروں کی قسم ہے اور اس کے بعد حتمی اور یقینی خبر ہے کہ جیسے یہ تمہارا مشاہدہ ہے' اسی طرح یہ بھی تمہارے مشاہدے میں آجائے گا:

إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۝

"بے شک تمہارے رب کا عذاب آکر رہے گا"

کُفّار کی سرزنش

اس دن زمین' آسمان' پہاڑ الغرض ہر چھوٹی بڑی مخلوق کانپ رہی ہوگی۔ تب اللہ ربُّ العزت کی طرف سے یہ فیصلہ ہوگا:

فَوَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ۝ الَّذِينَ هُمْ فِي خَوْضٍ يَلْعَبُونَ ۝

"اس دن جھٹلانے والوں کے لئے ہلاکت ہوگی' جو باطل میں پڑے کھیل رہے ہیں" (طور: 11-12)

اہلِ جنّت کی احسان شناسی

کُفّار کے مقابل اہلِ ایمان لوگوں کو باغات میں ٹھہرایا جائے گا اور وہ جنّت میں پہنچ کر بھی اپنے اعمال پر اترانے کی بجائے اللہ ربُّ العزت کے احسانوں کو یاد رکھیں گے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَمَنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا وَوَقَانَا عَذَابَ السَّمُومِ ۝ إِنَّا كُنَّا مِن قَبْلُ نَدْعُوهُ

"پس اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا اور ہمیں لو کے عذاب سے بچالیا۔ اس سے پہلے ہم عذاب سے بچنے کے لئے دعائیں کیا کرتے تھے" (طور: 27-28)

com

گویا مومن کی یہ نشانی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے حصول کے بعد مزید شکر ادا کرتا ہے اور اس کے حضور سجدہ ریز ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد اہلِ مکہ کو تنبیہہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جیسے جنت میں اہلِ ایمان پر اللہ کا احسان ہو گا' دنیا میں بھی تمہارے ساتھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ کے بے شمار انعامات ہیں۔ وہ کاہن' مجنون یا شاعر نہیں ہیں بلکہ یہ اللہ کی سب سے بڑی نعمت یعنی رسالت کے منصب پر فائز ہیں اور قرآن خود نہیں گھڑتے بلکہ اللہ کا کلام ہے۔ اگر تمہیں شک ہے تم ہمارا یہ چیلنج ہے کہ اس کے مقابل اور کلام لا کر دکھا دو۔

وجودِ باری تعالیٰ

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے بندوں سے کچھ سوالات کئے کہ ان پر ذرا غور کرو۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ ۝
اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ ۝
اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَبِّكَ اَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُوْنَ ۝

"کیا یہ کسی خالق کے بغیر خود پیدا ہو گئے یا یہ اپنے خالق خود ہیں یا زمین اور آسمانوں کو انہوں نے پیدا کیا ہے؟ اصل بات یہ ہے کہ یہ یقین نہیں رکھتے۔ کیا تیرے رب کے خزانے ان کے قبضے میں ہیں؟"

(طور:35-37)

مذکورہ آیتِ مبارکہ میں چند تشریح طلب نکات ہیں:

پہلا نکتہ: عدم سے وجود میں آنا

کیا یہ ممکن ہے کہ انسان از خود عدم سے وجود میں آ جائے؟ Nothingness سے Something بن جائے؟ کیا یہ ممکن ہے کہ کوئی چیز سرے سے موجود ہی نہ ہو اور وہ اپنے آپ کو پیدا کر لے؟ ظاہر ہے کہ وجود میں لانے کے لئے کسی خالق کی ضرورت پڑے گی۔ اللہ تعالیٰ کفار سے پوچھتے ہیں کہ جب تم تھے ہی نہیں تمہاری ہستی کیسے وجود میں آ گئی؟ اس لئے کسی چیز کا عدم میں ہو کر خود بخود وجود میں آنا عقل کے لئے محال چیز ہے۔ قرآن مجید یہی کہ رہا ہے کہ ایک چیز عدمِ محض ہے' اس کا وجود ہی نہیں ہے' اس میں خلق کی قوت کہاں سے آ گئی کہ اپنے آپ کو خود پیدا کر لے؟

دوسرا نکتہ: خالق کون ہے؟

کیا انسان نے اپنے آپ کو خود پیدا کیا ہے؟ کیا اپنی تخلیق کا وہ خود ذمہ دار ہے؟ اگر ذرا سی دیر کے لئے انسان تسلیم کر لے کہ اپنے آپ کو تخلیق کرنے والا وہ خود ہے تو اس سے جو نتائج نکلیں گے' وہ اتنے بھیانک ہوں گے کہ انسان خود ہی حیران رہ جائے گا۔

at.com

قرآن نے یہ سوال کیا کہ کیا تم اپنے آپ کو خود پیدا کرتے ہو؟ تھوڑی دیر کے لئے ہم فرض کر لیتے ہیں کہ انسان کو اختیار دے دیا گیا کہ وہ اپنے آپ کو جیسا چاہے' خود ہی گھڑ لے یا بنا لے۔ اب اس کا نتیجہ کیا نکلے گا۔ ایک نتیجہ تو یہ نکلے گا کہ سارے کے سارے انسان گورے چٹے' لمبے اونچے اور خوبصورت پیدا ہوں گے۔ کوئی کالا اور کوئی بدصورت کوئی لولا' لنگڑا' کمزور آنکھوں والا نہ ہو گا۔ سارے کے سارے بہت خوبصورت ہوں گے۔ بہ ظاہر تو یہ بڑی اچھی بات ہے لیکن ایک اور مسئلہ بھی ہے کہ پھر لڑکیاں پیدا نہیں ہوں گی' سارے لڑکے ہی ہوں گے۔ اپنی خواہش سے کوئی بھی عورت بن کر پیدا نہیں ہو گا۔ اس طرح نسل انسانی ختم ہو جائے گی۔ یہ کیسا سودا ہے؟ ایمانداری کی بات یہ ہے کہ یہ انتظام کسی انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔ یہ انتظام اللہ نے خود اپنے ہاتھ میں رکھا ہوا ہے۔

مسلمان کا طرزِ عمل

اس کے بعد توحید اور پھر اہلِ مکّہ کی ہٹ دھرمی کا ذکر ہے کہ وہ عذاب کا مشاہدہ بھی کر لیں تو یقین نہ کریں گے اور آپ کا کام صرف پیغامِ حق پہنچانا ہے اور جب ان کی جانب سے اذیت پہنچے تو بحیثیت مسلمان تمہارا طرزِ عمل یہ ہونا چاہئے۔

وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِينَ تَقُومُ ○ وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَإِدْبَارَ النُّجُومِ ○

"اور تم اپنے رب کے حکم کے انتظار میں صبر کئے رہو۔ تم تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہو اور جب اٹھا کرو تو اپنے رب کی تعریف کے ساتھ تسبیح کیا کرو اور رات کے بعض حصوں میں بھی اور ستاروں کے غروب ہونے کے بعد بھی اس کی پاکیزگی بیان کرو۔" (طور:48-49)

اس آیت میں اہلِ دل کے لئے بے حد تشفّی ہے۔ دعوتِ دین کا کام کرتے ہوئے اگر عام لوگ زیادتی کریں تو ان سے اُلجھنے کی بجائے' اللہ کے دامنِ التفات میں پناہ ڈھونڈنی چاہئے۔ ان کی گالیوں اور تہمتوں کے جواب میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح و حمد کرنی چاہئے اور اس کے پیار میں ڈوب جانا چاہئے۔ لوگوں کی طرف سے زیادتیاں ہو رہی ہوں اور اللہ تعالیٰ نظرِ کرم فرما رہے ہوں اور کہہ رہے ہوں "تم تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہو" ایسے میں تو جان لٹا دینا' زندہ رہنے کے مقابلے میں کروڑہا گنا زیادہ لذیذ ہے۔

؎ بجرمِ عشقِ تو مستم' کشند و غوغائیست
تو نیز برسرِ بام آ کہ خوش تماشا ایست

com

سورہ النجم (۵۳)

نام

اس سورۃ کا پہلا لفظ ہی اس کا نام ہے۔

زمانۂ نزول

یہ سورۃ نبوت کے پانچویں سال رمضانُ المبارک کے مقدّس مہینے میں نازل ہوئی۔ اس کی دلیل درج ذیل روایت ہے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ پہلی سورۃ ہے جس میں آیتِ سجدہ تھی۔ انہی سے ایک اور روایت منقول ہے کہ جب یہ سورۃ نازل ہوئی تو نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حرمِ کعبہ میں یہ سورۃ پڑھ کر سبھی حاضرین (کافروں اور مومنوں) کو سنائی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیتِ سجدہ کی تلاوت فرمائی تو اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا تو اس جگہ پر موجود سبھی لوگ مومن و کافر سجدہ ریز ہو گئے۔ لیکن اُمیّہ بن خلف نے سجدہ کرنے کی بجائے مٹی اٹھا کر اپنے ماتھے پر لگا لی اور کہا کہ میرے لئے یہی کافی ہے اور پھر وہ کفر کی حالت ہی میں قتل ہوا۔

یہ خبر حبشہ کے مسلمانوں تک اس انداز سے پہنچی کہ انہوں نے سمجھا کہ مکّے کے سبھی لوگ ایمان لے آئے ہیں وہ لوگ خوشی خوشی مکّے واپس آئے یہاں آکر پتا چلا کہ حقیقتِ حال کچھ اور تھی۔ اسی وجہ سے ان لوگوں نے دوسری بار حبشہ کی جانب ہجرت کی۔

مضامین

اس سورۃ میں کُفارِ مکّہ کو ان کے غلط رویوں اور طریقوں پر متنبہ کیا گیا ہے۔ جس کے لئے کلام کا آغاز اس انداز سے کیا گیا کہ محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم بہکے ہوئے یا گمراہ نہیں اور نہ ہی یہ کلام وہ خود گھڑ کر پیش کر رہے ہیں۔ بلکہ یہ سارا کلام وحیِ الٰہی ہے جس میں حقائق کا بیان ہے۔ نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حقائق کا بچشم خود مشاہدہ کیا اور جو فرشتہ وحی لے کر آتا ہے' اس کو بھی اپنی ان آنکھوں سے دیکھا ہے۔

اس کے بعد ذیل کے مضامین کی طرف اشارہ ہے۔

(الف) لات' منات اور عزیٰ جن کو تم اپنا معبود سمجھتے ہو اور جن کو تم اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے ہو' یہ سب غلط مفروضے ہیں اور حقیقت کا ان سے کوئی تعلق نہیں۔ تم ان کی عبادت و پرستش اس لئے کرتے ہو کہ یہ اللہ کے ہاں تمہاری

at.com

شفاعت کریں گے تو یاد رکھو کہ مقرب فرشتے ہوں یا انبیاء و رسل' نیک آدمی ہوں یا کوئی اور مخلوق' اللہ تعالیٰ سے کچھ بھی نہیں منوا سکتے۔ شفاعت کا حق جس کو ملے گا' وہ ہی اللہ کے ہاں کلام کر سکے گا اور جس کے حق میں شفاعت کی اجازت ملے گی' اسی کے حق میں شفاعت بھی کی جائے گی۔ تم نے اپنے ہی اوہام و خیالات کو عقیدے کا درجہ دے دیا ہے جس کا انجام انتہائی ہولناک اور بھیانک ہو گا۔

(ب) اس کائنات کا مالک و مختار اور نظامِ کائنات چلانے کے لئے تدبیریں کرنے والا اللہ وحدہٗ لاشریک ہے۔ اس بارے میں نہ کوئی اس کا مشیر ہے اور نہ ہی کسی فرد کو اللہ تعالیٰ نے مجاز بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کائنات کے ذرّے ذرّے اور ان کے حقائق سے آگاہ ہے۔ وہ تمہارے اعمال اور حرکات و سکنات کو دیکھ رہا ہے۔ اگر تم برائی کے بعد توبہ کر لو تو تمہاری بخشش پر قادر ہے اور اگر تم اپنے گناہوں پر اصرار کرتے رہے اور زبان سے پاکدامنی اور پاکیزگی کے دعویدار بنے رہے تو قیامت کے روز تمہاری دو عملی تمہارے کسی بھی کام نہ آئے گی۔

(ج) قرآنِ مجید انہی نظریات و عقائد کا ذکر کرتا ہے جو اس سے قبل ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام نے دنیا والوں کو بتائے تھے۔ محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم نیا اور نرالا دین لے کر نہیں آئے کہ تم حیرت و استعجاب میں ڈوبے چلے جاتے ہو۔ پہلی نافرمان قوموں عاد' ثمود' قوم نوح اور قوم لوط کی تباہی و ہلاکت بھی اسی ضد کی وجہ سے ہوئی تھی جس کے آج تم شکار ہو چکے ہو۔ ان اقوام کی تباہی اتفاقی حادثہ نہ تھا اور اس حقیقت کو یاد رکھو کہ فیصلہ کا وقت آپہنچا ہے۔ اب یہ کسی کے ٹالے نہ ٹل سکے گا۔ یہی خبر تم تک پہنچانے کے لئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کوشش کر رہے ہیں۔ آج یہ باتیں تمہیں مذاق لگتی ہیں۔ تم ان باتوں کو سننے کی بجائے شور شرابا کرتے ہو۔ اس غلط روش سے باز آجاؤ اور اپنے حقیقی معبود کے سامنے جھک جاؤ۔ اسی کی عبادت کرو۔ اسی کے احکام پر عمل کرو۔ ان الفاظ پر جب سورۃ مکمل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیتِ سجدہ کی تلاوت کے بعد سجدہ کیا تو یہ کُفّار بھی اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکے اور سجدہ ریز ہو گئے۔

یہ وہ لوگ تھے جن کے سر اور گردنیں پتھر کے بتوں کے سامنے تو جھک سکتی تھیں لیکن خدائے واحد کا تصوّر ان کے دل و دماغ میں نہیں آتا تھا۔ بہرحال اس سورت کی آیتِ سجدہ سن کر وہ بے اختیار سجدے میں گر گئے اور یہ بھی قرآن کا ایک اعجاز تھا۔

اے کاش! کہ کُفّارِ عرب اسی موقعے پر یہ راز سمجھ لیتے:

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات

تفسیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وحی اور اس کی اقسام

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ۝ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ۝ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝

"قسم ہے تارے کی جب وہ غروب ہوا' تمہارا صاحب نہ بھٹکا ہے' نہ بہکا ہے۔ وہ اپنی خواہش نفس سے بولتا ہی نہیں ہے۔ یہ تو ایک وحی ہے جو اس پر نازل کی جاتی ہے" (النجم: 1-4)

اللہ تعالیٰ کائنات کی اشیاء کی قسم کھا کر یہ فرماتے ہیں کہ محمدؐ نہ بھٹکے ہیں' نہ بہکے ہیں بلکہ وہ جو گفتگو بھی فرماتے ہیں' اپنی خواہش سے نہیں بلکہ ان کی پوری زندگی الہام اور ان کی پوری گفتگو وحی کے مطابق ہوتی ہے۔ یہاں وحی کی دو قسموں کا ذکر کیا گیا ہے۔

1- وحی متلو۔

2- وحی غیر متلو۔

پہلی وحی ایسی ہے کہ مضمون' پیغام اور الفاظ بھی اللہ تعالیٰ کے ہیں۔

دوسری وحی وہ ہے کہ پیغام اور مضمون تو اللہ کی طرف سے ہے اور الفاظ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہیں۔ یہ قرآن کا حصہ نہیں ہے۔ یہ حدیث ہے۔ اس کی تلاوت نہیں کی جاتی۔ حضور اکرمؐ کی ہر تعلیم' آپ کی ہر گفتگو اللہ تعالیٰ سے براہِ راست تعلق اور الہام کے بعد ہوتی ہے۔

نبی اور رسول ہر وقت نبی اور رسول ہوتا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ کسی وقت اس کی نبوت چل رہی ہو اور کسی وقت اس کی نبوت "محمدی بیگم" کا شکار ہو جائے۔ ایک نعت روضۂ اقدس پر میں نے کہی تھی۔ اس کا ایک بند پڑھ اس طرح ہے:

ع تیرا کلام ہے وحیِ سراپا' اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى
پوری حیات الہام کا عالم' صلی اللہ علیک وسلم

بھونڈی تقسیم

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سفرِ معراج کی ایک جھلک کے بعد اہلِ مکہ سے ایک سوال ہے کہ تم نے جس

قدرت تراش کر بیت اللہ میں رکھے ہوئے ہیں' ان کے ناموں میں تانیث کی حالت ہے۔ تم اپنے لئے تو بیٹوں کے خواہش مند ہو اور اللہ کے لئے فرشتوں کو بیٹیاں تصور کئے بیٹھے ہو۔ یہ کیسی بھونڈی اور غلط تقسیم ہے۔ ذرا غور تو کرو۔

اس کے بعد فرمایا کہ یہ کم عقل لوگ شیطان کے بہکاوے میں آکر اپنی خواہشات اور تخیلات کے تابع ہو گئے ہیں۔ اور اللہ کی قدرت کے مشاہدے کے باوجود آخرت کے منکر ہیں جس کی بابت ان سے آخرت میں ضرور باز پرس ہوگی۔

اس قیامت کے ذکر کے بعد پھر انسان کی زندگی کی مختلف حالتوں کا ذکر ہے اور ان اہلِ مکّہ کو فرمایا کہ تم اس سے قبل موسیٰ اور ابراہیم علیہما السلام کے صحیفوں کا ذکر تو سُن چکے ہو جن میں ایسی ہی تعلیم تھی جو یہ نبی تم کو دے رہے ہیں تو تعجب کس بات پر؟

پہلے صحیفوں کی تعلیم

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ بِمَا فِىْ صُحُفِ مُوْسٰى ۝
وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِىْ وَفّٰٓى ۝ اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۝
وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ۝ وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ۝
ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى ۝ وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى ۝
وَاَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَاَبْكٰى ۝ وَاَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَاَحْيَا ۝
وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ۝ مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى ۝
وَاَنَّ عَلَيْهِ النَّشْاَةَ الْاُخْرٰى ۝ وَاَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى وَاَقْنٰى ۝
وَاَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰى ۝

"کیا اسے ان باتوں کی کوئی خبر نہیں ہے جو موسیٰ اور ابراہیم کے صحیفوں میں بیان ہوئی ہے جس نے وفا کا حق ادا کر دیا۔ کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور یہ کہ انسان کے لئے کچھ نہیں ہے مگر وہ جس کی اس نے سعی وجہد کی ہے اور یہ کہ اس کی سعی و کوشش عنقریب دیکھی جائے گی اور اس کو اس کی جزا دی جائے گی اور یہ کہ آخر کار پہنچنا تیرے رب ہی کے پاس ہے اور یہ کہ اسی نے ہنسایا اور اسی نے رُلایا اور یہ کہ اسی نے موت دی اور اسی نے زندگی بخشی اور یہ کہ اسی نے نر اور مادہ کا جوڑا پیدا کیا' ایک بوند سے جب وہ ٹپکائی جاتی ہے اور یہ کہ دوسری زندگی بخشنا بھی اسی کے ذِمّہ ہے اور یہ کہ اسی نے

com

غنی کیا اور جائیداد بخشی اور یہ کہ وہی شعریٰ کا رب ہے۔" (النجم: 36-49)

قرآنِ مجید میں حضرت موسیٰؑ اور حضرت ابراہیمؑ کے حوالے سے یہ باتیں بیان کی گئی ہیں کہ تم نے ان کے اس کلام کو نہیں پڑھا جو ہم نے حضرت موسیٰ اور حضرت ابراہیم پر نازل کیا۔ اس میں یہ سب باتیں لکھی ہوئی تھیں کہ اللہ ہی سب کا خالق ہے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ ہر شخص اپنے کیے کا خود ذمہ دار ہے' کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ یہ نہیں کہ باپ گناہ کرے اور بیٹا بھگتے' بیٹا گناہ کرے اور باپ بھگتے۔

دوم یہ کہ تم اکیلے اکیلے اللہ کے پاس جاؤ گے جیسے کہ اس نے تمہیں اکیلے اکیلے پیدا کیا اور اپنے اعمال کے خود ہی اکیلے جوابدہ ہو گے۔ نیز جتنا کوئی عمل کرے گا' اسی کا وہ صلہ پائے گا۔ اس کا عمل اور اس کی کوشش چھپی نہیں رہ سکے گی' وہ ظاہر ہو کر رہے گی۔

حضورِ اکرمؐ کی خدمت میں ایک دیہاتی حاضر ہوا آپؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝

وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝

"جو شخص ذرّے کے وزن کے برابر بھلائی کرے گا' قیامت کے دن اپنی آنکھوں سے دیکھ لے گا اور جو شخص ذرّے کے وزن کے برابر برائی کرے گا' قیامت کے دن اپنی آنکھوں سے دیکھ لے گا" (الزلزال)

اس دیہاتی نے جب یہ آیت سنی' اُس نے کہا کہ یا رسول اللہ! بس مجھے ساری زندگی کے لئے یہی ایک آیت کافی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا پڑے اور فرمایا کہ یہ آیت اس کی سمجھ میں آگئی ہے۔ آیت تو ہم نے بھی سنی۔ ساری زندگی پڑھتے بھی رہے ہیں مگر اس طرح سے ہماری سمجھ میں نہیں آئی۔ جس طرح سے اس دیہاتی کو سمجھ آئی۔ کیونکہ سمجھ کے الگ الگ درجے ہوتے ہیں۔ یہ عقیدہ درست نہیں کہ گناہ تو ہم کریں اور سولی پر عیسیٰ علیہ السلام لٹک جائیں اور یہ کہ وہ پہلے ہی سے سولی پر لٹک کر ہمارے سارے گناہ بخشوا کر چلے گئے۔ ہمیں سرٹیفکیٹ دے کر چلے گئے کہ بس میرا اقرار کرلینا' اس کے بعد جس کو چاہے قتل کر دینا' تمہارا کچھ نہیں بگڑے گا۔ غور کریں گے تو پتا چلے گا کہ اس سے زیادہ دنیا میں نامعقول بات ہو ہی نہیں سکتی کہ ایک شخص صلیب پر لٹک جائے اور کروڑوں انسانوں کے گناہوں کا کفارہ ادا کردے۔ بلکہ ہر شخص اپنا بوجھ خود اٹھائے گا اور اپنی کوششوں کو دیکھ لے گا اور قیامت کے دن اس کو پوری پوری جزا اور سزا ملے گی۔

سورۃ کی آخری آیات میں قیامت کے قرب بلکہ وقوع کی خبر ہے اور اللہ ہی کے آگے جھکنے کا حکم ہے۔

at.com

سورہ القمر (۵۴)

نام

یہ نام پہلی آیت ہی سے ماخوذ ہے۔

زمانۂ نزول

اس میں شق القمر کا واقعہ مندرج ہے جو ہجرت سے قریباً 5 سال قبل پیش آیا۔

مضامین

کُفّارِ مکّہ کا دیرینہ مطالبہ پورا کیا گیا۔ ان کا ہمیشہ اصرار رہا کہ ہمیں کوئی معجزہ دکھایا جائے۔ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حرم میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے اللہ کے حکم سے انگشتِ شہادت اٹھائی اور چاند دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو گیا اور دونوں ٹکڑے اس طرح الگ الگ ہوئے کہ ایک ٹکڑا پہاڑ کی ایک جانب اور دوسرا ٹکڑا دوسری جانب نظر آیا اور پھر دونوں ٹکڑے آپس میں مل گئے۔ اس معجزے کے ذریعے سے کئی باتیں واضح کی گئیں۔

(الف) نظامِ کائنات ازلی و ابدی نہیں بلکہ فانی ہے اور یہ نظام کسی بھی وقت درہم برہم ہو سکتا ہے۔ قرآن مجید میں جو علاماتِ قیامت مذکور ہیں، ان میں سیاروں کے باہم ٹکرانے اور ٹوٹ پھوٹ کا ذکر ہے۔ اس سلسلے میں شک کرنے والوں کے لئے شق القمر کا معجزہ ایک دلیل ہے کہ نظامِ کائنات میں یوں ٹوٹ پھوٹ ہوگی اور پھر دوبارہ اس کو اسی طرح قائم کیا جائے گا۔

روایات میں ہے کہ کُفّارِ مکّہ نے جب یہ معجزہ دیکھا تو ایمان لانے اور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی بجائے اس کو جادوگری کہا۔ ان کی اسی ہٹ دھرمی اور بغض و عناد کو اوائل سورۃ میں ذکر کیا گیا ہے۔

(ب) قیامت ضرور واقع ہوگی اور لوگ قبروں سے نکل کر میدانِ حشر میں جمع ہوں گے لیکن اہلِ مکّہ ان سب خبروں کو وحی نہیں مانتے تھے بلکہ ان کی ضد کا یہ عالم تھا کہ ان کو تاریخ سے عبرت حاصل ہوئی نہ وہ اپنے مشاہدے پر یقین کرتے تھے۔ ان کے بارے میں فرمایا کہ ان کا انجام بھی قومِ نوح، عاد و ثمود، قومِ لوط اور آلِ فرعون وغیرہ جیسا ہو گا جن کو صفحۂ ہستی سے نابود کر کے بعد والی اقوام کے لئے نشانِ عبرت بنایا گیا۔ لیکن یہ بات بھی واضح ہے کہ اگر یہ لوگ اب بھی توبہ کر کے راہِ راست اپنالیں تو اللہ تعالیٰ کے دامنِ رحمت میں انہیں خاص جگہ دی جائے گی۔

(ج) اگر یہ لوگ ایمان قبول نہ کریں گے اور اقوامِ سابقہ مغضوبہ کے نقشِ قدم ہی پر چلیں گے تو یہ لوگ کسی امتیازی سلوک کے حقدار کیوں کر ہو سکتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے قوانین کے سلسلے میں اپنی سُنّت اور طریقہ ہر دور کے لوگوں کے

at.com

لئے یکساں ہی رکھا ہے۔

سورۃ کے اواخر میں فرمایا کہ قیامت اور عذاب کا مشاہدہ تو ہر روز انسان کرتا ہے کہ جب کوئی آدمی مرجاتا ہے یا کوئی قوم عذاب کا شکار ہوتی ہے تو باقی رہنے والے لوگوں کے لئے یہ مشاہدہ عبرت کا باعث ہوتا ہے .... قیامت کے روز ہر شخص کو اس کا اعمال نامہ دے کر اس کی آخری منزل کی جانب اس کو روانہ کردیا جائے گا۔ کافر، مشرک اور منافق کے لئے جہنم اور مومن و متقی کے لئے جنت منزل ہوگی۔ اس سورۃ میں گمراہی کے انجامِ بد اور صبرو استقلال کی عظمت کا خصوصی سبق ہے۔

com

تفسیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایک عظیم معجزہ اور اہلِ مکہ کی ہٹ دھرمی

سورۃ کا آغاز ایک معجزے کے ذکر کے ساتھ ہے۔ کفارِ مکہ نے نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نبوت پر کوئی نشانی طلب کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حرم میں تشریف فرما تھے۔ اور چاند بھی روشن تھا۔ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت کی انگلی سے اشارہ کیا اور فرمایا کہ دیکھو۔ چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ ایک ٹکڑا مشرق اور دوسرا مغرب کی جانب چلا گیا۔ سب لوگوں نے اس معجزے کا آنکھوں سے مشاہدہ کیا اور پھر چاند کے ٹکڑے آپس میں مل گئے۔ یہ منظر دیکھ کر کفار نے اسے جادو قرار دیا اور پھر کہا کہ ملک کے دوسرے حصے سے بھی لوگوں کو آنے دو تاکہ ان سے بھی معلوم کیا جائے۔ چنانچہ بعد میں متعدد لوگوں نے بھی اس معجزے کی تصدیق کی۔ مگر اہلِ مکہ نے پھر بھی پیغامِ ہدایت کو قبول نہ کیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کی ہٹ دھرمی کا ذکر بھی فرمایا اور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دلانے کے لئے فرمایا:

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ إِلَىٰ شَيْءٍ نُّكُرٍ ۝
خُشَّعًا أَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ كَأَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنتَشِرٌ ۝
مُّهْطِعِينَ إِلَى الدَّاعِ يَقُولُ الْكَافِرُونَ هَٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ۝

"پس تم بھی ان کی کچھ پروا نہ کرو۔ جس دن بلانے والا ان کو ناخوش منظر کی طرف بلائے گا تو وہ بکھری ہوئی ٹڈیوں کی طرح نظروں کو جھکائے ہوئے قبروں سے نکل پڑیں گے۔ اس بلانے والے کی طرف دوڑتے جاتے ہوں گے اور کافر کہیں گے کہ یہ دن بہت سخت ہے۔" (القمر:6-8)

اقوامِ سابقہ کا ذکر

مزید وضاحت کے لئے نوح علیہ السلام کی سرکش قوم کا ذکر ہے جنہوں نے نوح علیہ السلام کو اس قدر زچ کر دیا کہ انہوں نے اپنے رب کے سامنے اپنی مغلوبیت کا اعتراف کرتے ہوئے مدد مانگی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ سوائے اہلِ ایمان کے پوری قوم غرقاب ہو گئی۔

اسی طرح اہلِ مکہ کو توجہ دلانے کے لئے قومِ عاد پر آنے والی سخت ترین آندھی کا ذکر کیا۔ قومِ ثمود کی سرکشی

at.com

اور قومِ لوط کی بدکرداری کے ذکر کے بعد فرمایا کہ ہم نے ان سبھی بدعقیدہ اور بداعمال اقوام کو نیست و نابود کردیا اور ان کا ذکر بطورِ عبرت بار بار کیا جا رہا ہے۔

قرآن کا اعجاز

اس کے بعد قرآنِ مجید کے اعجاز کا ایک اچھوتے انداز میں یوں ذکر فرمایا:

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝
وَلَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ۝
كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كُلِّهَا فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ ۝
اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِكُمْ اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِي الزُّبُرِ ۝
اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ ۝ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ۝
بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ ۝
اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ۝
يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ۝
اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ۝ وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍۭ بِالْبَصَرِ ۝
وَلَقَدْ اَهْلَكْنَآ اَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝ وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ ۝
وَكُلُّ صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ ۝ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ ۝
فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ۝

"اور ہم نے اس قرآن کو نصیحت کے لئے آسان بنا دیا۔ پس ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟ اور آلِ فرعون کے پاس بھی تنبیہات آئی تھیں۔ مگر انہوں نے ہماری ساری نشانیوں کو جھٹلا دیا۔ آخر کو ہم نے انہیں پکڑا جس طرح کوئی زبردست قدرت والا پکڑتا ہے۔ کیا تمہارے کُفّار ان لوگوں سے کچھ بہتر ہیں؟ یا آسمانی کتابوں میں تمہارے لئے کچھ معافی لکھی ہوئی ہے؟ یا پھر ان لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ ہم ایک مضبوط جتھا ہیں' اپنا بچاؤ کرلیں گے۔ عنقریب یہ جتھا شکست کھا جائے گا اور یہ سب پیٹھ پھیر کر بھاگتے نظر آئیں گے۔ بلکہ ان سے نپٹنے کے لئے اصل وعدے کا وقت تو قیامت ہے اور وہ بڑی آفت اور تلخ ساعت ہے۔ یہ مجرم لوگ درحقیقت غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ اور ان کی عقل ماری گئی ہے۔ جس روز یہ منہ کے بل آگ میں گھسیٹے جائیں گے' اس روز ان سے کہا جائے گا کہ اب چکھو جہنم کی آگ کا مزہ' ہم نے ہر چیز ایک

com

ترتیب کے ساتھ پیدا کی ہے اور ہمارا حکم بس ایک ہی حکم ہوتا ہے اور پلک جھپکاتے وہ عمل میں آجاتا ہے تم جیسے بہت سوں کو ہم ہلاک کر چکے ہیں۔ پھر ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟ جو کچھ انہوں نے کیا ہے' وہ سب دفتروں میں درج ہے اور ہر چھوٹی بڑی بات لکھی ہوئی موجود ہے۔ نافرمانی سے پرہیز کرنے والے بے شک باغوں اور نہروں میں ہوں گے۔ سچی عزت کی جگہ' بڑے ذی اقتدار سچے بادشاہ کے قریب ہے" (القمر: 40-55)

مذکورہ آیات میں اللہ ربُّ العزت یہ فرما رہے ہیں کہ قرآنِ مجید کو ہم نے نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان بنایا ہے۔ ہم نے کوئی مُشکل کتاب نہیں بھیجی ہے۔ اسے اَن پڑھ بھی سمجھ سکتے ہیں اور بڑے بڑے عالم بھی۔ ہر شخص اپنی اپنی اہلیت کے مطابق اس میں سے موتی سمیٹ سکتا ہے۔ اس کے علاوہ مذکورہ آیات میں فرعون کا قصہ بیان ہوا ہے۔ جس میں کہا گیا کہ تم لوگ کیا فرعون کے لشکر سے زیادہ مضبوط ہو؟ اس کا تو ہم نے بندوبست کر دیا تھا۔ اگر تم اپنے آپ کو زیادہ مضبوط سمجھتے ہو تو پھر چند ہی دنوں کی بات ہے کہ تم پیٹھ پھیر کر بھاگتے نظر آؤ گے۔ اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جنہیں تم نے ہجرت پر مجبور کیا ہے' وہ ایک فاتح کی شکل میں تمہارے سامنے کھڑے ہوں گے۔ اس لئے کہ ہم جو ارادہ کر لیتے ہیں یا جو حکم دے دیتے ہیں' وہ یقیناً پورا ہو جاتا ہے۔

at.com

سورہ الرحمٰن (۵۵)

نام

پہلی آیت کو نام قرار دیا گیا۔

زمانہ نزول

یہ سورۃ مضمون کے اعتبار سے مکی دور کی سورتوں کے ساتھ مشابہ ہے' اس بارے میں ابنِ اسحق سے روایت منقول ہے کہ

"سردارانِ قریش حرم میں اپنی اپنی مجالس سجا کر بیٹھے تھے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے مقامِ ابراہیم پر بیٹھ کر سورۃ الرحمٰن کی تلاوت ترتیل اور بلند آواز کے ساتھ شروع کر دی۔ قریش سردار کچھ دیر تو جائزہ لیتے رہے اور پھر یہ یقین کر کے کہ یہ وہی کلام پڑھا جا رہا ہے جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل ہوا تھا۔ یہ سنتے ہی قریش عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پر ٹوٹ پڑے اور انہیں اس قدر مارا کہ ان کا منہ سوج گیا"

مضامین

سورت کے آغاز میں قرآنِ پاک کی عظمت اور اللہ کی کتاب ہونے کا تذکرہ ہے۔ اس سورۃ کی آیات مختصر اور تھوڑے تھوڑے الفاظ پر مبنی ہیں اور پھر ہر آیت کے بعد اللہ تعالیٰ نے انسانوں اور جنّات کو مخاطب کر کے سوال فرمایا ہے کہ تم اللہ کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ اور کس کس نعمت کی ناقدری کرو گے؟ اس سورت میں قرآنی تعلیمات کو عین رحمت اور انسانیت کے لئے ہدایت ہونے کا بھی ذکر کیا گیا ہے اور درج ذیل مضامین کو خوبصورت' دلکش اور دلنشین انداز میں بیان فرمایا۔

1- کائنات کا سارا نظام مشیتِ الٰہی اور اس کی تدبیر و قدرت ہی سے چل رہا ہے۔ کوئی چیز اس کی قدرت اور حکومت سے باہر نہیں۔

2- کائنات کا سارا نظام متوازن ہے اور عدل پر قائم ہے۔ اس نظام کے اندر رہنے والے سارے افراد کو عدل و توازن کے دائرے میں رہ کر زندگی گزارنا ہوگی کیونکہ یہ فطرت کا تقاضا ہے۔

3- ان چیزوں کا تذکرہ ہے جن سے انسان اور جنّات فائدہ اٹھاتے ہیں۔ یہ سبھی اشیاء قادرِ مطلق کے حکم سے پیدا کی گئیں۔ اور اسی کے حکم سے انسانوں اور جنّات کے لئے ان کو مسخر کیا گیا۔

at.com

4- اللہ تعالیٰ کے علاوہ اس کائنات میں ایسی کوئی چیز نہیں جس کے لئے فنا نہ ہو۔ فنا سے مبرا وحدہٗ لاشریک صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔ جو ازلی و ابدی ہے اور کائنات کی ہر شے اس کی محتاج ہے۔

5- بہت جلد وہ وقت آئے گا جب ہر ذی اختیار مخلوق سے اس کے اعمال کی بابت بازپرس کی جائے گی اور ان کے اعمال کے مطابق ان کا انجام ہو گا۔

6- اللہ تعالیٰ کے خصوصی انعامات جو روزِ قیامت جنّت میں نیک انسانوں کو ملیں گے' ان کا تذکرہ بھی اس سورت میں ہے کیونکہ یہ لوگ دنیا کی زندگی میں ہر عمل اس عقیدے کی بنا پر کیا کرتے تھے کہ روزِ جزا ہمارا خالق ہمارے ان اعمال کا بدلہ دے گا۔

تفسیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قرآن کی زینت

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَلرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۝ وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ ۝ وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ۝ اَلَّا تَطْغَوْا فِى الْمِيْزَانِ ۝ وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ۝

"رحمٰن نے اس قرآن کی تعلیم دی ہے۔ اسی نے انسان کو پیدا کیا۔ اور اسے بولنا سکھایا۔ سورج اور چاند ایک حساب کے پابند ہیں۔ اور تارے اور درخت سب سجدہ ریز ہیں۔ آسمان کو اس نے بلند کیا اور میزان قائم کر دیا۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ تم میزان میں خلل نہ ڈالو۔ انصاف کے ساتھ ٹھیک تولو اور ترازو میں ڈنڈی نہ مارو۔" (الرحمٰن: 1-9)

سب سے بڑی نعمت

سورۃ الرحمٰن قرآنِ مجید کی زینت ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمانیت کے جلوے دکھائے اور اپنی نعمتیں گنوائی ہیں۔ ان نعمتوں میں سے سب سے پہلے جس اہم نعمت کا ذکر کیا ہے وہ یہ ہے کہ اس نے تم کو قرآن سکھایا۔ اس سے بھی پہلے کہ انسان کو پیدا کیا اور اسے بیان کرنا اور بولنا سکھایا' اس نے قرآن سکھایا اور ہماری روحوں کو قرآنی تعلیم سے مشرف کر دیا۔ گویا سب سے بڑی نعمت قرآن سکھانا ہے۔ کائنات کو اللہ تعالیٰ نے ایک اندازے' میزان اور توازن کے ساتھ بنایا' اور بتایا کہ تمہاری فلاح بھی اس میں ہے کہ تم بھی توازن اور میزان کے ساتھ زندگی گزارو اور انصاف کے ساتھ رہو اور انفرادی معاملات میں عدل و انصاف کے ساتھ کام کرو۔ ناپ تول پورا کرو اور کسی معاملے میں بھی ڈنڈی نہ مارو۔

خدا' انسان اور کائنات

اس کے بعد جن و انس اور کائنات کی تخلیق کے مختلف حالات ذکر کیے گئے اور بتایا گیا کہ کائنات کی ہر چیز فنا ہونے والی ہے سوائے اللہ جلیلُ القدر کی ذات کہ جو واجب الوجود ہے۔ ابدی اور ازلی ہے۔ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ

Marfat

رہے گا۔ بقیہ یہ سب چیزیں جن وانس وغیرہ سمیت فنا ہونے والی ہیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے' زندگی دیتا ہے' پھر جب چاہتا ہے موت سے ہمکنار کرتا ہے اور پھر جب چاہے گا دوبارہ زندگی عطا فرمائے گا۔ اسی لئے آسمانوں اور زمینوں میں جو چیز بھی ہے' سب اللہ سے اپنی حاجتیں مانگتے ہیں اور اس کے در کے سوالی ہیں۔ ہر گھڑی وہ نئی شان کے ساتھ جلوہ گر ہے اور تم سب بھی اللہ کے حضور بندے بن کر آؤ اور اگر تم اللہ کے سوا کسی اور کی بندگی کرو گے تو اللہ تعالیٰ عنقریب تم سے باز پرس کریں گے کیونکہ اس نے جنات اور انسانوں کو کچھ اختیارات عطا کئے ہیں کہ اختیار اور مرضی سے اللہ کی اطاعت کرو یا اللہ کی نافرمانی کرو۔ اس نے تمہیں کچھ مہلت دے رکھی ہے۔ تم اگر اللہ کی سلطنت سے باہر نکلنا چاہو تو یہ تمہارے بس کی بات نہیں۔ یہ آسمان یہ زمین سب اس کی سلطنت ہے۔ تم اس سے باہر نہیں جا سکتے۔ تم سب اللہ کی مخلوق ہو۔ اللہ کے بندے اور غلام ہو۔ اسی کی سلطنت میں رہو گے' اسی کی بندگی کرو گے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝
وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝
يَسْــَٔلُهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ ۝
فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ ۝
فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ
تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ۭ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ۝

"ہر چیز جو اس زمین پر ہے' فنا ہو جانے والی ہے اور صرف تیرے رب کی جلیلُ القدر ذات ہے جو باقی رہنے والی ہے۔ پس اے جن وانس! تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ (کن کن نعمتوں کی ناشکری کرو گے؟) زمین اور آسمانوں میں جو کچھ بھی ہے' سب اپنی حاجتیں اسی سے مانگ رہے ہیں۔ ہر آن وہ نئی شان میں ہے۔ پس اے جن وانس! تم اپنے رب کی کن کن صفاتِ حمیدہ کو جھٹلاؤ گے؟ اے زمین کے بوجھ! عنقریب ہم تم سے باز پرس کرنے کے لئے فارغ ہوا چاہتے ہیں۔ پھر دیکھ لیں گے کہ تم اپنے رب کے کن کن احسانات کو جھٹلاتے ہو۔ اے گروہ جن وانس! اگر تم زمین اور آسمانوں کی سرحدوں سے نکل کر بھاگ سکتے ہو تو بھاگ دیکھو۔ تم نہیں بھاگ سکتے اس کے لئے بڑا زور چاہئے۔"

(الرحمٰن: 24-33)

حشر کا ایک منظر

اس کے بعد حشر کی منظر کشی کی گئی ہے جس کا اختتام اللہ کے انعام یا غضب کسی ایک پر ہو گا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

com

فَإِذَا انْشَقَّتِ السَّمَاءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ۚ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ○
فَيَوْمَئِذٍ لَا يُسْأَلُ عَنْ ذَنْبِهِ إِنْسٌ وَلَا جَانٌّ ۚ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ○
يُعْرَفُ الْمُجْرِمُونَ بِسِيمَاهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِي وَالْأَقْدَامِ ۚ
فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ○ هَٰذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُونَ ○
يَطُوفُونَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيمٍ آنٍ ۚ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ○

"پھر جب آسمان پھٹ جائے گا تو گلاب کے پھول کی طرح ہو جائے گا جیسے سرخ نری۔ تو تم اپنے رب کی کس کس نعمت کا انکار کرو گے؟ اس روز نہ تو کسی انسان سے اس کے گناہوں کے بارے میں سوال ہوگا اور نہ کسی جن سے۔ تو تم اپنے رب کی کس کس نعمت کا انکار کرو گے؟ مجرم اپنے چہرے سے پہچان لئے جائیں گے تو پیشانی کے بالوں اور پاؤں سے پکڑ لئے جائیں گے۔ تو تم اپنے رب کی کس کس نعمت سے انکار کرو گے؟ یہی وہ دوزخ ہے جس کو مجرم لوگ جھٹلاتے تھے۔ وہ دوزخ اور کھولتے ہوئے پانی کے درمیان گھومتے پھریں گے۔ تو تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟" (الرحمٰن: 37-45)

اہلِ جنت کے لئے انعام و اکرام

اس سورۃ میں اہلِ جنت کو جو انعام و اکرام ملیں گے ان کی ایک جھلک دکھائی گئی ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَانِ ۚ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۚ
ذَوَاتَا أَفْنَانٍ ۚ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ○
فِيهِمَا عَيْنَانِ تَجْرِيَانِ ۚ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ○
فِيهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجَانِ ۚ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ○
مُتَّكِئِينَ عَلَىٰ فُرُشٍ بَطَائِنُهَا مِنْ إِسْتَبْرَقٍ ۚ وَجَنَى الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ ۚ
فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ○
فِيهِنَّ قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ ۚ
فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۚ كَأَنَّهُنَّ الْيَاقُوتُ وَالْمَرْجَانُ ۚ
فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ○ هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ ۚ
فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ○ وَمِنْ دُونِهِمَا جَنَّتَانِ ۚ
فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۚ مُدْهَامَّتَانِ ۚ

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۚ فِیْهِمَا عَیْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ۚ
فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۚ فِیْهِمَا فَاکِهَةٌ وَّ نَخْلٌ وَّ رُمَّانٌ ۚ
فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۚ فِیْهِنَّ خَیْرٰتٌ حِسَانٌ ۚ
فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۚ حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِی الْخِیَامِ ۚ
فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۚ لَمْ یَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ۚ
فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۚ مُتَّکِـِٕیْنَ عَلٰی رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّ عَبْقَرِیٍّ حِسَانٍ ۚ
فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝
تَبٰرَکَ اسْمُ رَبِّکَ ذِی الْجَلٰلِ وَالْاِکْرَامِ ۝

"اور جو اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرا اس کے لئے دو باغات ہیں۔ تو تم اپنے رب کی کس کس نعمت کا انکار کرو گے (وہ دونوں باغ) بہت بہت شاخوں والے ہوں گے تو تم اپنے رب کی کس کس نعمت کا انکار کرو گے؟ ان دونوں میں دو چشمے جاری ہوں گے۔ تو تم اپنے رب کی کس کس نعمت کا انکار کرو گے؟ ان میں سب میوے دو دو قسم کے ہوں گے۔ تو تم اپنے رب کی کس کس نعمت کا انکار کرو گے؟ جنتی ایسے بچھونوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے جن کے استر موٹے ریشم کے ہوں گے اور دونوں باغوں کے میوے بہت قریب ہوں گے۔ تو تم اپنے رب کی کس کس نعمت کا انکار کرو گے؟ ان میں نیچی نگاہ والی عورتیں ہوں گی جن کو ان سے پہلے نہ کسی انسان نے اور نہ کسی جن نے ہاتھ لگایا ہو گا۔ تو تم اپنے رب کی کس کس نعمت کا انکار کرو گے؟ گویا وہ لعل اور یاقوت اور مونگا ہیں۔ تو تم اپنے رب کی کس کس نعمت کا انکار کرو گے؟ نیکی کا بدلہ نیکی ہے۔ تو تم اپنے رب کی کس کس نعمت کا انکار کرو گے؟ اور ان کے علاوہ دو جنتیں اور ہیں۔ تو تم اپنے رب کی کس کس نعمت کا انکار کرو گے؟ وہ دونوں باغ خوب گہرے سرسبز ہیں۔ تو تم اپنے رب کی کس کس نعمت کا انکار کرو گے؟ ان میں دو چشمے اُبل رہے ہیں۔ تو تم اپنے رب کی کس کس نعمت کا انکار کرو گے؟ ان باغوں میں میوے اور کھجوریں اور انار ہیں۔ تو تم اپنے رب کی کس کس نعمت کا انکار کرو گے؟ ان میں خوب سیرت اور خوبصورت عورتیں ہیں۔ تو تم اپنے رب کی کس کس نعمت کا انکار کرو گے؟ وہ حوریں ہیں خیموں میں پردہ نشین۔ تو تم اپنے رب کی کس کس نعمت کا انکار کرو گے؟ اہل جنت سے پہلے نہ کسی انسان نے اور نہ کسی جن نے ان کو ہاتھ لگایا ہے۔ تو تم اپنے رب کی کس کس نعمت کا انکار کرو گے؟ وہ لوگ سبز قالینوں اور نفیس مسندوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہیں۔ تو تم اپنے رب کی کس کس نعمت کا انکار کرو گے؟ (اے محمد) تمہارے پروردگار کا نام بڑی برکت والا ہے، جو بڑے جلال اور عظمت والا ہے۔" (الرحمٰن: 46-78)

Mart

سورہ الواقعہ (۵۶)

نام

اس سورت کا نام پہلی آیت ہی سے ماخوذ ہے۔

زمانۂ نزول

یہ سورت مکی زندگی کے دورِ اوّل میں نازل ہوئی۔ اس میں قرآن کو چھونے کے لئے طہارت کا حکم ہے اور سیدنا عُمر رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کے واقعے میں آپ کی بہن فاطمہؓ کا ایک قول بھی مذکور ہے۔

لَا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ۞

"اس قرآن کو صرف پاک آدمی ہی ہاتھ لگا سکتا ہے۔"

مضامین

اس سورت میں توحید اور آخرت کی بابت کُفارِ مکہ کے شبہات اور اعتراضات کا جواب ہے:

1- آغازِ سورت میں قیامت کے وقوع پزیر ہونے اور مردہ انسانوں کو دوبارہ اٹھائے جانے کا تذکرہ ہے نیز یہ کہ اس کے بعد ہر انسان کے اعمال کا محاسبہ بھی ہوگا۔ مومن و مُتقی جنت میں اور کافر و فاسق جہنم میں ڈالے جائیں گے اور جب قیامت واقع ہوگی تو کوئی طاقت اس کو روک نہ سکے گی۔

اس سورت میں اعتقادی و عملی اعتبار سے انسانوں کے تین طبقات کا بیان اور ان کا انجام مذکور ہے:

الف۔ ایمان میں پہل کرنے والے۔

ب۔ عام نیکوکار مسلمان۔

ج۔ آخرت کے منکر۔

2- اس کے بعد عقیدۂ توحید و آخرت کے بارے میں دلائل مذکور ہیں۔ اس ضمن میں زمین و آسمان حتیٰ کہ خود انسان کے اپنے وجود کو بطور گواہ پیش کیا گیا ہے۔ ان دلائل پر غور و فکر کی دعوت دی گئی کہ جس خالق نے کائنات اور خود انسان کو پیدا کیا ہے اور پھر اعمال کے معاملے میں انسان کو خود مختار بنایا ہے' اس کو چھوڑ کر کسی اور ذات کی عبادت عقل و دانش کے تقاضوں کے سراسر خلاف ہے۔

3- قرآنِ مجید کے نعمتِ عظمیٰ ہونے کا ذکر ہے۔ کہ اس نعمتِ عظمیٰ کی موجودگی میں کوئی انسان اس کو بھلائے یا اس سے بے اعتنائی برتے تو اس سے زیادہ محروم اور بدقسمت اور کون ہوگا؟

اور پھر فرمایا کہ یہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور اللہ کے پاکباز فرشتے یہ قرآن نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتے ہیں اور اس کلام کے لوح محفوظ میں ہونے اور اس کے صحیح ہونے میں کوئی شک نہیں۔ کیونکہ اس قرآن کے لانے اور پہنچانے کے سلسلے میں ان قُدسی نفس فرشتوں کو بھی دخل کی گنجائش حاصل نہیں۔

4- سورت کے آخر میں انسان کی بے بسی کا ذکر کیا کہ جب انسان پر موت آتی ہے تو اس کے ورثاء اور ساری مخلوق اس کا دم نکلتے دیکھتی ہے۔ وہ سبھی کے سامنے مرتا ہے اور اس کی روح اس کے جسم سے نکلتی ہے لیکن کوئی بھی اس روح کو نکلنے یا اس شخص کو مرنے سے نہیں بچا سکتا۔

5- اسی طرح سورت میں تسبیح و تہلیل کا خصوصی حکم ہے۔

تفسیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قیامت کے دن انسانوں کے تین طبقات

سورۃ کا آغاز ایک یقینی چیز کے ذکر کے ساتھ ہے جس کے وقوع میں کوئی جھوٹ نہیں۔ وہ پستی و بلندی کے امتیاز کے بغیر زمین پر زلزلہ بپا کر کے اور پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کر کے اڑا دے گی۔ اس کے بعد انسان اپنے اعمال کے اعتبار سے تین مختلف طبقات میں یوں تقسیم ہو جائے گا۔

1- السَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ ۔

2- اصحابُ الیمین۔

3- اصحابُ الشمال۔

السابقون الاوّلون: یہ لوگ ہیں جو سب سے سبقت لے گئے۔ یعنی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر انہوں نے یہ محسوس کیا کہ ع

گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

گویا یہ پہلے ہی سے حق کے متلاشی تھے۔ ان لوگوں کی کیفیت یوں تھی کہ جیسے کسی شخص کو سخت پیاس لگی ہوئی ہو اور اس کو پانی پیش کیا جائے تو وہ اس کے پانی ہونے یا نہ ہونے کی دلیل مانگنے کی بجائے فوراً پانی پی جائے گا۔ اصحابِ بدر تک ایمان لانے والے اس زمرے میں آتے ہیں۔

اصحابُ الیمین: اصحابُ الیمین کا مطلب ہے دائیں جانب والے لوگ۔ سورتِ توبہ میں انہی لوگوں کو "مُتَّبِعُوْنَ بِاِحْسَانٍ" کہا گیا یعنی وہ ہمیشہ دوسروں کا احسان، نیکی اور بھلائی چاہتے ہیں اور پھر اس کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں۔

اصحابُ الشمال: ان میں وہ لوگ ہیں جن کے اپنے ذاتی اغراض ہوتے ہیں۔ وہ بات سے بخوبی آگاہ ہوتے ہیں کہ یہ دینِ حق ہے لیکن چونکہ اس کی چوٹ ان کے مفادات پر پڑتی ہے اس لئے وہ دین کو قبول کرنے میں متامل رہتے ہیں۔

اس سورت میں تینوں گروہوں کی الگ الگ تشریح بیان کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ جنت میں اوّل الذکر دو گروہوں کے کیا درجات ہوں گے اور آخرت میں ان کی کیا کیفیت ہو گی۔ اس کے بعد اوّل الذکر دونوں طبقات پر

at.com

آخرت میں ہونے والے انعامات کی تفصیل ہے۔ جس میں جنت کی ہر ایک نعمت کو مثالی صورت میں رغبت اور اشتیاق کے لئے بیان فرمایا ہے۔ اس کے ساتھ قرآنِ مجید کے انداز پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کلامِ الٰہی میں عجب توازن ہے۔ اس ذکر کے ساتھ ہی اصحابُ الشِّمال یعنی بائیں ہاتھ والوں کے انجامِ بد کے ہولناک مناظر کو بطورِ عبرت بیان فرمایا اور اس ذکر کی تکمیل اس خوبصورت جملے پر ہے:

هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ ۝

"جزا کے دن یہ ان کی ضیافت ہو گی" (الواقعہ:56)

تدبر کی دعوت

پھر ہدایت و راہنمائی کے لئے انسان کو انفس و آفاق میں تدبر کی دعوت دی گئی۔ پہلی دلیل انسان کی اپنی تخلیق اور آغاز سے متعلق ہے اور پھر فرمایا کہ ہم تم کو مارنے پر بھی قادر ہیں اور اس بات پر بھی کہ اگر ہم چاہیں تو تمہاری جگہ کسی اور کو لے آئیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ وَ نُنْشِئَكُمْ فِيْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝
وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝

"تمہاری طرح کے اور لوگ تمہاری جگہ لے آئیں اور تم کو ایسے جہان میں جس کو تم نہیں جانتے' پیدا کر دیں اور تم نے پہلی پیدائش تو جان ہی لی ہے پھر تم سوچتے کیوں نہیں؟" (الواقعہ:61-62)

گویا موت و حیات کے یہ روزانہ نظر آنے والے مناظر انسان کو قیامت کے وقوع اور جزا و سزا کا تصور دلانے کے لئے ہیں۔ اس کے بعد دوسری دلیل انسان کے گرد و پیش کے مناظر سے متعلق ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ۝

"کیا تم نے دیکھا جو تم کاشت کرتے ہو؟ (اس پر غور کرو) اس کو تم اُگاتے ہو یا اس کے اُگانے والے ہم ہیں؟" (الواقعہ:63-64)

وجودِ باری تعالیٰ اور توحید پر ایک اہم دلیل

ذرا غور کریں' کسان اس کے علاوہ اور کیا کرتا ہے کہ زمین کو ہل چلا کر نرم کرتا ہے۔ اس میں بیج ڈال کر اسے پانی دے دیتا ہے۔ اس کے بعد وہ کچھ نہیں کرتا اور نہ کر سکتا ہے۔ اس کے بعد وہ صرف انتظار کرتا ہے۔ اب ایک بیج کی چاکری کے لئے اتنے اسباب اور عوامل نزدیک و دور سے آتے ہیں۔ زمین کی قوت نمو' پانی کے علاوہ ہوا کے اندر موجود گیسیں' سورج کی شعاعیں' سمندر سے اُمڈ کر آنے والے بادل جن کے اندر نائٹریٹ شامل ہوتے ہیں۔

com

پھر یہی بادل برف کی صورت میں پہاڑوں کی چوٹیوں پر جا بیٹھتے ہیں' اور مہینوں برف جمتی رہتی ہے اور جب سورج کی شعاعیں پڑتی ہیں تو پانی تھوڑا تھوڑا کر کے دریاؤں' نہروں اور راجباہوں کے ذریعے سے اس بیج تک پہنچتا ہے۔ اس کے علاوہ نامعلوم کتنے عوامل ہیں جو ہم نہیں جانتے۔ اس ایک بیج کی خدمت کے لئے کتنی دور دور سے خادم چلے آ رہے ہیں۔ کیا یہ قابلِ غور نکتہ نہیں کہ اتنے سارے نوکر چاکر صرف بیج کی آبیاری و نشو و پرداخت میں لگے ہیں۔ کیا یہ سارے کسی ایک نظام کے تحت نہیں؟ کیا ان سب کو پیدا کرنے اور چلانے والا ایک نہیں؟ یہی بات تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس آیتِ مبارکہ میں سوال کی صورت میں دریافت کی ہے کہ کیا یہ سارے اسباب تم مہیا کر رہے ہو؟

حکیمُ الاُمّت علامہ اقبال رحمۃُ اللہ علیہ نے یہی کہا ہے:

پالتا ہے بیج کو مٹی کی تاریکی میں کون؟
کون دریاؤں کی موجوں سے اُٹھاتا ہے سحاب؟
کون لایا کھینچ کر پچھم سے بادِ سازگار؟
خاک یہ کس کی ہے کس کا ہے یہ نورِ آفتاب؟

یہ باتیں سُن کر اندر سے یہ آواز اُٹھتی ہے:

فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ۝

"بہت برکت و عظمت والی ہے وہ ذات جو تمام پیدا کرنے والوں میں حسین ترین تخلیق فرمانے والا ہے۔"

ایک عظیم قسم

آگے چل کے اسی سورۂ مبارکہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ ایک قسم کھاتے ہیں۔ اس قسم کے الفاظ انتہائی قابلِ غور ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ۝ وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ ۝

"پس نہیں! میں قسم کھاتا ہوں تاروں کے مواقع کی اور اگر تم سمجھو تو یہ بہت بڑی قسم ہے۔"

(الواقعہ 75-76)

اس سے سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا سمجھیں؟ ابھی تو دنیا نے اس قدر ترقی نہیں کی کہ تاروں کے مواقع کی عظمت و اہمیت سے ہم آگاہی حاصل کر سکیں۔ ایسا وقت آئے گا کہ جب سائنس ترقی کی اس معراج کو چھو لے گی جب ہم اس آیت کے معانی کو سمجھنے کے قابل ہو سکیں گے۔

at.com

قرآنِ مجید سے بے اعتنائی کا انجام

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ۝ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ۝ لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ۝ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ ۝

''یہ ایک بلند پایہ قرآن ہے جو ایک محفوظ کتاب میں ثبت ہے جسے پاک لوگوں کے سوا کوئی چھو نہیں سکتا۔ یہ ربُّ العالمین کا نازل کردہ ہے، پھر کیا اس کلام کے ساتھ تم بے اعتنائی برتتے ہو؟''

(الواقعہ:77-81)

قرآنِ مجید سے بے اعتنائی برتنے سے اللہ تعالیٰ نے بار بار روکا اور آئندہ آیات میں اس غفلت ولاپروائی کے انجام کا بھی ذکر فرمایا کہ ایسے غافل لوگ موت اور آخرت کو مذاق سمجھتے ہیں جبکہ یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے اور ان کی آخرت میں ضیافت کی یہ صورت ہوگی:

فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ ۝ وَّتَصْلِيَةُ جَحِيْمٍ ۝

''پس ان کی ضیافت ہوگی کھولتے پانی سے اور ان کے جہنّم میں داخل کیے جانے سے'' (الواقعہ:92-93)

اس لئے اس عبرت ناک انجام سے بچنے کے لئے اللہ کا ذکر اور اس کے نام کی تسبیح کرنے کا حکم ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ۝

''تم اپنے برتر و بزرگ رب کے نام کی تسبیح کرتے رہو۔'' (الواقعہ:96)

com

سورہ الحدید (۵۷)

نام

اس سورت میں "لوہے" کی طاقت کا ذکر ہے۔ اس مناسبت سے نام "الحدید" قرار دیا گیا ہے۔

زمانۂ نزول

یہ سورت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی۔ اس سورۃ کا نزول فتحِ مکہ سے قبل ہوا۔

مضامین

اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس اور صفات سے اس سورۃ کا آغاز ہوا ہے تاکہ اس کے مخاطب لوگ اپنے خالق کی طاقت و عظمت اور اس کی رحمت و قدرت کے یقین کے ساتھ اس کے کلام کو سنیں اور عمل کے لئے کمربستہ ہو جائیں۔ اس سورت میں خاص طور پر اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے فضائل اور اس کی ضرورت پر زور دیا گیا ہے۔ یہ سورۃ جس دور میں نازل ہوئی' یہ وہ دور تھا جب مسلمان قوم کے لئے بے شمار خطرات تھے' کفر کی طاقت اپنے آخری حربوں کے ساتھ مسلمانوں کو زیر کرنے بلکہ مٹانے کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہی تھی۔ جنگ بدر اور اس کے بعد کی جنگوں نے کافروں کو یہ باور کرا دیا تھا کہ اب مسلمانوں کا مقابلہ بھرپور اور یکبارگی کرنا ہوگا۔ ورنہ مسلمان [illegible] ہی چلے جائیں گے۔

ظاہر ہے کہ ایسے حالات میں مسلمانوں کو بھی اپنی ساری توانائیاں مجتمع کر کے پورے زور کے ساتھ مقابلہ کرنا تھا اور اس مقصد کے لئے مالی و جانی اور ہر طرح کی قربانیاں ضروری تھیں مگر کوئی بھی قربانی موقع کی نزاکت کے اعتبار سے کسی بھی وقت زیادہ اہم ہو جاتی تھی۔ اس لئے واضح کیا گیا کہ فتح و کامرانی کے بعد کے دور کی قربانی اور ضعف کمزوری کے دور کی قربانی میں بڑا فرق ہے۔ جو لوگ اس مشکلات کے دور میں قربانیاں دیں گے' ان کا اجر و ثواب کہیں زیادہ ہوگا اور بعد کے دور میں قربانیاں دینے والے کبھی ان کے درجات تک نہیں پہنچ سکیں گے۔

مزید فرمایا کہ مال و دولت دراصل اللہ ہی کا ہے۔ انسان کو دورِ نیابت میں صرف تصرف کا اختیار دیا گیا ہے۔ انسان کے لئے وہ مال ہی سودمند ہوگا جو اپنے دورِ نیابت میں اللہ کی راہ میں خرچ کرے گا۔ کیونکہ پھر یہ مال دوسرے لوگوں کے تصرف میں چلا جائے گا۔

اجر و ثواب کے ذیل میں فرمایا کہ جو مال اللہ کی راہ میں خرچ کیا جائے گا' وہ اللہ کے ذمہ قرض ہے اور روزِ حشر اس کا پورا بلکہ کئی گنا زیادہ اجر اور بدلہ اس بندے کو ملے گا۔ ایسے لوگوں کو آخرت میں ایک امتیازی نشان دیا جائے

Marfat

گا جو کہ ایک مخصوص قسم کا نور ہو گا جس سے کافر محروم ہوں گے۔ نیز جن لوگوں نے اس دنیا میں نفاق کی زندگی گزاری' وہ بھی اس نور سے محروم ہوں گے اور ان کا حشر بھی کُفّار ہی کے ساتھ ہو گا۔

مومنوں کو خبردار کیا گیا ہے کہ تم اہلِ کتاب کے اس طبقے کی مانند نہ ہو جاؤ جن کی ساری عمر دنیا کے حصول اور اس کی پرستش میں گزر گئی اور وہ کبھی اللہ کے آگے نہ جھک سکے کیونکہ یہ دنیا چند روز کے لئے نفع اٹھانے کی چیز ہے۔ یہاں کا مال و دولت اور دلچسپیاں موت کے ساتھ ہی منقطع ہو جائیں گی۔

یہ بھی کہا گیا کہ شہید و صدیق وہ لوگ ہیں جو صداقت اور اخلاص کے ساتھ اللہ کی راہ میں سب کچھ لُٹا دیتے ہیں کیونکہ ان کا عقیدہ تو یہ ہے کہ راحت و مصیبت اللہ ہی کی جانب سے ہے۔ مومن نعمت ملنے پر اتراتا نہیں بلکہ شکر ادا کرتا ہے جبکہ کافر و منافق نعمت ملنے پر پھول جاتا ہے اور اس نعمت کو اپنا حق سمجھتا ہے۔ اسی لئے جب مصیبت آتی ہے تو دل گرفتہ ہو جاتا ہے۔

مخلوق کی ہدایت و راہنمائی کے لئے کتابیں اور میزان اُتاری گئی ہیں تاکہ اس کائنات میں عدل قائم رکھا جائے اور اگر کوئی طبقہ بغاوت و سرکشی پر اتر آئے تو اس کا سر نیچا کرنے اور باطل کو مٹانے کے لئے لوہا بنایا گیا۔ اب اہلِ ایمان کا فرض ہے کہ قیامِ عدل کی خاطر بغاوت کو کچلنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کی تائید و نصرت فرمائیں گے اور اگر آج اہلِ ایمان میدانِ عمل میں نہ اترے تو اللہ تعالیٰ کوئی اور مخلوق اپنے دین کے قیام کے لئے بھیج دیں گے۔

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی طرف دعوت دینے کے لئے انبیاء و رسل کی بعثت ہوئی اور ہر نبی نے یہی کام کیا۔ عیسیٰ علیہ السلام یا کسی اور نبی نے ترکِ دنیا (رہبانیت) کی تعلیم نہیں دی۔ رہبانیت کا سبق ان لوگوں کا خود ساختہ ہے تاکہ سادہ لوح لوگوں کے سامنے اپنے آپ کو دین کا علمبردار بلکہ ٹھیکے دار ثابت کر سکیں۔ حالانکہ دین اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور اس فضل سے اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے' نواز دیتا ہے۔

تفسیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کی تسبیح

سورۃ الواقعہ کا اختتام اس حکم پر تھا کہ اپنے رب کی تسبیح کرو اور اس سورۃ کا آغاز بھی اس تسبیح کے ساتھ ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○

"جو بھی مخلوق آسمان و زمین میں ہے اللہ کی تسبیح کرتی ہے۔ وہ غالب حکمت والا ہے" (الحدید: ۱)

اس کے بعد اللہ تعالی کی قدرت کا ذکر ہے زمین و آسمان، موت و حیات کا وہ مالک ہے اس کائنات کی ابتداء و انتہا اور ظاہر و باطن اسی کے اختیار میں ہے، جس نے رات دن پیدا کئے۔ رات دن کا ایک دوسرے کے پیچھے آنا، آسمان سے بارش کا اترنا اور اعمالِ صالح کا آسمانوں کی طرف جانا یہ سب اسی کے حکم سے ہے۔

حاضر و ناظر صرف اللہ ہے

اور اس کی قدرت و عظمت کا عالم یہ ہے کہ

وَ هُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ؕ

"تم جہاں کہیں ہو، وہ تمہارے ساتھ ہے" (الحدید: ۴)

اور یہ اسی کی شان ہے۔ اللہ کے علاوہ کسی اور ذات کا ہر وقت اور ہر جگہ موجود ہونا ممکن نہیں کو دور حاضر کے بعض غالی لوگوں نے ایسے عقائد گھڑنے کی کوشش شروع کر رکھی ہے تاکہ امت مسلمہ کو اس قسم کے متعدد نظریات کے ساتھ بہکا سکیں۔

چند احکام

ان حقائق کے ذکر کے بعد ایک اور بہت بڑی حقیقت کا ذکر فرمانے سے قبل اہل ایمان کو چند حکم دیے گئے ہیں۔

1- اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔

2- اللہ کی دی ہوئی نعمتوں (مال و صلاحیت) کو اس کی راہ میں خرچ کرو۔

کیونکہ درحقیقت دنیا کا سارا مال اسی کی ملکیت ہے اور تم چند روز کیلئے اس کے امین ہو۔

جاں نثارانِ رسول کی عظمت

ارشادِ باری ہے:

وَمَا لَكُمْ أَلَّا تُنفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ لَا يَسْتَوِي مِنكُم مَّنْ أَنفَقَ مِن قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ ۚ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنفَقُوا مِن بَعْدُ وَقَاتَلُوا ۚ وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ ۚ

"اور تم کو کیا ہوا ہے کہ تم اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے حالانکہ آسمان و زمین کی وراثت اللہ ہی کی ہے۔ جس شخص نے تم میں سے فتح (مکہ) سے قبل خرچ کیا اور لڑائی کی وہ اور جس نے یہ کام (فتح مکہ کے) بعد میں کئے، برابر نہیں۔ ان لوگوں کا درجہ ان لوگوں سے کہیں بڑھ کر ہے جنہوں نے بعد میں خرچ کیا اور کفار سے جہاد و قتال کیا اور اللہ نے سب کے ساتھ نیکی کا وعدہ کر رکھا ہے" (الحدید:10)

اس آیتِ کریمہ میں ایک نئے مضمون کا بھی ذکر کیا جس میں نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثاروں اور ساتھیوں کی عظمت کا ذکر ہے آپس میں ان کے درجات اس اعتبار سے ہیں کہ جو لوگ فتحِ مکہ سے قبل ایمان لا کر اللہ کی راہ میں مال خرچ کرتے رہے، کفار سے لڑے ان کا درجہ اللہ کے ہاں بہت بلند ہے۔ بہ نسبت ان لوگوں کے کہ جنہوں نے فتح مکہ کے بعد ان کارہائے خیر کو اپنایا مگر ایک بات ان سب میں قدر مشترک ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سب کے ساتھ "الحسنیٰ" یعنی بھلائی کا وعدہ کر رکھا ہے۔

مذکورہ آیت کی روشنی میں علماء نے کتبِ اصولِ حدیث میں یہ صراحت کی ہے کہ: **"الصَّحَابَةُ كُلُّهُمْ عُدُوْلٌ"** "سارے صحابہ عادل ہیں"

انفاق کی ترغیب

انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب دلاتے ہوئے فرمایا کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنا گویا اللہ کو قرض دینا ہے جس کی واپسی قیامت کے روز ہو گی جس روز اس کی رحمت کے علاوہ کوئی چیز کارگر نہ ہو سکے گی۔ جو لوگ اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے اُن کے لئے سخت وعید ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنكُمْ فِدْيَةٌ وَلَا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ مَأْوَاكُمُ النَّارُ ۖ هِيَ مَوْلَاكُمْ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ○

"آج تم سے کوئی معاوضہ نہیں لیا جائے گا اور نہ وہ کافروں سے قبول کیا جائے گا تم سب کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہی تمہارے لائق بھی ہے اور بد ترین جگہ ہے" (الحدید:15)

قیامت کا منظر

قیامت کے دن کے ایک المناک منظر کا یوں ذکر فرمایا ہے۔

يَوْمَ يَقُولُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ۗ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ۗ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ۝ يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۗ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝

"اس دن منافق مرد اور عورتیں مومنوں سے کہیں گے کہ ہماری طرف نظرِ شفقت کیجئے کہ ہم تمہارے نور سے روشنی حاصل کریں تو ان سے کہا جائے گا کہ پیچھے کو لوٹ جاؤ اور وہاں نور تلاش کرو۔ پھر ان کے درمیان ایک دیوار حائل کر دی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا جو اس کی اندرونی جانب ہے۔ اس میں رحمت اور بیرونی جانب عذاب ہے۔ منافق لوگ مومنوں سے کہیں گے کہ کیا ہم دنیا میں تمہارے ساتھ نہ تھے۔ وہ کہیں گے: کیوں نہیں؟ لیکن تم نے خود اپنے آپ کو مصیبت میں ڈالا اور ہمارے حق میں حوادث کے منتظر رہے اور شک کیا۔ کیونکہ لمبی آرزوؤں نے تم کو دھوکا دیا تھا۔ یہاں تک کہ اللہ کا حکم آپہنچا اور اللہ کے بارے میں تم کو شیطان دھوکا دیتا رہا۔" (الحدید:13-14)

نورِ ایمانی

ان منافقوں کو وہاں ذلّت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا کیونکہ انہوں نے خود اس نور کو نظر انداز کر دیا تھا۔ یہ وہی نور ہے جس کی تعریف اللہ ربّ العزت نے کی ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖۤ اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۗ

"وہی ہے ذاتِ گرامی جو اپنے بندوں کی طرف کھلی کھلی نشانیاں بھیجتا ہے، اپنے رسولوں کے ذریعے تاکہ

Marfat

تمہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لے آئے" (الحدید:9)

یہاں سے معلوم ہوا کہ جو لوگ اس قرآن کو نہیں سمجھ رہے ہیں' وہ اندھیرے میں ہیں اور اندھیرے سے روشنی میں اسی کتاب کے مطالب و مفاہیم لے کر آئیں گے۔ جب تک یہ کتاب ہماری زندگی' ہماری جان و دل اور ہماری رگ و پے کا حصہ نہیں بنے گی' ہم لوگ روشنی میں نہیں پائیں گے۔

دعوتِ ایمان

اللہ ربُّ العزت کو اپنے بندوں سے انتہائی محبت ہے۔ وہ کمالِ محبت سے اپنے بندوں کو دعوت ایمان دیتے ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ○
اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ○

"کیا ایمان لانے والوں کے لئے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر سے پگھلیں اور اس کے نازل کردہ حق کے آگے جھکیں اور وہ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جنہیں پہلے کتاب دی گئی تھی۔ پھر ایک لمبی مدت ان پر گزر گئی تو ان کے دل سخت ہو گئے اور آج ان میں اکثر فاسق بنے ہوئے ہیں۔ خوب جان لو کہ اللہ زمین کو اس کی موت کے بعد زندگی بخشتا ہے۔ ہم نے تمہیں صاف صاف نشانیاں دکھا دی ہیں' شاید کہ تم عقل سے کام لو۔" (الحدید:16-17)

قرآنِ مجید ہماری زندگی کے لئے رحمت کی بارش ہے' ہمارے دل کی زمین اس وقت تک مردہ رہے گی جب تک کہ قرآن کی رحمت کی بارش اس پر نہیں ہو گی۔ جبکہ ہماری حالت یہ ہے کہ ہم اس نعمتِ عظمیٰ کو چھوڑ کر دنیا کی جانب لپک رہے ہیں۔

دنیا کی حقیقت

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ

وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ؕ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا ؕ

"جان لو دنیا کی زندگی محض کھیل، تماشا اور زینت ہے اور آپس میں تمہارے فخر اور مال و اولاد کی ایک دوسرے سے طلب ہے۔ (اس کی مثال ایسی ہے کہ) جیسے بارش (کہ اس سے کھیتی اُگتی ہے) کسان کو بھلی لگتی ہے اور پھر وہ (کھیتی) خوب زور آور ہوتی ہے اور پھر تو اس کو دیکھتا ہے کہ زرد ہو گئی ہے اور پھر وہ چورا چور ہو جاتی ہے" (الحدید: 20)

عقل کا تقاضا

اس لئے عقلمند آدمی اس کھیل تماشے سے نکل کر اس حکم قرآنی کی طرف پلٹتا ہے:

سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ

"اپنے رب کی بخشش اور جنت کی طرف سبقت کرو جس کا عرض آسمان و زمین کی چوڑائی جتنا ہے اور جو ان لوگوں کے لئے تیار کی گئی ہے جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے۔ یہ اللہ کا فضل ہے، وہ جسے چاہے عطا کرتا ہے" (الحدید: 21)

بُخل کرنے والا اللہ کو ناپسند ہے

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِ ۟ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ؕ

"بے شک اللہ تعالیٰ اِترانے اور شیخی کرنے والے کو دوست نہیں رکھتا جو خود بھی بخل کریں اور لوگوں کو بھی بخل سکھائیں" (الحدید: 23-24)

بنی نوع انسان کی ضرورت

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ

Marfat

"ہم نے اسی اصلاحِ آخرت کے لیے اپنے پیغمبروں کو کھلے کھلے احکام دے کر بھیجا اور ہم نے ان کے ساتھ کتاب کو اور انصاف کرنے (کے حکم) کو نازل کیا تاکہ لوگ (حقوق اللہ اور حقوق العباد میں) اعتدال پر قائم رہیں۔" (الحدید:25)

مذکورہ آیت ہمارے پورے کائناتی نظام پر محیط ہے۔ اس آیتِ مبارکہ پر اگر غور و فکر کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ رسولوں اور انبیاء کو جب بھی مبعوث کیا' انہیں کُھلی نشانیاں دلائل اور معجزات دے کر بھیجا اور ان کے ساتھ کتب و صحائف بھی بھیجے کیونکہ رسول کی تعلیمات کتاب کے بغیر نامکمل ہوتی ہیں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ انسان کی سب سے بڑی ضرورت رسول اور کتاب ہے۔ اس کے بعد ایک تیسری چیز بھی اللہ تعالیٰ نے اتاری۔ وہ میزان ہے تاکہ اس کتاب کے سہارے عدل کے مطابق فیصلہ ہو سکے اور لوگ انصاف کے سہارے زندگی گزار سکیں۔

نفاذِ شریعت کی راہ میں رکاوٹ کا علاج

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ فِیْهِ بَاْسٌ شَدِیْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ

"ہم نے لوہا اُتارا جس میں سخت قسم کا دبدبہ ہے اور لوگوں کے لئے منافع بھی" (الحدید:25)

رسول' کتاب' میزان اور لوہا بھیج دیا۔ یعنی کتاب و سُنّت کے مطابق فیصلہ کرو اور اگر مشکل پاؤ تو پھر لوہے کے ساتھ اس کو نافذ کرو۔ مگر ان تعلیمات کے نافذ کرنے میں پہلے محبّت و شفقت کا بھی ایک پہلو مدِ نظر رہے۔

ترکِ دُنیا اسلام نہیں

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَقَفَّیْنَا بِعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ وَاٰتَیْنٰهُ الْاِنْجِیْلَ ۙ وَجَعَلْنَا فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّرَحْمَةً ؕ وَرَهْبَانِیَّةَ ۨ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَیْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَایَتِهَا ۚ

"اور ان کے پیچھے مریم کے بیٹے عیسیٰ کو بھیجا اور ان کو انجیل عطا کی اور جن لوگوں نے ان کی پیروی کی' ان کے دلوں میں شفقت و مہربانی ڈال دی اور لذّات سے کنارہ کشی (رہبانیت) کی تو انہوں نے خود ایک نئی راہ نکالی جس کا ہم نے ان کو حکم نہ دیا تھا مگر انہوں نے اپنے خیال سے اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے (خود ہی ایسا کرلیا) پھر جیسے اس کو نباہنا چاہئے تھا' نباہ نہ کر سکے۔" (الحدید:27)

گویا اللہ تعالیٰ نے اپنی خوشنودی کی راہ بندوں کو خود بتا دی مگر یہ لوگ اپنی طرف سے اختراع کر کے رہبانیت ایسے راستے پر چل نکلے جس میں اللہ کی رضا شامل نہ تھی۔ اس آیت نے واضح کر دیا کہ بعض لوگ جو دین میں ازخود

اضافہ کر لیتے ہیں، اللہ کو وہ پسندیدہ نہیں۔ اس کی وضاحت خود احادیثِ مبارکہ میں متعدد مقامات پر خود نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمادی۔

اس کے بعد دین کی اصل راہ بتائی کہ اللہ پر ایمان، تقویٰ کی راہ اور نبی کی اطاعت اصل ایمان ہیں اور یہ اللہ کے فضل کے بغیر ممکن نہیں۔ اس لئے ہر وقت اس کے فضل کی دُعا مانگنا چاہیے۔

at.com

سورہ المجادلہ (۵۸)

نام

پہلی آیت کے لفظ "تُجَادِلُکَ" سے یہ نام اخذ کیا گیا ہے "مُجَادِلَہ" کا معنی ہے "بحث کرنا۔"

زمانۂ نزول

اس سورۃ میں ظِہار' کے قانون کا ذکر کیا گیا ہے، جو 5 ہجری میں نازل ہوا۔

مضامین

اس سورۃ میں متفرق مسائل بیان کئے گئے ہیں اور اس بات کی تاکید کی گئی ہے کہ مسائلِ شرعیہ میں اپنی دانست اور سوچ کے مطابق کچھ گھڑلینا اور اپنی مرضی سے قواعد مقرر کرلینا حدود شریعہ سے تجاوز ہے۔ جس کا انجام دنیا و آخرت میں ذِلت و رسوائی کے علاوہ اور کچھ نہیں۔

اوائلِ سورۃ میں ظہار کا قانون مذکور ہے۔ اس کے بعد ان منافقین کو سرزنش کی گئی ہے جو مسلمانوں کے خلاف سرگوشیاں کرتے اور منصوبے بناتے رہتے تھے اور اس کے پہلو بہ پہلو مسلمانوں کو تسلّی دی کہ ان کی منصوبہ بندیاں، سازشیں اور بددُعا میں تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکیں گی۔ نیز مسلمانوں کو تلقین کی گئی کہ جب باہم مل کر بیٹھیں تو نیکی و تقویٰ اور اس کی اشاعت کی بابت گفتگو ہونی چاہئے۔ آدابِ مجلس کے ضمن میں بتایا گیا کہ اگر مجلس میں کوئی نووارد آجائے تو اس کو جہاں جگہ ملے، وہیں بیٹھ جائے البتہ جو لوگ مجلس میں پہلے سے موجود ہوں، ان کو ہدایت کی گئی کہ نئے آنے والوں کے لئے جگہ بنانا چاہئے اور مجالس میں کُھلے دل اور عالی ظرفی کا مظاہرہ ضروری ہے۔

آدابِ ملاقات کے ضمن میں بتایا کہ بعض لوگ اہلِ علم کے پاس جا کر بیٹھتے ہیں تو وہاں سے ہلنے کا نام نہیں لیتے۔ ان کو ہدایت کی گئی کہ دوسرے لوگوں اور اہلِ خانہ کے آرام و راحت کا خیال کرنا لازم ہے کیونکہ بعض لوگ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حصولِ برکت کے لئے حاضر ہوتے اور کئی پہروں تک بیٹھے رہتے جس کے سبب سے کئی اہم معاملات التواء کا شکار ہو جاتے نیز یہ کہ جب مجلس برخاست کرنے کو کہا جائے تو بُرا نہ ماننا چاہئے۔

مخلص اور منافق کی علامات کے ذیل میں بیان ہوا کہ جو لوگ ذاتی اغراض و مفادات کے لئے اہلِ ایمان کے ساتھ تعلق رکھیں، موقع ملنے پر کُفّار سے گٹھ جوڑ کریں، ان کی سازشوں میں شریک ہوں اور ایمان کو ڈھال کے طور پر استعمال کریں تو وہ شیطانی گروہ کے افراد ہیں اور منافق ہیں۔ اس کے مقابل جو لوگ اپنے معاملات و تعلیمات پر عمل کے سلسلے میں والدین، اولاد، اعزّہ و اقارب اور دوستی کا لحاظ نہ کریں بلکہ تقاضائے دین پر عمل پیرا ہوں تو وہ رحمانی گروہ کے افراد ہیں اور یہی طبقہ فلاح پانے والا ہے۔ اسی لئے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا باہتمام ذکر ہوا اور فرمایا کہ یہی دین کا مقصود ہے۔

تفسیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قانونِ ظہار

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ۭ

("اے نبیؐ!) جو عورت آپؐ سے اپنے خاوند کے بارے میں بحث مباحثہ کرتی اور اللہ سے شکایت کرتی تھی، اللہ نے اس کی التجا سُن لی اور اللہ تم دونوں کی گفتگو سُن رہا تھا۔" (المجادلہ: ۱)

اسلام سے پہلے یہ قانون تھا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے کہ دیتا کہ تو میری ماں ہے تو وہ عورت ساری عمر اس پر حرام رہتی۔ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ایسا ہی ایک مقدمہ آپ کے سامنے آیا۔ اس عورت نے بہت فریاد کی کہ اب اس طرح گھر اُجڑ جائے گا اور اولاد پریشان ہو گی۔

اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد یہ قانون اُتارا کہ ماں تو وہی ہے جو جنم دیتی ہے۔ دوسری عورت ماں نہیں ہو سکتی البتہ ان لغو اور غلط کلمات کا کفارہ ضرور ادا کرنا ہو گا اور پھر اس کفارے کے احکام کی تفصیل ہے اور ان [illegible] فرمایا کہ یہ کفارہ اس لئے ہے تاکہ تم کو اپنی گفتگو پر قابو رہے۔

حدوداللہ کا انکار کرنے والے کافر ہیں!

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۭ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○

"ہم نے یہ سب باتیں بیان کر دی ہیں تاکہ تم ایمان لاؤ، اللہ اور اس کے رسول پر اور یہ اللہ کی مقرر کی ہوئی حدود ہیں اور (ان حدود کا انکار کرنے والے) کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔" (المجادلہ: ۴)

اس آیت کے الفاظ سے پتہ چلا کہ کفار سے مراد صرف وہ لوگ نہیں جو اللہ تعالیٰ کو نہیں مانتے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو نہیں مانتے بلکہ وہ لوگ بھی شامل ہیں جو اللہ تعالیٰ کی حدود کا انکار کرتے ہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے کافروں کے انجام کا ذکر کیا ہے۔

at.com

کفار کا انجام

اللہ تعالیٰ کو اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرنے والوں کے لئے سخت وعید ہے کہ ان کے لئے ذلت آمیز عذاب ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ كُبِتُوا كَمَا كُبِتَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ
وَقَدْ أَنزَلْنَا آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ ۚ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ مُّهِينٌ ۝

"جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں، وہ ذلیل کئے جائیں گے جس طرح ان سے پہلے لوگ ذلیل کئے گئے اور ہم نے واضح احکام اتار دیئے ہیں اور جو نہیں مانتے، ان کے لئے ذلت کا عذاب ہو گا۔" (المجادلہ:5)

منافقین کے لئے تنبیہہ

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے ہر جگہ اور ہر وقت موجود ہونے کی تفصیل ہے اور منافقوں کی بد فطرتی پر ان کو تنبیہہ کی گئی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ نُهُوا عَنِ النَّجْوَىٰ ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا نُهُوا عَنْهُ
وَيَتَنَاجَوْنَ بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُولِ وَإِذَا جَاءُوكَ
حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللَّهُ وَيَقُولُونَ فِي أَنفُسِهِمْ لَوْلَا
يُعَذِّبُنَا اللَّهُ بِمَا نَقُولُ ۚ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ يَصْلَوْنَهَا ۖ

"کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو سرگوشی سے منع کیا گیا؟ پھر جس کام سے منع کیا گیا تھا، وہی کام کرنے لگے۔ اور یہ تو گناہ، ظلم اور اللہ کے رسول کی نافرمانی کی سرگوشیاں کرتے ہیں اور جب تمہارے پاس آتے ہیں تو جن کلمات سے اللہ نے تمہیں دعا دی، اس سے دعا دیتے ہیں اور اپنے دل میں کہتے ہیں کہ جو ہم کہتے ہیں اللہ ہم کو اس کی سزا کیوں نہیں دیتا؟ (اے نبیؐ!) ان کے لئے دوزخ ہی کافی ہے اور یہ اس میں داخل ہوں گے۔" (المجادلہ:8)

اہلِ ایمان کو اس معصیت سے بچنے اور باہم تقویٰ و نیکی کی سرگوشیوں اور گفتگو کا حکم دیا گیا ہے۔

اسی طرح آدابِ مجلس بھی اسی سورۃ کا خصوصی مضمون ہے اور نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خصوصی گفتگو اور سرگوشی کا ادب مذکور ہے۔

منافقین کے لئے عذاب کی وعید

سورۃ کے اختتام سے قبل منافقین پر غضبِ الٰہی کے نزول کی وعید ہے:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ ۙ وَيَحْلِفُوْنَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ○

اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○

اِتَّخَذُوْۤا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ○

لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○

يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ كَمَا يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ ؕ اَلَاۤ اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ○

اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ○

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗۤ اُولٰٓئِكَ فِى الْاَذَلِّيْنَ ○

"کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو ایسے لوگوں سے دوستی کرتے ہیں جن پر اللہ کا غضب ہوا، وہ نہ تم میں سے ہیں اور نہ ان میں سے اور وہ جان بوجھ کر جھوٹی باتوں پر قسمیں کھاتے ہیں۔ اللہ نے ان کے لئے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے اور یہ جو کچھ کرتے ہیں' یقیناً برا ہے۔ انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا لیا ہے اور لوگوں کو اللہ کے راستے سے روک دیا ہے۔ سو ان کے لئے ذلّت کا عذاب ہے۔ اللہ کے عذاب کے سامنے نہ تو ان کا مال ہی کچھ کام آئے گا اور نہ ان کی اولاد۔ یہ لوگ دوزخی ہیں۔ اس میں ہمیشہ جلتے رہیں گے۔ جس دن اللہ ان سب کو زندہ کرے گا تو جس طرح تمہارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں اللہ کے سامنے اسی طرح قسمیں کھائیں گے اور خیال کریں گے کہ ایسا کرنے سے کام لے لیں گے۔ یہ جھوٹے ہیں۔ شیطان نے ان کو قابو کر لیا ہے اور اللہ کی یاد ان کو بھلا دی ہے۔ یہ شیطان کا لشکر ہے اور یاد رکھو کہ شیطان کا لشکر نقصان اٹھانے والا ہے۔ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں' وہ نہایت ہی ذلیل ہوں گے۔" (المجادلہ: 14-20)

Marfat

اہلِ ایمان کے لئے بشارت

منافقوں کی ذِلّت و رسوائی اور اس کے اسباب کے ذکر کے بعد مسلمانوں کے لئے ایک بشارت ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ ؕ

"اللہ کا حکم ثابت ہے کہ میں اور میرے انبیاء ہی غالب رہیں گے" (المجادلہ: 21)

اور سورۃ کا اختتام اہلِ ایمان کی صفات پر ہے جن کا خلاصہ یہ ہے کہ اہلِ ایمان اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں کے ساتھ دوستی نہیں رکھتے اگرچہ اللہ کے دشمن ان مومنوں کے قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔ کیونکہ ان کی شان یہ ہے:

اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○

"یہی اللہ کی جماعت ہے اور آگاہ رہو کہ اللہ کی جماعت ہی کامیاب ہوگی" (المجادلہ: 22)

سورہ الحشر (۵۹)

نام

اس سورت میں آخرت کا تذکرہ اور اس میں انسانوں کو جمع کرنے کا ذکر ہے۔ اس حوالے سے اس سورۃ کا نام "الحشر" منتخب کیا گیا۔

زمانہ نزول

محمد بن اسحٰق اور یزید بن رومان کا قول ہے کہ یہ سورۃ غزوۂ بنی نضیر کے بارے میں نازل ہوئی۔ زمانہ نزول کے اعتبار سے یہ سورۃ غزوۂ اُحد کے بعد نازل ہوئی۔

پس منظر

اس سورۃ کے مضامین کے ذکر سے قبل اس دور کے حالات جاننا ضروری ہیں۔

یہود کے قبائل عرب میں آباد تھے۔ ان کی کوئی مستند اور معتبر تاریخ نہیں ملتی۔ آثار و شواہد کی بنا پر بعد میں تاریخ مرتب کی گئی۔ اس ضمن میں یہودیوں کے دعوے متضاد اور مختلف ہیں:

1- موسیٰ علیہ السلام کے آخری دور میں یثرب (مدینہ منورہ) میں ایک طبقہ آکر آباد ہو گیا۔

2- 587 قبل مسیح میں جب بخت نصر نے بیت المقدس کو تباہ کیا تو یہودیوں نے عرب کے مختلف علاقوں میں پناہ لے لی۔

3- 70 عیسوی میں رومیوں نے فلسطین کے علاقے میں یہودیوں کا قتل عام شروع کر دیا اور 132 عیسوی میں باقی ماندہ یہودیوں کو ملک بدر کر دیا۔ اس وقت ان یہودیوں نے وہاں سے بھاگ کر حجاز کے مختلف علاقوں میں پناہ لے لی۔ یثرب اور قرب و جوار میں جہاں سبزہ اور نخلستان دیکھے' اس علاقے پر یہود نے قبضہ کر لیا۔ یہ لوگ سود خور اور سازشی ذہن کے مالک تھے۔ اس لئے آہستہ آہستہ علاقے میں ان کا طوطی بولنے لگا۔ اسی سازشی ذہن نے آئندہ چل کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور پھر خلافت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں ایسے ایسے فتنے پیدا کئے کہ کوئی قوم ان کی اس عیاری اور مکاری کا مقابل پیش نہ کر سکی۔ نیز یہ کہ مسلمانوں کے دور اول میں ان یہود نے مسلمانوں میں انتشار و تفریق کا بیج بونے اور تعلیماتِ اسلامی کو مسخ کرنے کا جو سلسلہ شروع کیا' اس سے مسلمانوں کو شدید نقصان پہنچا کیونکہ یہ منافق تھے اور آستین کے سانپ بن کر مسلمانوں کے خلاف برسرپیکار رہے۔

ان تمام یہودی قبائل میں علمی و نسبی اعتبار سے بنی نضیر اور بنی قریظہ کو ممتاز مقام حاصل تھا۔ 450 عیسوی

at.com

میں ایک شدید سیلاب کے باعث یمن کے لوگ بھی نقلِ مکانی کر کے جدہ و مکہ کے درمیان آبسے۔ اس دوران میں اوس و خزرج نے یثرب کے قریب علاقوں میں پناہ لی۔ مختصراً یہ کہ یہودی وقتاً فوقتاً نقلِ مکانی کر کے یثرب اور قرب و جوار کے علاقوں پر قابض ہو گئے۔ علاقائی تمدن زبان اور تہذیب و ثقافت نے ان پر ایسا غلبہ کیا کہ وہ عرب ہی نظر آنے لگے۔

اسی دور میں جب اسلام کا ظہور ہوا اور نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اہلِ مدینہ کے اصرار پر مدینہ منورہ تشریف لائے تو حالات کی نزاکت کے پیشِ نظر مقامی آبادی کے ساتھ تعلقات بہتر بنانا اشد ضروری تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نزاکت کے پیشِ نظر مدینہ پہنچتے ہی ایک معاہدہ کیا جس کی رو سے فوری طور پر دونوں طبقوں (مسلم و یہود) کے درمیان ایک دوسرے کی حمایت لازم ہو گئی۔ میثاقِ مدینہ کو مختصراً یوں شق وار بیان کیا جاسکتا ہے:

الف۔ بیرونی حملے کی صورت میں دفاع میں دونوں شریک ہوں گے اور مصارفِ جنگ میں بھی حصہ دار۔

ب۔ دونوں کے درمیان نیکی و معاونت اور خیر خواہی کا تعلق ہو گا۔ شرکائے میثاق مدینے میں فتنہ و فساد نہیں کریں گے۔

ج۔ مظلوموں کی حمایت کی جائے گی اور حلیفوں کے ساتھ زیادتی نہیں کی جائے گی۔

د۔ اگر کسی معاملے میں باہمی تنازعہ پیدا ہوا تو فیصلہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کریں گے۔

ہ۔ قریش اور ان کے حامیوں کو پناہ نہ دی جائے گی۔

یہ معاہدہ فوری طور پر تو طے پا گیا مگر یہود زیادہ عرصہ تک اس پر قائم نہ رہ سکے۔ اس کی چند وجوہات تھیں:

1- نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوتِ دین رفتہ رفتہ پھیل رہی تھی حتیٰ کہ خود یہود کے بے شمار لوگ اس دعوت کو قبول کر چکے تھے۔

2- جن لوگوں کو باہم لڑائے رکھنے میں یہود کا مفاد تھا' اب وہ لوگ متحد ہو رہے تھے اور یہ بات یہود کے لئے بجائے خود ایک خطرہ تھا۔

3- یہود کا سودی کاروبار ٹھپ ہو کر رہ گیا تھا۔

ان وجوہات کی بنا پر یہودیوں نے مسلمانوں کے خلاف سازشیں شروع کر دیں اور معاہدے کی کھلم کھلا خلاف ورزی کا آغاز کر دیا۔ جنگِ بدر' جنگِ اُحد اور بعد کی جنگوں میں یہود کا کردار انتہائی گھناؤنا اور خطرناک تھا۔ اس پر طرہ یہ کہ بنی قینقاع (جو صنعت کار لوگ تھے) نے بازار میں آنے جانے والے مسلمان مرد و زن کو بھی ستانا شروع کر دیا۔ یہ بد کرداری اس حد تک بڑھی کہ قتل و غارت تک نوبت آپہنچی۔ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے علاقے کا محاصرہ کر لیا۔ پندرہ روز بعد ان لوگوں نے ہتھیار ڈال دیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جلاوطنی کی شرط پر ان کو معافی دے دی۔

Mart

جنگِ اُحد کے بعد ایک موقع پر یہود نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کی بھی کوشش کی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بروقت مطلع فرما دیا اور آپ فوراً وہاں سے ہٹ کر واپس مدینہ آ گئے۔ آپ نے بنو نضیر کو بھی اس موقع پر خبردار کیا مگر وہ راہِ راست پر نہ آئے۔ ۴ ہجری میں آپ نے ان کا محاصرہ کیا۔ چند روز بعد ہی بنو نضیر اس بات پر آمادہ ہو گئے کہ وہ یہ علاقہ چھوڑ جائیں گے اور شرط یہ طے پائی کہ اسلحہ اور سامانِ جنگ کے علاوہ جو چیزیں چاہیں وہ ساتھ لے جا سکتے ہیں۔ ان کے جانے کے بعد سرزمینِ مدینہ یہود کے وجود سے کافی حد تک پاک ہو چکی تھی۔ اسی سلسلے میں اس سورۃ کا نزول ہوا۔

مضامین

پسِ منظر میں مذکورہ تفاصیل کے بعد اس کے مضامین کی ایک جھلک یہ ہے:

1۔ مسلمانوں پر یہ بات واضح کر دی گئی کہ پے در پے فتح حاصل ہونا تمہاری طاقت و قوت کا نتیجہ نہیں بلکہ یہ اللہ کی تائید کی وجہ سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کی سُنّت اور طریقہ یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کے نبیوں کے ساتھ ٹکراتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو ذلیل و رسوا کر دیا کرتے ہیں۔ بنو نضیر جو طاقت و قوت کے اعتبار سے مسلمانوں سے کہیں زیادہ تھے آسمانی تعلیمات سے انحراف و روگردانی اور اللہ کے نبیؐ سے ٹکراؤ کے باعث ذلیل ہو گئے۔ نیز یہ بھی واضح کیا گیا کہ اللہ سے دین کی تبلیغ و اشاعت میں رکاوٹ ڈالنے والوں کا خاتمہ فساد فی الارض نہیں۔

2۔ مفتوحہ علاقے میں جائیداد کا بندوبست کیسے کیا جائے؟ اس کے لئے ہدایات اسی سورت میں بیان کی گئی ہیں اور پھر منافقین کے رویے پر زجر و توبیخ ہے۔

3۔ سورت کے آخر میں ایمان کی روح اور صفاتِ باری تعالیٰ کا تذکرہ ہے۔

آیاتِ مذکورہ میں سے پہلی آیت میں سُنّت کی اہمیت کی جانب بھی واضح حکم ہے کہ نبیؐ کے اقوال و اعمال کو لے لو (اپنا لو) اور جن بری باتوں سے آپؐ روکیں تم رک جایا کرو۔ اسی ذکر میں انصارِ مدینہ کی عظمت و فضیلت بھی بیان فرمائی اور ایثار کی عظمت کا ذکر ہوا اور پھر اہلِ ایمان کے لئے ایک اجتماعی دعا ہے جس میں ماضی و مستقبل کے سبھی مومنوں کی مغفرت مانگی گئی ہے۔

منافقین کی مکاری اور چالبازی سے متنبہ کیا گیا کہ وہ قسمیں کھا کھا کر تم کو اپنی راستی و پاکبازی اور حمایت کا یقین دلاتے ہیں۔ حالانکہ وہ اپنے دعوے میں بالکل جھوٹے ہیں جس طرح شیطان اپنے وعدوں میں جھوٹا ہے۔ اس لئے اہلِ ایمان کو شیطان اور منافقین کی مکاریوں سے ہوشیار رہنا چاہئے۔

at.com

تفسیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اہلِ ایمان پر انعامات کا ذکر

سورۃ کا آغاز کلماتِ تسبیح سے ہے اور اس کے بعد اہلِ ایمان پر کئے گئے انعامات کا ذکر ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

هُوَ الَّذِیٓ اَخۡرَجَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡ اَہۡلِ الۡکِتٰبِ مِنۡ دِیَارِہِمۡ لِاَوَّلِ الۡحَشۡرِ ؕ

"(اللہ) وہی تو ہے جس نے اول حشر ہی میں کُفار اہلِ کتاب کو ان کے گھروں سے نکال دیا" (الحشر:2)

یہود مدینہ پر اپنا استحقاق جتاتے تھے اور مسلمانوں کو یہاں سے نکالنے کے درپے تھے' مگر اللہ تعالیٰ نے انہی کو نکال باہر کیا۔ اللہ ربُّ العزت نے ان کی اس جلاوطنی کی وجہ یوں بیان فرمائی:

ذٰلِکَ بِاَنَّہُمۡ شَآقُّوا اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ ۚ

"یہ اس لئے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی" (الحشر:6)

اموالِ فئے

اس سورۃ کا ایک اہم ترین موضوع اموالِ فئے کی تقسیم کا ہے۔

مسلمانوں کو غیر مسلموں سے دو طریقے سے اموال یا جائیداد ملتی ہیں: ایک تو وہ جو میدانِ جنگ میں دشمن کو شکست دینے کے بعد مالِ غنیمت کے طور پر ہاتھ لگے اور دوسرے وہ جو بغیر جنگ کے مل جائیں۔ یعنی غیر مسلم جائیدادیں چھوڑ کے چلے جائیں جیسا کہ مدینہ منورہ میں یہودی قبیلے بنو نضیر' بنو قینقاع وغیرہ تھے' وہ چلے گئے۔ بعینہٖ ہمارے ہاں ملکِ پاکستان سے ہندو اور سکھ چلے گئے اور اپنی جو جائیدادیں چھوڑ کر چلے گئے' یہ سب کے سب اموالِ فئے کہلاتے ہیں۔ یعنی وہ اموال جو بغیر جنگ کے مسلمان حکومت یا معاشرے کے ہاتھ لگیں' انہیں اموالِ فئے کہا جائے گا۔ ان کے بارے میں قرآنِ مجید یوں کہتا ہے۔

وَ مَاۤ اَفَآءَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوۡلِہٖ مِنۡہُمۡ فَمَاۤ اَوۡجَفۡتُمۡ عَلَیۡہِ مِنۡ خَیۡلٍ وَّ لَا رِکَابٍ وَّ لٰکِنَّ اللّٰہَ یُسَلِّطُ رُسُلَہٗ عَلٰی مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰہُ

com

عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ○

مَآ اَفَآءَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوۡلِہٖ مِنۡ اَہۡلِ الۡقُرٰی فَلِلّٰہِ وَ لِلرَّسُوۡلِ وَ لِذِی الۡقُرۡبٰی وَ الۡیَتٰمٰی وَ الۡمَسٰکِیۡنِ وَ ابۡنِ السَّبِیۡلِ ۙ کَیۡ لَا یَکُوۡنَ دُوۡلَۃًۢ بَیۡنَ الۡاَغۡنِیَآءِ مِنۡکُمۡ ؕ

"اور جو مال اللہ نے ان کے قبضے سے نکال کر اپنے رسول کی طرف پلٹا دیئے' وہ ایسے مال نہیں جن پر تم نے اپنے گھوڑے اور اونٹ دوڑائے ہوں بلکہ اللہ اپنے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے' تسلط عطا فرما دیتا ہے۔ اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ جو کچھ بھی اللہ ان بستیوں کی طرف سے اپنے رسول کی طرف پلٹا دے' (بطور اموالِ فئے کے) وہ اللہ' رسول' رشتہ داروں' (عام مسلمانوں میں سے) یتیموں' مساکین اور مسافروں کے لئے ہے تاکہ وہ تمہارے مالداروں کے درمیان گردش نہ کرتا رہے۔" (الحشر: 5-6)

اس سے معلوم ہوا کہ اموالِ فئے اللہ' اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم' ان کے رشتہ داروں اور مسلمانوں میں یتیموں اور مساکین کی ملکیت ہیں۔ اس کے بارے میں بعض لوگوں کو یہ غلط فہمی ہوئی کہ یہ جائیدادیں اور املاک جو اقلیت کے لوگ چھوڑ گئے' شاید یہ اقلیت ہی کا حق ہیں۔ یہ بات ہرگز درست نہیں۔ قرآن پاک میں اس معاملے میں بالکل واضح حکم ہے۔

اموالِ فئے کے حقدار

وَ مَآ اٰتٰىکُمُ الرَّسُوۡلُ فَخُذُوۡہُ ٭ وَ مَا نَہٰىکُمۡ عَنۡہُ فَانۡتَہُوۡا ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ شَدِیۡدُ الۡعِقَابِ ○ لِلۡفُقَرَآءِ الۡمُہٰجِرِیۡنَ الَّذِیۡنَ اُخۡرِجُوۡا مِنۡ دِیَارِہِمۡ وَ اَمۡوَالِہِمۡ یَبۡتَغُوۡنَ فَضۡلًا مِّنَ اللّٰہِ وَ رِضۡوَانًا وَّ یَنۡصُرُوۡنَ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ ؕ

"اور جو کچھ رسول تمہیں دے دے' وہ لے لو اور جس چیز سے تمہیں روک دے' اس سے رک جاؤ۔ اللہ سے ڈرو' اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔ نیز یہ اموالِ فئے ان غریب مہاجرین کے لئے ہیں جو اپنے گھروں اور جائیدادوں سے نکال باہر کئے گئے ہیں۔ یہ لوگ اللہ کا فضل اور اس کی خوشنودی چاہتے ہیں اور اس (جلّ شانہ) کی حمایت پر کمربستہ رہتے ہیں۔" (الحشر: 7-8)

معلوم ہوا کہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی حمایت پر کمربستہ رہتے ہیں' تبلیغ و جہاد کرتے ہیں' اموالِ فئے میں ان کا حق بھی ہے۔ اس کے بعد ایک آیت ہے' اس کے مفہوم پر اگر غور کریں تو دل لرزہ براندام ہو جاتا ہے۔

قیامت کے دِن کی تیاری کا حکم

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ لْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر شخص کو دیکھنا چاہئے کہ اس نے کل (قیامت) کے لئے کیا (سامان) بھیجا ہے اور اللہ سے ڈرو۔" (الحشر:18)

اقبالؒ کے فلسفۂ خودی کی اساس

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰىهُمْ اَنْفُسَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○

"ان لوگوں کی طرح نہ بن جانا جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو بُھلا دیا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے آپ سے غافل کردیا (خود فراموشی میں مبتلا کردیا) یہی نافرمان لوگ ہیں۔"

اپنی ذاتی اغراض کی وجہ سے یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو بھولے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے جوابی کارروائی یہ کی کہ انہیں اپنی ذات سے غافل کردیا۔ اپنے آپ کو بھول گئے۔ اپنی پہچان گنوا بیٹھے۔ اپنا تشخص 'اپنا منصب' اپنا مقام' اپنے فرائض و ذمہ داریاں' اپنی منزل اور راہِ منزل سب کچھ بھلا بیٹھے۔ علامہ اقبالؒ اس کیفیت کو فقدانِ خودی کہتے ہیں۔ ان کے نزدیک انسان کی ضلالت و ذلّت کا اصل سبب یہی ہے کہ وہ اپنے مقام' منصب اور منزل کو فراموش کردے اور حیوانی سطح پر اتر آئے۔ اس کے علاج سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ قرآن و سنّت کی روشنی میں پھر سے اپنی پہچان حاصل کرے' کھوئی ہوئی خودی پھر سے حاصل کرے۔

ے تو اگر اپنی حقیقت سے خبردار رہے
نہ یہ روز رہے پھر نہ یہ کار رہے

ہو اگر خودنگر و خودگر و خودگیر خودی
یہ بھی ممکن ہے کہ تو موت سے بھی مر نہ سکے

یہ ہے مقصدِ گردشِ روزگار
کہ تیری خودی تجھ پہ ہو آشکار

اہل ایمان کا اعزاز

اہلِ ایمان کے لئے یہ ایک اعزاز ہے کہ وہ قرآنی تعلیمات کے علمبردار ہیں کیونکہ قرآن کی عظمت سے پیشِ نظر ساری مخلوقات نے اس کے اٹھانے سے معذوری ظاہر کی تھی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ

"اگر ہم اس قرآن کو پہاڑ پر اتارتے تو تم دیکھتے کہ وہ اللہ کے ڈر سے دب کر ریزہ ریزہ ہو جاتا۔"

(الحشر:21)

سورۃ کا اختتام اللہ تعالیٰ کی کبریائی کے ذکر پر ہوتا ہے۔

هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ○

هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○

هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَاۤءُ الْحُسْنٰى ؕ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○

"وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں' وہ بادشاہ ہے' وہ پاک ذات ہے' وہ سلامتی والا ہے۔ وہ امان دینے والا ہے' وہ پناہ میں لیتا ہے' وہ غالب زبردست اور بڑائی والا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر اس چیز سے پاک ہے جو شریک بناتے ہیں۔ وہ اللہ ہے' وہی خالق ہے' وہی نکالنے والا ہے' وہی صورتیں بنانے والا ہے۔ اس کے سب نام اچھے ہیں۔ جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے وہ سب اسکی تسبیح بیان کرتے ہیں اور وہی غالب حکمت والا ہے۔"

(الحشر:23-24)

ہم خاک کے پتلوں نے جو کچھ تجھے سمجھا ہے
تو اس سے بھی برتر ہے' تو اس سے بھی اعلیٰ ہے

at.com

سورہ الممتحنہ (۶۰)

نام

ایمان کے دعوے کی بنیاد پر ہجرت کر کے آنے والی عورتوں کا امتحان لینے کا حکم اس سورۃ میں مندرج ہے' اس مناسبت سے "مُمتَحِنَہ" نام رکھا گیا یعنی "ایسی خاتون جس کا امتحان لیا گیا ہو۔"

زمانۂ نزول

یہ سورۃ صُلحِ حدیبیہ اور فتحِ مکہ کے درمیانی عرصے میں نازل ہوئی۔

مضامین

سورۃ کے آغاز میں اہلِ ایمان کے لئے ایک قانون کا ذکر ہے کہ کسی بھی صورت میں مومنین کو کُفار کے ساتھ محبت اور دوستی کا تعلق نہیں رکھنا چاہئے۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ "حاطب بن ابی بلتعہؓ" ایک جلیلُ القدر صحابی تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکے پر چڑھائی کی بابت مشورہ کیا تو انہوں نے مکے میں مقیم اپنے اہلِ خانہ کو مصائب سے بچانے اور قریش پر احسان کرنے کے لئے اہلِ مکہ کے نام ایک خط تحریر کیا جس میں مدینے کی صورت حال اور آپؐ کے آئندہ پروگرام کا ذکر تھا۔ اگر یہ خط سردارانِ قریش کے ہاتھ لگ جاتا تو یقینی طور پر مکے اور مدینے کے رہنے والوں کا شدید جانی و مالی نقصان ہوتا۔

1- نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی اس صورتحال سے مطلع کیا گیا اور اس غلطی پر حاطب بن ابی بلتعہؓ اور دوسرے مومنوں کو خبردار کیا گیا کہ آئندہ کُفار کے ساتھ کسی قسم کی اور کسی بھی مصلحت کے تحت دلی مروّت کا معاملہ نہ کریں۔ لیکن اگر کوئی کافر عملاً مسلمانوں کو اذیت اور دکھ نہ پہنچاتا ہو تو اس کے ساتھ حُسنِ سلوک کرنا چاہئے۔

2- اس موقعے پر ایک معاشرتی مسئلے سے مسلمانوں کو دوچار ہونا پڑا کہ دعوتِ ایمان جب پھیلنے لگی تو اس کی صداقت اور حقانیت سے متاثر ہو کر مردوں اور خواتین نے ایمان قبول کرنا شروع کیا۔ ایسے میں بے شمار خواتین دائرۂ اسلام میں داخل ہوئیں جبکہ ان کے خاوند اپنے قدیم اور آبائی مذہب ہی پر کاربند رہے۔ نیز ان مومنہ خواتین نے مکے سے ہجرت بھی کر لی اور مدینے میں آگئیں۔ اس بارے میں فرمایا کہ جو عورت ایمان قبول کرے اور اس کا خاوند کافر ہی رہے تو رشتہ ازدواج از خود فسخ ہو جائے گا۔ پھر نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت فرمائی کہ جو خواتین ایمان قبول کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوں' ان سے عہد لیا جائے کہ وہ دورِ جاہلیت کی تمام رسموں سے کنارہ کشی اختیار کر لیں گی اور زندگی کے سارے معاملات میں اللہ اور اس کے رسول ہی کے حکم کو اوّلیت دیں گی۔

اس سورۃ میں جہاد اور اسوۂ ابراہیمی کی پیروی کا خصوصیت سے حکم دیا گیا ہے۔

com

تفسیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کفار سے دوستی کے بارے میں قانون

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۚ

"اے ایمان والو! اگر تم میری راہ میں لڑنے اور میری خوشنودی طلب کرنے کے لئے (مکے سے) نکلے ہو تو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ۔ تم تو ان کو دوستی کے پیغام بھیجتے ہو اور وہ دینِ حق کے جو تمہارے پاس آیا ہے منکر ہیں۔" (ممتحنہ 1)

یہ ایک قانون ہے جس کی رو سے مومن کو اجازت نہیں کہ وہ کسی غیر مسلم کے ساتھ دوستی کا علاقہ رکھے البتہ رواداری اور عام مروت کی اجازت ہے کیونکہ یہ ایک معاشرتی ضرورت ہے لیکن ان کے بغض و عناد اور دلی دشمنی کے پیش نظر ان کے ساتھ دلی تعلق اور ہمدردی کا معاملہ خصوصاً جس وجہ سے مسلمانوں کو نقصان کا بھی اندیشہ نہ ہونا چاہئے۔ اس کی چند وجوہات ہیں:

1- وہ دینِ حق کے منکر اور باغی ہیں۔

2- انہوں نے اللہ کے رسول اور مومنوں کو مکے سے نکال باہر کیا۔

3- اگر ان کو موقع مل جائے تو وہ ہر طرح کی اذیت پہنچائیں گے اور کسی تعلق اور رشتہ داری کا پاس نہ کریں گے۔

اس لئے نسبی تعلق یا دوستی کی وجہ سے تم ان کے ساتھ خفیہ مراسم نہ رکھو کیونکہ قیامت کے روز بھی یہ تعلق تمہارے لئے سودمند نہ ہو گا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ ۚ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ۭ

"قیامت کے دن نہ تمہارے رشتے ناطے کام آئیں گے اور نہ اولاد۔ اس روز وہی (اللہ) تم میں فیصلہ کرے گا۔" (ممتحنہ 3)

اسوۂ ابراہیمی

اس لئے اللہ کے احکام کی پاسداری کرو اور اس سلسلے میں ایک مثال مذکور ہے۔ ارشاد فرمایا:

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيٓ إِبْرَٰهِيمَ وَٱلَّذِينَ مَعَهُۥٓ إِذْ قَالُوا۟ لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَءَٰٓؤُا۟ مِنكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ ٱلْعَدَٰوَةُ وَٱلْبَغْضَآءُ أَبَدًا حَتَّىٰ تُؤْمِنُوا۟ بِٱللَّهِ وَحْدَهُۥٓ

"تمہیں ابراہیمؑ اور ان کے رفقاء کا نیک چال چلن چاہئے۔ جب انہوں نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ ہم تم سے اور ان بتوں سے جن کی تم اللہ کے علاوہ پوجا کرتے ہو، بے تعلق ہیں اور تمہارے معبودوں کے کبھی قائل نہیں ہو سکتے جب تک تم اللہ پر ایمان نہ لاؤ، ہم میں اور تم میں ہمیشہ کھلی عداوت ہے اور رہے گی۔" (ممتحنہ ۴)

نو مسلم خواتین کے بارے میں حکم

گویا ایک مومن کے لئے یہ اصول ہے کہ وہ اہلِ کفر سے ہمیشہ کے لئے بری ہے۔ اس کے بعد گزشتہ ہونے والی کوتاہیوں سے معافی کے لئے دُعا کی تلقین کی گئی اور فرمایا کہ یہ اسوۂ حسنہ ان لوگوں کے لئے ہے جو آخرت میں جوابدہی کا یقین و ایمان رکھتے ہیں۔ اس کے بعد ان لوگوں سے تعلق رکھنے کی اجازت دے دی جو مسلمانوں کے خلاف برسرپیکار نہیں بلکہ ان کو دین کی دعوت دینے کی گنجائش بھی ہے۔ اِسی نسبت سے ایک اور ضابطہ آئندہ آیات میں بیان ہوا کہ اگر کافر عورتیں دورانِ جنگ میں یا جنگ کے بغیر ایمان قبول کرلیں اور تمہارے پاس آجائیں تو انہیں کافروں کے ہاتھ واپس نہ کرو بلکہ اگر ان پر ہونے والے اخراجات کے سلسلے میں کُفّار تم سے کسی خرچ کا مطالبہ کریں تو وہ بھی ان کو ادا کردو۔ اس سورت میں ان نو مسلم خواتین کے ساتھ نکاح کی اجازت بھی دے دی اور مہر کی ادائیگی کا حکم سختی سے دیا۔

نو مسلم خواتین کے بارے میں ایک خصوصی حکم

سورۃ کے اختتام سے قبل عورتوں کی بابت نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خصوصی حکم دیا گیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِىُّ إِذَا جَآءَكَ ٱلْمُؤْمِنَٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَىٰٓ أَن لَّا يُشْرِكْنَ بِٱللَّهِ شَيْـًٔا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَٰدَهُنَّ وَلَا

يَأْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَ اَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَئِسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ ○

"اے نبیؐ! جب تمہارے پاس مومن عورتیں اس بات پر بیعت کرنے کو آئیں کہ اللہ کے ساتھ نہ تو شرک کریں گی' نہ چوری کریں گی' نہ بدکاری کریں گی' نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی' نہ اپنے ہاتھ پاؤں میں کوئی بہتان باندھیں گی اور نیک کاموں میں تمہاری نافرمانی نہ کریں گی تو اُن سے بیعت لے لو اور ان کے لئے اللہ سے بخشش مانگو۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اے ایمان والو! ان لوگوں سے جن سے اللہ ناراض ہوا' دوستی نہ کرو' کیونکہ جس طرح کافروں کو مردوں کے جی اٹھنے کی امید نہیں' اسی طرح ان کافروں کو بھی قیامت آنے کی کوئی امید نہیں۔" (ممتحنہ 11-12)

Marfat

سورہ الصف (۶۱)

نام

جہاد کے دوران میں صف بندی کی اہمیت اس سورۃ میں ہے۔ اس مناسبت سے اس کا نام "الصّف" رکھا گیا۔

زمانۂ نزول

یہ سورۃ مدینہ منوّرہ میں جنگِ بدر اور جنگِ اُحد کے درمیانی عرصے میں نازل ہوئی۔

مضامین

مخلصین اور منافقین کے لئے الگ الگ چند احکام اس سورۃ میں مندرج ہیں۔

اوائلِ سورۃ میں منافقت کی قباحت کا ذکر ہے اور پھر اہلِ ایمان کو جہاد کی ترغیب دلائی گئی اور کہا گیا کہ تم (مسلمانوں) کو کفر کے مقابلے میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی مانند ہونا چاہئے۔ نیز یہ تنبیہہ کی گئی کہ تم مسلمانوں کو موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی مانند نہ بننا چاہئے جو دعوائے ایمان کے باوجود اپنے نبی کی مخالفت پر کمربستہ رہے۔ اس کا وبال یہ ہوا کہ ان سے ہدایت کی توفیق سلب کرلی گئی۔

منافقوں اور ان کے ساتھ گٹھ جوڑ کرکے اہلِ ایمان کو مٹانے کا عزم رکھنے والوں کو خبردار کیا کہ اللہ کا دین اس زمین پر غالب آکر رہے گا اگرچہ یہ تم کو بہت ناگوار معلوم ہوتا ہے۔

مسلمانوں کو دنیا و آخرت کی کامیابی کی بنیاد بتائی کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ہی میں کامیابی کا راز پنہاں ہے۔ اس کے علاوہ کوئی ایسا عمل نہیں جو انسانیت کو فوز و فلاح سے ہمکنار کرسکے۔ مزید یہ فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے ان کے حواریوں نے ان جیسے کا ساتھ دیا تھا۔ اسی طرح اہلِ ایمان پر بھی لازم ہے کہ اپنے نبی کی تائید و حمایت کے لئے اُٹھ کھڑے ہوں تاکہ اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت مسلمانوں کے ساتھ شامل رہے۔

اس سورۃ میں نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی بشارت اور پیش گوئی کا ذکر ہے جو پہلے انبیاء اپنی قوموں کو سنایا کرتے تھے نیز جہاد کی فضیلت اس سورۃ کا خاصہ ہے۔

تفسیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ کا آغاز تسبیح کے ساتھ ہے اور اس کے بعد منافقین کو تنبیہہ فرمائی گئی کیونکہ ان کا دعویٰ تھا کہ ہم ایمان دار ہیں۔ اس لئے خطاب اسی انداز سے ہے۔ ارشاد فرمایا:

يَآأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ○ كَبُرَ مَقْتًا عِندَ اللَّهِ أَن تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ ○

"اے مومنو! تم ایسی باتیں کیوں کہا کرتے ہو جو کیا نہیں کرتے؟ اللہ اس بات سے سخت بیزار ہے کہ ایسی بات کہو جو کرو نہیں۔" (الصف:2-3)

ان دونوں آیات میں اللہ تعالیٰ کے غضب اور ناراضگی کی وجہ بھی بیان فرمادی کہ ایسی بات کیوں کہتے ہو جو خود نہیں کرتے ہو؟ اس موقع پر ایک اشکال کا ازالہ ضروری ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ جب تک کوئی شخص خود احکامِ اسلامی پر مکمل طور پر عمل پیرا نہ ہو، وہ نیکی کے کاموں کی طرف دعوت نہیں دے سکتا۔ اس سلسلے میں سورۃ بقرہ کی ایک آیت بھی پیش کی جاتی ہے۔ اس کی وضاحت کے لئے حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ پیش خدمت ہے۔

مولانا اشرف علی تھانویؒ سے کسی نے اسی طرح کا سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ بھائی! میں تو وعظ سے قبل اپنے اعمال کا جائزہ لیتا ہوں اور اپنے اندر جو کمی و کوتاہی محسوس کرتا ہوں، اسی پر وعظ کہتا ہوں اور وعظ کے دوران میں دوسرے لوگوں کو خطاب سے پہلے میں اپنے نفس کو مخاطب سمجھتا ہوں اور پھر وعظ کے اختتام پر اپنے نفس سے سوال بھی کرتا ہوں کہ کیا حقیقت تیری سمجھ میں آگئی یا نہیں؟ اور پھر اس کوتاہی کے ازالے کے لئے کوشش کرتا ہوں۔

عام لوگوں کا جو مقولہ ہے کہ پہلے عمل کرو پھر تبلیغ تو اس طرح تو سلسلہ تبلیغ محدود بلکہ قریباً ختم ہو جائے گا کیونکہ اب جو انسان موجود ہیں، وہ معصوم تو نہیں ہیں، ہر شخص سے کوئی نہ کوئی کوتاہی تو ہو ہی جاتی ہے۔ کیا وہ کامل ہونے سے قبل وعظ و تبلیغ روکے رکھے؟ یہ ایک شیطانی وسوسہ ہے۔ قرآنِ کریم دراصل اس مقام پر یہ کہتا ہے کہ جو کہتے ہو اس پر خود بھی عمل کرو۔ یہ نہیں کہ نہ عمل کرو اور نہ کسی کو نیکی کی تلقین کرو۔

بشارت

اس کے بعد موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام اور ان کی قوموں کا کردار مذکور ہوا اور پھر عیسیٰ علیہ السلام نے نبی

at.com

آخر الزمان خاتم المعصومین صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جو بشارت بیان فرمائی' اس کا ذکر اور آپ کی صفات کا تذکرہ ہے۔ گویا اہلِ ایمان سے کہا گیا کہ سب سے بڑا ظلم یہ ہے کہ کوئی شخص ایمان کا دعوے دار ہو اور اللہ پر بہتان تراشی بھی کرے۔

منافقوں کا فتور

منافقین کی بدکرداری اور عمل کے فتور کا ذکر کرتے ہوئے اللہ ربُّ العزت فرماتے ہیں:

يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ○

"یہ (منافق) چاہتے ہیں کہ اللہ کے چراغ کی روشنی کو منہ سے پھونک مار کر بجھادیں حالانکہ اللہ اپنی روشنی کو پورا کرے گا' خواہ کافر ناخوش ہی کیوں نہ ہوں۔" (الصف:8)

غلبۂ دین

منافقوں کی اس مکروہ سوچ کے ذکر کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تو یہ فیصلہ کر چکا ہے کہ

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ○

"اللہ کی ذات وہ ذات گرامی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق دے کر بھیجا تاکہ اس کو پورے نظام زندگی پر غالب کردے' خواہ یہ بات مشرکین کو ناگوار گزرے۔" (الصف:9)

غلبے سے یہاں کیا مراد ہے؟ اس سلسلے میں ایک مثال سے بات واضح ہو جائے گی۔ انسان روشنی کے حصول کے لئے سورج کی موجودگی میں کوئی چراغ یا شمع روشن نہیں کرتا لیکن جب تاریکی چھا جاتی ہے تو چراغ اور شمع روشن کی جاتی ہے اور پھر جب سورج طلوع ہوتا ہے تو اس کی موجودگی میں کوئی چراغ جل بھی رہا ہو تو سورج کے سامنے وہ بے حقیقت ہو جاتا ہے۔ اسی طرح دین کا معاملہ ہے کہ اس دینِ حق کی آمد کے بعد دوسرے ادیانِ باطلہ کا خاتمہ ہونا ضروری نہیں البتہ یہ حقیقت ہے کہ اس دینِ حق کے مقابلے میں وہ سارے ادیان بے حقیقت ہو گئے ہیں اور اللہ کے ہاں ان کی قدر و قیمت ختم کر دی گئی ہے۔

نفع بخش تجارت

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ○

"اے ایمان لانے والو! کیا میں تمہیں ایسی تجارت بتا دوں جو تمہیں دردناک عذاب سے بچالے؟ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ اور اللہ کے راستے میں اپنے اموال اور جانوں کے ذریعے سے جہاد کرو۔"

(الصف:10)

ایمان تو دراصل قرآن کے راستے ہی سے آسکتا ہے اور اس ایمان کے حصول کے بعد تحدیثِ نعمت کے طور پر اس کو پھیلانا اور اس کے لئے جہاد کرنا ضروری ہے۔ اس لئے مجاہدین کے لئے فتح و نصرت کی بشارت دے دی اور اس کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کی مانند سب کچھ تج کر **نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰه** کا نعرہ لگاتے ہوئے میدانِ عمل میں اُترنے کا حکم دیا گیا۔

؎ باطل کی ہو کتنی ہی طاقت' باطل کی اطاعت کیا معنی
ایماں پہ فدا ہو جاتے ہیں جو صاحبِ ایماں ہوتے ہیں
جو حق کی خاطر جیتے ہیں' مرنے سے کہیں ڈرتے ہیں جگر
جب وقتِ شہادت آتا ہے' دل سینوں میں رقصاں ہوتے ہیں

at.com

سورہ الجمعہ (۶۲)

نام

صلوٰۃ الجُمُعَہ کے حکم کی مناسبت سے الجمعہ نام رکھا گیا۔

زمانۂ نزول

یہ سورۃ دو مواقع پر مرحلہ وار نازل ہوئی۔ پہلا رکوع جنگِ خیبر کے بعد اور دوسرا رکوع ہجرت سے کچھ عرصہ بعد۔

مضامین

یہود مسلسل تگ و دو اور کوششوں کے باوجود مسلمانوں کو مٹانے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ البتہ خود بے شمار یہودیوں نے اسلام کی حقانیت کا مشاہدہ کیا اور اسلام قبول کر لیا مگر کچھ لوگ دلی بغض و عناد کی وجہ سے اس نعمت کو قبول نہ کر سکے جس کی وجہ سے انہیں جلاوطن ہونا پڑا۔ ایسے حالات میں یہ سورت نازل ہوئی جس میں ان کو خطاب کر کے صورت حال واضح کر دی گئی۔

1- یہود کا یہ خیال تھا کہ نبوّت ہمارے ہی خاندان کا خاصہ بن چکی ہے' اس لئے اب کسی اور خاندان یا قبیلے میں کوئی نبی نہ پیدا ہو گا۔ حالانکہ ان لوگوں نے کبھی نبوّت کے تقاضوں کو پورا نہ کیا بلکہ تعلیماتِ نبوّت کو ہمیشہ ٹھکرایا اور نفرت و حقارت سے اہلِ مکہ کو "اُمّی" (ناخواندہ) کہتے تھے۔ جب نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو منصبِ نبوت و رسالت پر فائز کیا گیا تو یہود کی اکثریت نے اسی نفرت کے باعث ایمان قبول نہ کیا۔ اس سورۃ میں بتایا کہ جس قوم کو تم نفرت کی نگاہ سے دیکھتے رہے ہو' اس قوم کا ایک بطلِ جلیل منصبِ نبوّت پر فائز ہے اور اللہ کی کتاب' اس کی حکمتوں اور اس کے معارف سے لوگوں کو آگاہ کرتا ہے اور اسی کتاب کی تعلیمات کے ذریعے سے لوگوں کے نفوس کو اخلاقِ رذیلہ سے پاک کرتا ہے نیز نبوت اللہ کی رحمت اور اس کا فضل ہے جو مخلص اور نیکو کار بندوں کو عطا کیا جاتا ہے۔

اس حقیقت سے آگاہ کرنے کے لئے گدھے کی تمثیل کا ذکر کیا کہ گدھے پر کتابوں کا بوجھ لدا ہوا ہو تو اسے کچھ علم نہیں ہوتا کہ اس نے کیا اٹھا رکھا ہے۔ تمہاری حالت تو اس گدھے سے بھی بدتر ہے کہ تم نے اللہ کی کتاب کی ذمہ داری کا بوجھ اٹھا لیا پھر اس کی تعلیمات کو عملاً جھٹلایا۔ اس کی تعلیمات سے انحراف کیا اور اس کے بعد اس زعم کا شکار ہو گئے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے علاوہ اور کسی کو منصبِ نبوّت و رسالت عطا نہ کرے گا۔ حالانکہ نظامِ کائنات اللہ تعالیٰ کی حکمتوں کے تحت چل رہا ہے نہ کہ تمہاری باطل خواہشات پر۔

.com

2- یہود ایک اور غلط پراپیگنڈہ کیا کرتے تھے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے محبوب اور چہیتے ہیں۔ ان سے کہا گیا کہ تمہارا یہ دعویٰ درست اور مبنی برحق ہے تو موت کی تمنا کرو کیونکہ موت اللہ تعالیٰ کی فوری ملاقات کا سبب ہے لیکن اس کے برعکس موت کا تم پر اس قدر خوف مسلّط ہے کہ اس پر تم ذلّت کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔

3- سورت کے دوسرے رکوع میں متنبہ کیا گیا کہ یہود نے عبادت کے مخصوص دن یعنی ہفتے کے دن اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں کے حصول کی تمنا اور کوشش کی جس کے باعث ان کو ذلّت و رسوائی کی اتھاہ گہرائیوں میں اتار دیا گیا۔ اگر تم بھی افضلُ الایّام یعنی یومُ الجمعہ کی عبادت کے ساتھ یہود جیسا معاملہ کرو گے تو تمہارا انجام بھی ان سے مختلف نہ ہوگا۔ اس کا پسِ منظر یوں ہے کہ مدنی زندگی کے ابتدائی ایام میں عین اس وقت جب مسجدِ نبوی میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے ایک تجارتی قافلہ آوارد ہوا اور اس کی آمد کی اطلاع حسبِ روایت ڈھول بجا کر کی گئی۔ بہت سے مسلمان بھی دوڑ پڑے کہ جلد از جلد تجارتی قافلے کے ساتھ معاملہ طے کرلیں۔ اس طرزِ عمل پر اللہ تعالیٰ نے شدید ناراضگی کا اظہار فرمایا اور قانون بنا دیا گیا کہ اذانِ جمعہ کے بعد ہر قسم کا کاروبار حرام ہے اور دوسری مصروفیات بھی ممنوع ہیں البتہ جب جمعہ کی نماز ختم ہو جائے تو پھر زمین پر پھیل کر اللہ کے فضل یعنی رزق کی تلاش کی اجازت ہے۔

اس سورۃ میں یہود کے ذکر کے بعد مسلمانوں کو اس طرح کا حکم دیا گیا تاکہ مسلمانوں کو باور کرا دیا جائے کہ اس غلط روش کا انجام کس قدر خطرناک ہوا کرتا ہے۔ اس لئے اہلِ اسلام ایسے معاملات میں محتاط رہیں تاکہ ذلّت سے بچ جائیں۔

Marfat

تفسیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کلامِ ربانی پر تدبر و تذکر نہ کرنے والوں کی مثال

سورۃ کے آغاز میں ذکر ہے کہ زمین و آسمان کی ہر چیز اللہ کی تسبیح کر رہی ہے۔ اس کے بعد نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور آپ کی ذمہ داریوں کا ذکر ہے اور یہ ذکر اس سے قبل بھی دو تین مقامات پر ہو چکا ہے۔ اس کے بعد ایک تمثیل بیان کی گئی ہے:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ؕ

"(یہ) ان لوگوں کی مثال ہے کہ جن پر توریت نازل کی گئی لیکن وہ توریت کے بوجھ کو نہ اٹھا سکے۔ ان کی مثال اس گدھے کی سی ہے جس پر توریت کے بڑے بڑے نسخے لاد دیئے جائیں۔" (الجمعہ: 4)

ظاہر ہے وہ توریت والا گدھا تو کہلا سکتا ہے لیکن توریت کو سمجھ نہیں سکتا' کیونکہ وہ اول و آخر گدھا ہے اور کچھ بھی سمجھنے کی صلاحیت سے عاری ہے۔ یہ آیت اتنی بلیغ ہے کہ اگر اس کے معانی پر غور کریں تو یہ ان لوگوں پر چسپاں ہوتی ہے جن پر قرآن نازل کیا گیا اور ان کی زندگی کے پورے پچاس' ساٹھ' ستر سالہ پروگرام میں یہ بات شامل ہی نہیں ہے کہ کبھی قرآنِ مجید' فرقانِ حمید کو سمجھ کے پڑھیں۔ ایسے لوگ بھی ان گدھوں کی طرح سے ہیں جن پر قرآنِ مجید کے نسخے لادے گئے ہوں لیکن وہ قرآن فہمی کی لذّت سے ناآشنا ہوں۔ غور کیجئے کہ کیا ہم نے بھی قرآن کو کہیں اسی طرح سنبھال کے رکھا ہوا تو نہیں ہے؟ ہم اس بات سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں کہ ہم پر یہ بات منطبق ہو۔

اس کے بعد یہود سے کہا گیا کہ تمہارا یہ دعویٰ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے محبوب اور چہیتے ہو تو موت کی تمنا کرو۔ اور پھر ان کے اعمال کے پیش نظر کہا کہ یہ ہرگز موت کے متمنی نہیں ہوں گے۔ حالانکہ موت کا آنا یقینی امر ہے۔

اذانِ جمعہ کے بعد خرید و فروخت حرام ہے

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

.com

يَاۤ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا ۨ انْفَضُّوْۤا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا ؕ قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ○

"اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لئے اذان دی جائے تو اللہ کی یاد (نماز) کے لئے جلدی کرو اور خرید و فروخت ترک کر دو۔ اگر سمجھو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔ پھر جب نماز ہو چکے تو اپنی اپنی راہ لو اور اللہ کو بہت یاد کرو تاکہ نجات پاؤ اور جب یہ لوگ سودا بکتا یا تماشہ ہوتا دیکھتے ہیں تو ادھر بھاگ جاتے ہیں اور تمہیں کھڑا چھوڑ جاتے ہیں۔ کہہ دو کہ جو چیز اللہ کے ہاں ہے' وہ تماشے اور سودے سے بہت بہتر ہے اور اللہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔

(الجمعہ:9-11)

ان آیات میں جمعہ کی فرضیت کا ذکر ہوا اور حکم دیا گیا کہ اذان جمعہ کے بعد ہر طرح کا کاروبار بند کر دو۔ اس حکم کی روشنی میں فقہاء نے لکھا کہ اذان جمعہ کے بعد خرید و فروخت حرام ہے بلکہ فوری طور پر نماز جمعہ کے لئے چل پڑنا ضروری ہے۔

اسلام میں ہفتہ وار چھٹی کا تصور

اس کے بعد کی آیت سے ایک اور عقدہ بھی حل ہو گیا کہ اسلام میں ہفتہ وار یا ماہوار چھٹی کا تصور ہے یا نہیں۔ ظاہر ہے ایسا کوئی تصور اسلام میں نہیں بلکہ جمعہ کے روز چند ساعت کے لئے کاروبار کو معطل کرنے کا حکم ہے اور اس کے بعد پھر رزق کی تلاش میں چلے جانے کی اجازت ہے۔ دور حاضر میں یہ تصور پایا جاتا ہے کہ ہفتہ وار تعطیل جمعہ کے روز ہونا ضروری ہے' یہ بے معنی سی بات ہے کیونکہ یہ تصور یہود کے ہاں سے منتقل ہوا جن کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ نے چھ روز میں زمین و آسمان اور دیگر مخلوقات کو بنایا اور ساتویں روز چھٹی کی۔ مسلمانوں کے ہاں ایسا کوئی عقیدہ نہیں۔

at.com

سورہ المنافقون (۶۳)

نام

منافقوں کے طرزِ عمل پر زجرو توبیخ اس سورۃ کا موضوع ہے۔ اس مناسبت سے "منافقون" بطور علامات نام قرار دیا گیا۔

زمانہ نزول

یہ مدنی سورت ہے، غزوہ بنی المصطلق کے بعد اس سورۃ کا نزول ہوا۔ اس ضمن میں تفصیلات اس سے قبل سورۂ نور میں بیان کی جاچکی ہیں۔

مضامین

اس سے قبل سورۂ نور اور سورۂ حشر کے مضامین میں ہم مدینہ میں یہود کے اثرو نفوذ اور دیگر متعلقات پر روشنی ڈال چکے ہیں۔ اس مقام پر اسی بات کو مزید آگے بڑھاتے ہوئے کچھ مزید حالات کا ذکر کریں گے۔

اوس و خزرج کے قبائل آپس کی خانہ جنگیوں سے تنگ آکر اس بات پر آمادہ ہو چکے تھے کہ یثرب کی قیادت کسی ایک شخص کے حوالے کردی جائے۔ اس مقصد کے لئے عبداللہ بن اُبی کا نام زبان زدعام تھا۔

مدینے میں اسلام کا چرچا ہوا اور کچھ عرصے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو مدینے کی جانب ہجرت کی اجازت مرحمت فرما دی اور خود بھی اہلِ مکہ کے ناروا رویّہ کے باعث مدینہ تشریف لے آئے۔ آپؐ نے مدینے پہنچتے ہی "میثاقِ مدینہ" کے تحت تمام اہل شہر کو جمع کرلیا۔ اس میثاق کی رو سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مرکزی حیثیت حاصل ہوگئی۔ جس کے باعث یہودیوں کو عموماً اور عبداللہ بن اُبی کو خصوصاً دھچکا لگا۔ ان لوگوں نے ظاہری طور پر تو آپؐ کی اطاعت قبول کرلی مگر درپردہ سازشوں میں مصروف ہوگئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بسا اوقات عبداللہ بن ابی بدتمیزی بھی کرتا جس پر سعدؓ بن عبادہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! "اس کو غلط فہمی ہے کہ آپؐ کی آمد کے باعث اس کا تاج شاہی چھن گیا ہے۔ اس لئے وہ جھلایا ہوا ہے۔"

جنگِ بدر کے بعد ایک موقع پر اس نے سرکشی کی راہ اختیار کی۔ جنگِ اُحد کے موقع پر اس نے صریحاً غداری کی اور عین میدانِ جنگ سے تین سو سے زائد ساتھیوں کو لے کر واپس آگیا۔ ان واقعات کے بعد ہر شخص کو اب یقین ہونے لگا کہ یہ شخص منافق ہے اور اس کے ساتھی بھی پہچان لئے گئے۔ غزوۂ بنی نضیر کے موقع پر بھی ان لوگوں نے دشمنانِ اسلام کا ساتھ دیا۔ مزید یہ کہ وہ مسلمانوں کے راز بھی دشمن تک پہنچایا کرتے تھے۔ اوس و خزرج کا ایک

.com

طبقہ بھی اس کا حمایتی تھا۔ ان تمام وجوہات کے باوجود نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے درگزر کرتے تاکہ بیک وقت دو محاذوں پر مقابلے کا آغاز نہ ہو جائے اور اندرونِ شرانگیزی اور فساد نہ پیدا ہو۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ یہ سبھی منافق نماز باجماعت میں پابندی سے شرکت کرتے اور ہر موقع پر زبانی دعووں سے اپنے آپ کو مسلمانوں کا بہی خواہ ثابت کرتے تاکہ انہیں مالی اور جانی تحفظ حاصل رہے۔

غزوۂ بنی **المصطلق** کے موقع پر ان لوگوں نے مسلمانوں کو مہاجر اور انصار کی تفریق کے باعث باہم ٹکرانے کی سازش کی جس کا تفصیلی ذکر ہم سورۂ نور میں کر چکے ہیں۔ اس کے بعد منافقین آہستہ آہستہ عبداللہ بن ابیّ کے گرد جمع ہونا شروع ہو گئے اور اس کو یہ کہا جانے لگا کہ یہ سب کچھ تمہاری وجہ سے ہوا ہے۔ وہ پہلے ہی جھلایا ہوا تھا۔ اس نے جوش میں آکر کہا:

"یہ سب کچھ تمہارے سبب سے ہوا ہے، تم نے ان لوگوں کو پناہ دی۔ ان کو اپنے اموال اور جائیداد میں سے حصہ دیا اور اب وہ اس قدر پھول چکے ہیں کہ (قریش کے) ان مفلسوں پر وہ مثل صادق آنے لگی ہے: کتا پال کر اپنے ہی مالک کو پھاڑنے دوڑا' اللہ کی قسم! (واپس مدینہ پہنچ کر) عزت والے ذلیل لوگوں کو نکال باہر کریں گے۔"

(نعوذ باللہ)

جس وقت یہ گفتگو ہو رہی تھی زیدؓ بن ارقم بھی اسی محفل میں موجود تھے جو ابھی کم عمر تھے۔ انہوں نے ساری باتیں اپنے چچا کو بتا دیں جنہوں نے یہ ماجرا انصار کے رئیسوں اور خود نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بتایا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زیدؓ کو بلا کر ساری تفصیلات ان کی اپنی زبانی سنیں۔ عبداللہ بن ابیّ سے جب اس بارے میں پوچھا گیا تو اس نے اس واقعے سے انکار کیا اور کہا کہ بچے کو مغالطہ ہو گیا ہے۔ اسی طرح مدینے کے دوسرے لوگوں نے بھی عرض کیا کہ یہ (عبداللہ بن ابیّ) ہمارا رئیس ہے' اس کے مقابلے میں اس بچے (زید) کی بات پر اعتماد نہ کیجئے۔

قبیلے کے بزرگوں نے زیدؓ بن ارقم کو ملامت کی جس کے باعث وہ رنجیدہ ہو گئے اور گوشہ نشینی اختیار کر لی۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو اس واقعے کا علم ہوا تو انہوں نے آپؐ کی خدمت اقدس میں عرض کی کہ مجھے اس منافق کی گردن اڑانے کی اجازت دیجئے یا انصار میں سے کسی کو اس بات کا حکم دیا جائے۔ آپؐ نے فرمایا کہ "اگر ایسا ہوا تو لوگ کہیں گے کہ محمدؐ تو خود اپنے ہی ساتھیوں کو قتل کرا رہا ہے۔" رفتہ رفتہ یہ بات مسلمانوں میں پھیل گئی۔ لوگوں نے عبداللہ بن ابی کو مشورہ دیا کہ تم جا کر خود نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے معافی مانگ لو جس پر اس نے برافروختہ ہو کر کہا:

"تم نے ایمان لانے کو کہا' زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے کہا' میں نے تمہاری بات مان لی۔ اب تم یہ چاہتے ہو کہ میں محمدؐ کو سجدہ بھی کروں۔"

Marfat

اہلِ مدینہ یہ سن کر اور زیادہ ناراض ہو گئے۔ قافلہ جب مدینے پہنچا تو عبداللہ بن اُبیّ کے بیٹے (جس کا نام بھی عبداللہؓ تھا) نے تلوار نکال لی اور اپنے ہی باپ کا راستہ روک کر کہا کہ "اب معلوم ہو جائے گا کہ عزت اللہ اور رسولؐ کی ہے یا آپ لوگوں کی۔ اللہ کی قسم! میں اس وقت تک تم لوگوں کو مدینے میں نہ داخل ہونے دوں گا جب تک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اجازت مرحمت نہ فرمائیں۔" اس پر عبداللہ بن اُبیّ نے واویلا کیا۔ جب یہ خبر آپؐ تک پہنچی تو آپؐ نے ان لوگوں کو آنے کی اجازت دے دی۔

اس واقعے کے بعد آپؐ نے عمرؓ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ عمر! اب صورتحال دیکھو۔ اگر میں اجازت دے دیتا اور تم اس کو قتل کر دیتے تو بہت سے لوگوں کی حمایت اس کو حاصل ہو جاتی۔ سیدنا عمرؓ نے عرض کیا کہ "اللہ اور اس کے رسول کا ہر حکم حکمت پر مبنی ہوتا ہے۔ ان حالات و واقعات میں اس سورۃ کا نزول ہوا اور مسلمانوں پر حقیقت حال واضح ہو گئی۔ سورۃ کے اواخر میں دوسروں کو متنبہ کیا گیا ہے کہ کبھی کبھار مال اور اولاد فتنہ و ہلاکت کا باعث بھی بن جاتے ہیں۔ اس معاملے میں احتیاط اور فکر کی درستی لازم ہے۔

تفسیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دو بڑی غلط فہمیوں کا ازالہ

عام طور پر منافقین اور کمزور ایمان رکھنے والے مسلمان دو غلط فہمیوں میں مبتلا ہوتے ہیں:

1- اصلاح و تبلیغ دین کے کاموں میں دنیادار سرمایہ داروں کی مالی مدد کے بغیر کام نہیں چلتا۔

2- جاگیرداروں، سرمایہ دار، سیاستدان یا ان کے گماشتے عزت والے لوگ ہوتے ہیں، اس لئے کہ عزت و ذلت کا معیار اس دنیا میں اقتدار اور مالی وسائل کی بہتات ہے۔ درج ذیل آیات میں دونوں غلط فہمیوں کا واضح طور پر ازالہ کر دیا گیا:

هُمُ الَّذِينَ يَقُولُونَ لَا تُنْفِقُوا عَلَىٰ مَنْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ حَتَّىٰ يَنْفَضُّوا ۗ وَلِلَّهِ خَزَائِنُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَٰكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَفْقَهُونَ ○ يَقُولُونَ لَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ ۚ وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَٰكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ ○

"وہی ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ ان لوگوں پر جو رسولُ اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس رہتے ہیں خرچ مت کرو تاکہ یہ لوگ (وسائل کی کمی کے باعث) ادھر ادھر منتشر ہو جائیں۔ حالانکہ (اصل بات یہ ہے کہ) آسمانوں اور زمین کے خزانے اللہ کے ہی ہیں لیکن منافق لوگ (یہ بات) سمجھتے نہیں۔ کہتے ہیں کہ اگر ہم مدینہ واپس پہنچ گئے تو عزت والے لوگ ذلیل و کمزور لوگوں کو نکال باہر کریں گے۔ حالانکہ (اصل بات یہ ہے) کہ عزت تو اللہ' اس کے رسول اور اہلِ ایمان ہی کے لئے ہے لیکن منافق یہ بات جانتے نہیں ہیں۔"

(المنافقون:7-8)

فتنہ کیا ہے؟

سورۂ منافقون کے ابتدائی مضامین اور منافقوں کی بدکرداری کا ذکر سورۃ کے تعارف میں تفصیلاً ہو چکا ہے۔ سورۃ کے اختتام کے قریب ایک مضمون خاص طور پر اہم ہے جس میں اہلِ ایمان کے لئے اسبابِ ہلاکت کا ذکر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ

"اے ایمان والو! تمہارا مال اور اولاد تم کو اللہ کی یاد سے غافل نہ کردے۔"

(المنافقون:9)

گویا اہلِ ایمان کو بہکانے کے لئے شیطان ان دو اسباب کو مزین کرکے پیش کرتا ہے اور سادہ لوح مومن اس کے نقش و نگار میں الجھ کر گمراہی کی اتھاہ گہرائیوں میں گر جاتا ہے۔ اس کمزوری سے بچنے کا طریقہ بتایا:

وَأَنْفِقُوا مِنْ مَا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ

"اور خرچ کرو وہ مال جو ہم نے تمہیں دیا ہے اس سے پہلے کہ کسی کو موت آجائے۔"

(المنافقون:10)

اور یہ بات اسلام کے بنیادی عقائد ہی میں بتلا دی گئی کہ موت کا وقت کسی کو بھی معلوم نہیں نیز یہ کہ جب موت کا وقت آجائے گا تو کسی طرح کی مہلت نہ ملے گی۔

سورہ التغابن (۶۴)

نام

لفظِ ''التغابن'' اس سورۃ میں آیا ہے اور یہی اس کا علامتی نام قرار دیا گیا۔

زمانۂ نزول

مدنی دور میں نازل ہوئی۔

مضامین

اس سورۃ کے مضامین کو دو حصوں میں یوں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

الف۔ کُفّار سے خطاب۔

ب۔ اہلِ ایمان سے خطاب۔

کُفّار سے خطاب

اس حصے میں اللہ تعالٰی کی وحدانیت کے دلائل اور کائنات کی تخلیق کا مقصد بیان کرتے ہوئے درج ذیل حقائق بیان کئے گئے ہیں:

1- اس کائنات کا خالق، مالک اور مختار اللہ وحدہٗ لاشریک ہے۔ وہ قادرِ مطلق اور ہر عیب و کمزوری سے مُبرّا و پاک ہے۔ اس نے اس نظامِ کائنات کو بلاوجہ اور بلا مقصد پیدا نہیں کیا۔ بلکہ اس کائنات کی تخلیق حکمتِ الٰہی کا عظیم مظہر ہے۔

2- اللہ تعالٰی نے انسانوں کو بہترین شکل و صورت کے ساتھ پیدا کیا۔ اس کی ہدایت و راہنمائی کے لئے انبیاء و رسل بھیجے اور کتابیں اتاریں جن کے ذریعے سے حق و باطل کی پہچان کرائی گئی اور پھر انسان کو اختیار دے دیا گیا کہ چاہو تو ایمان و ایقان کا رستہ اپنا کر اللہ کے محبوب بن جاؤ اور اگر چاہو تو سرکشی و **عصیان** کی زندگی گزار کر جہنم کا ایندھن بن جاؤ۔ یہ اس لئے کہ انسان غیر ذِمّہ دار اور مطلقاً آزاد نہیں پیدا کیا گیا بلکہ آخرت میں اس کے ہر قول و فعل کا محاسبہ ہو گا۔

اس بنیادی حقیقت کے اظہار کے بعد فرمایا کہ تاریخ انسانی کے ماضی کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا جا چکا ہے۔ اس میں قوموں کی ترقّی و عروج کے اسباب اور انسانوں کی ہلاکت و بربادی کی وجوہات بھی مندرج ہیں۔ مثلاً:

.com

الف۔ عقیدے کی گمراہی

اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے انبیاء کی تعلیمات کے مقابل من گھڑت نظریات اور وہم و گمان کو عقیدے کی شکل دی جاتی رہی جس کے باعث لوگ گمراہی کی وادیوں میں بھٹکتے رہے۔

ب۔ عقیدۂ آخرت کا انکار

جب یہ عقیدہ پختہ ہو جائے کہ یہ دنیا ہی سب کچھ ہے' اس کے بعد اس زندگی کے بارے میں کوئی بازپرس نہ ہوگی اور نہ ہی جزا و سزا کے مراحل ہوں گے' تو یہ عقیدہ و نظریہ انسان کو برائی کرنے کی جرأت دلاتا ہے۔

جب کوئی قوم ان دونوں خرابیوں پر اصرار کرتی ہے اور انبیاء کی تکذیب اس کا طُرّۂ امتیاز بن جاتا ہے تو ایسی قوم کو اللہ تعالیٰ صفحۂ ہستی سے مٹا دیا کرتے ہیں۔ جب ایسے مجرموں کو قیامت کے دن جہنم میں یکجا کیا جائے گا تو ہر شخص حقیقت سے آگاہ ہو گا اور سب ایک دوسرے کے کفریہ نظریات کو خوب جان لیں گے۔

اہلِ ایمان سے خطاب

اس حصے میں اہلِ ایمان کو ہدایت کی گئی کہ تم ہر حال میں اللہ کی رضا پر شاکر رہو کیونکہ

الف۔ کوئی بھی مصیبت اللہ کے حکم اور اجازت کے بغیر نہیں آسکتی۔ ایسے میں صبر و استقامت کا راستہ ہی بہترین ہے۔ انسان کے لئے سب سے بڑی مصیبت اور سزا یہ ہے کہ اسے ہدایت سے محروم کر دیا جائے اور یہ بدبختی اس وقت پیدا ہوتی ہے جب انسان مصائب و مشکلات سے گھبرا کر واویلا کرتا اور ناشکری و ناقدری کے کلمات زبان سے نکالتا ہے۔

نیز قبولِ ایمان کے بعد مومن کی ذمہ داری ہے کہ وہ اعمالِ صالحہ یعنی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کو زندگی میں لازم حیثیت دے۔ ورنہ وہ اپنے اُخروی نقصان کا خود ذمہ دار ہو گا۔

ب۔ مومن کو اللہ پر کامل اعتماد و توکل ہونا چاہئے۔ مال و اولاد اور اسباب دنیا آزمائش کے لئے ہیں۔ ان کے ذریعے سے اللہ کا قُرب حاصل ہو تو یہ نعمت ہیں اور اگر یہ اسبابِ زندگی اللہ کی نافرمانی کا سبب بن جائیں تو دونوں جہان میں زحمت و عذاب ہیں۔ اس عذاب کا باعث نفس پرستی اور زر پرستی بنتی ہے۔

ج۔ اللہ تعالیٰ انسان کو اسی قدر اعمال کا مُکلف بناتے ہیں جس قدر اس میں عمل کی صلاحیت رکھی گئی ہے۔ اس لئے انسان کو اللہ تعالیٰ کے احکام پر پورا عمل کرنے کی کوشش جاری رکھنا چاہئے تاکہ اس کے اعمال کا کوئی حصہ بھی حدودِ الٰہی سے متجاوز نہ ہو۔

Marfat

تفسیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وقوعِ حشر کا تذکرہ

اس سورۃ کا آغاز بھی کلماتِ تسبیح اور اللہ کی کبریائی اور عظمت کے تذکرے کے ساتھ ہے۔ اس کے بعد پہلے منکرینِ دین و شریعت کا ذکر ہے اور اس کے ساتھ ہی ان کے انکار و کفر کی ایک وجہِ مشترک بیان ہوئی کہ انہیں اس بات پر تعجب تھا کہ ایک انسان منصبِ نبوت پر کیونکر فائز ہو سکتا ہے۔ نیز وہ نبوت و رسالت کی ضرورت کے بھی منکر تھے اور پھر اس انکار کے محاسبے کا خوف تو ان کے دل میں ہرگز نہیں تھا۔ کیونکہ ان کے نزدیک زندگی

ے بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

کا مصداق تھی۔ اس لئے یہ سب کچھ بیان کر کے اللہ ربُّ العزت نے فرمایا:

قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ط

"کہہ دیجئے کہ ہاں میرے رب کی قسم! تم ضرور اٹھائے جاؤ گے۔ پھر جو کام تم کرتے رہے ہو، وہ تمہیں بتائے جائیں گے۔" (التغابن: 7)

اور پھر ان کی حالتِ زار کے متعلق ارشاد فرمایا:

يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ط

"جب وہ تم کو اکٹھا ہونے کے دن جمع کرے گا، وہ نقصان اٹھانے کا دن ہو گا۔" (التغابن: 9)

نقصان سے کون بچے گا؟

لیکن ایک طبقہ اس روز بھی اس نقصان سے بچ کر فائدہ میں ہو گا۔ ان کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ط ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○

"اور جو شخص اللہ پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے، وہ اس سے اس کی برائیاں دور کر دے گا اور جنت کے باغات میں ان کو داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ یہ بڑی

.com

کامیابی ہے۔" (التغابن:9)

اور پھر کفار کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اگر تم رسالت کی ضرورت کے منکر ہو یا رسول کی بات کو نہ مانو' اللہ کو کچھ پروا نہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰی رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ○

"اگر تم منہ پھیر لو گے تو ہمارے نبی کے ذمہ تو صرف پیغام کا کھول کر پہنچا دینا ہے۔" (التغابن:12)

اس کے بعد اہلِ ایمان کے لئے چند ایک خصوصی نصیحتیں ہیں:

1- تمہاری اولاد اور بیویوں کے راستے شیطان تمہارے ساتھ دشمنی کرے گا۔ اس لئے ہوشیار رہنا۔

2- عفوو درگزر اور لوگوں کے گناہوں سے چشم پوشی کرو گے تو اللہ تعالیٰ بھی بخشنے والا ہے۔

3- مال اور اولاد تمہاری سوچ اور عمل کے مطابق تمہارے لئے جنت یا دوزخ کا باعث بنیں گے۔

4- اللہ سے ڈرو۔ اس کے احکام سنو اور اطاعت کرو۔

5- اللہ کی دی ہوئی دولت اس کی راہ میں خرچ کرو۔

اصل بات یہ ہے کہ مال و اولاد اللہ تعالیٰ کے راستے میں اس وقت رکاوٹ بنتی ہے جب اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں راسخ نہ ہوتی ہو۔ بالفاظ دیگر حبِ الٰہی اور اخلاص للہ کی دعوت دی جا رہی ہے اور اللہ کی راہ میں خرچ کی جانے والی دولت کو اللہ تعالیٰ آخرت میں کئی گنا اضافے کے ساتھ لوٹا دیں گے۔

طبیبِ عشق نے دیکھا مجھے تو فرمایا
ترا مرض ہے فقط آرزو کی بے نیشی

آنکس کہ ترا خواست جاں را چہ کند
فرزند و مال و خانماں را چہ کند

دیوانہ کنی ہر دو جہانش بخشی
دیوانہ تو ہر دو جہاں را چہ کند

Marfat

سورہ الطلاق (۶۵)

م

اس سورت میں طلاق کے احکام کی وجہ سے اس کا یہ نام رکھا گیا۔

مانۂ نزول

اس سورت کا نزول سورتِ بقرہ کے بعد ہوا تاکہ اس کے احکامِ معاشرت میں جہاں کہیں کوئی بات مجمل رہ گئی 'اس کی وضاحت ہو جائے۔

ضامین

سورہ بقرہ میں جو مسائل جواب طلب تھے یا ان میں عمل کے دوران میں کوئی ابہام محسوس کیا گیا' ان کی مزید ضاحت اس سورت میں کر دی گئی تاکہ عائلی قوانین کی تکمیل ہو جائے۔

سورۂ بقرہ میں مندرج عائلی احکام کا خلاصہ یوں ہے:

لف۔ خاوند اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے سکتا ہے۔

ب۔ ایک طلاق کی صورت میں دورانِ عدت میں خاوند رجوع کر سکتا ہے جبکہ دو طلاقوں کی صورت میں دورانِ عدت میں خاوند تجدیدِ نکاح کر سکتا ہے۔ لیکن اگر تین طلاقیں دے چکا ہو تو خاوند کے لئے رجوع یا تجدیدِ نکاح کا حق باقی نہیں رہتا تاآنکہ بیوی کسی اور خاوند سے نکاح کرے اور وہ خاوند اپنی مرضی سے طلاق دے۔

ج۔ جو عورت نکاح کے بعد خلوتِ صحیحہ کر چکے' اس کی طلاق کی صورت میں عدت تین حیض ہو گی اور اگر خلوتِ صحیحہ سے قبل ہی طلاق ہو جائے تو اس کے لئے کوئی عدت نہیں۔

د۔ اگر ایسی عورت کو طلاق ہو یا اس کا خاوند مر جائے جس کو حیض نہ آتا ہو تو اس کی عدت چار ماہ دس دن ہو گی۔

اس سورۃ میں طلاق دینے کے حکیمانہ اور مسنون طریقے کا ذکر کیا گیا ہے تاکہ حتی المقدور علیحدگی اور طلاق سے بچا جا سکے اور اگر خاوند بیوی کے درمیان علیحدگی لازم ہو چکی ہو اور اس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہ رہے تو طلاق دینے یا علیحدگی کا بہتر اور حکیمانہ انداز کیا ہونا چاہئے کیونکہ طلاق ایسی ضرورت ہے جو ناگزیر حالات میں ہی پوری ہونی چاہئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس ضمن میں فرمان ہے:

''حلال چیزوں میں سے ناپسندیدہ ترین چیز طلاق ہے۔'' کیونکہ طلاق کے بعد اولاد کی تربیت اور اس سے متعلقہ بے شمار معاملات معاشرتی زندگی میں پریشانی کا باعث بن جاتے ہیں۔

از فراقِ تلخ می گوئی سخن
ہر چہ خواہی کن ولیکن ایں مکن

.com

تفسیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

طلاق اور اُس کے بعد کے احکام

سورۃ کا آغاز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب سے ہے اور پھر آپ کے ذریعے سے چند اہم ترین اد
مسلمانوں کے لئے بیان فرمائے۔ اس میں طلاق' طلاق کے بعد عدت کے دوران میں نان و نفقہ کی ادائیگی کا حکم ہ
اس کے بعد اس عورت کی عدت کا ذکر ہے جس کا حیض بند ہو چکا ہے۔ فرمایا کہ ایسی عورت اگر مطلقہ یا بیو
جائے تو تین ماہ اس کی عدت ہوگی۔

عورتوں کے حقوق

اسلام نے عورتوں کے لئے بہترین حقوق تجویز کئے ہیں اور زمانۂ جاہلیت میں ان پر ہونے والی زیادتیوں کا از
کیا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لِيُنفِقْ ذُوْسَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ

"صاحبِ حیثیت کو اپنی حیثیت کے مطابق خرچ کرنا چاہئے۔" (طلاق: 7)

یعنی اپنی بیویوں پر حیثیت کے مطابق ضرور خرچ کیا جائے۔

جس طرح حقوق اللہ کی ادائیگی اور پاسداری ہم پر لازم ہے' اسی طرح حقوق العباد کا خیال رکھنا بھی انتہا
ضروری ہے۔ حقوق العباد میں خواتین کے حقوق بھی شامل ہیں۔ جس طرح حقوق اللہ کی محافظت نہ کرنے والوں
اللہ تعالیٰ کا عذاب آتا رہا ہے' اسی طرح حقوق العباد (خواتین کے حقوق) کو ادا نہ کرنے والوں کو بھی سخت تنبیہ ک
گئی ہے جس کا اندازہ اس سورت میں مذکور احکام سے لگایا جا سکتا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا
حِسَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا ○
فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا ○
اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا

Marfat

"اور بہت سی بستیوں کے رہنے والوں نے اپنے رب اور اس کے نبیوں کی سرکشی کی تو ہم نے ان کو سخت حساب میں پکڑ لیا اور ان پر ایسا عذاب نازل کیا جو نہ کسی نے دیکھا تھا نہ سنا۔ سو انہوں نے اپنے کاموں کی سزا کا مزہ چکھ لیا اور ان کا انجام نقصان ہی تو تھا۔ اللہ نے ان کے لئے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے۔"

(طلاق:8-9)

یعنی ہم نے پہلی بستیوں کو بھی ہلاک کیا تھا کیونکہ حقوقُ العباد کی ادائیگی بھی اسی طرح لازم اور ضروری ہے جس طرح حقوقُ اللہ کی۔ بلکہ یہ معاملہ اس سے بھی سخت تر ہے۔ اس کے بعد اہلِ دانش اور ان کے نیک انجام کا ذکر ہے اور سورۃ کا اختتام اللہ تعالیٰ کی قُدرت کے بیان پر ہے۔

.com

سورہ التحریم (۶۶)

نام

اس سورۃ میں واقعۂ تحریم کا ذکر ہے۔ اسی لئے اس کا نام تحریم ہے۔

زمانۂ نزول

9 ہجری میں اس کا نزول ہوا۔

مضامین

اس سورۃ میں چند اہم ترین مسائل کی طرف مسلمانوں کو متوجہ کیا گیا ہے:

1- پہلی آیت میں ایک قانون کا ذکر کیا گیا ہے کہ حلال و حرام اور جائز و ناجائز کی حد مقرر کرنے کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔کسی انسان حتیٰ کہ کسی نبی کو بھی یہ اختیار نہیں کہ وہ اللہ کی حدود اور حلال و حرام کے احکام میں از خود کوئی تبدیلی کر سکے۔

2- انسانی معاشرے میں مقامِ نبوت انتہائی اہم اور نازک ہے۔ وہ عمل جو عام انسانی زندگی میں اہمیت کا حامل نہیں ہوتا' ایسا عمل اگر نبی سے سرزد ہو جائے تو وہ قانون بن جاتا ہے۔ کیونکہ انبیاء کی سیرۃ و کردار اُمت کے لئے اسوہ اور قانون ہوتا ہے۔ اس لئے کہ انبیاء کے اعمال اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کا مظہر ہوتے ہیں۔

3- ایک قانون کی صورت میں ایک اور بات واضح ہوتی ہے کہ نبی کی عزت و تکریم بلکہ اطاعت و پیروی ایمان کا حصہ ہے۔ اس لئے اگر نبی سے کوئی سہو ہو جائے تو فوری طور پر اس کی اصلاح کر دی جاتی ہے کیونکہ اس کی زندگی اُمت کے لئے نمونہ اور قابلِ اطاعت اسوہ ہوتی ہے۔ اس سورۃ میں خاتم المعصومین سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں پیش آنے والے ایسے ہی ایک واقعے کی طرف اشارہ ہے اور یہ بات انبیائے کرام علیہم السلام کی عصمت پر واضح دلیل ہے۔

4- یہاں ایک اور قانون کا ذکر ہوا کہ ہر مومن کا عمل ہی آخرت میں اس کے لئے جزا و سزا کا سبب بنتا ہے۔ کسی بڑی اور معصوم ذات کے ساتھ نسبی تعلق آخرت میں مفید نہیں ہو سکتا جب تک اسے ایمان اور اتباعِ رسول کی سند حاصل نہ ہو۔ اسی طرح کسی گناہگار یا بدکار آدمی کے گناہ اس کے اعزاء و اقارب کے لئے نقصان دہ نہیں بشرطیکہ وہ لوگ اس کے گناہ میں اس کے ساتھ شریک یا معاون نہ ہوں۔ اس کے لئے اس سورۃ میں چار خواتین کے حالات بطور تمثیل مذکور ہیں:

at.com

الف۔ سیدنا نوح علیہ السلام اور سیدنا لوط علیہ السلام کی ازواج کو نبیوں کی بیویاں ہونے کے باوجود جہنم کا مستحق اس لئے قرار دیا گیا کہ انہوں نے ایمان قبول نہیں کیا تھا۔

ب۔ فرعون سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا بدترین دشمن تھا لیکن اس کی بیوی نے ایمان کے باعث اپنے لئے الگ راستہ منتخب کیا تو اس کو جنتی قرار دیا گیا۔

ج۔ سیدہ مریم علیہا السلام وہ عظیم خاتون ہیں جنہوں نے ہر قسم کی آزمائش و ابتلا میں اللہ کی رضائے کے سامنے سر تسلیم خم کیا۔ آپ کو ایسی حالت میں کہ آپ کنواری تھیں، معجزے کے ساتھ حاملہ کر دیا گیا تاکہ اس سے پیدا ہونے والے بچے کو منصب نبوت پا فائز کیا جائے۔ سیدہ مریمؑ نے ان تمام مصائب اور طعنوں کو رضائے الٰہی کے لئے قبول کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خصوصی انعام سے نوازا۔

د۔ ایک بات اشارتاً کہہ دی گئی کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو ظاہر وحی کے علاوہ بھی دوسرے علوم و معارف عطا فرماتے ہیں۔ اس سورۃ کی تیسری آیت میں فرمایا کہ "جب نبی نے اپنی بیویوں میں سے ایک کو راز کی بات بتائی اور اس بیوی نے یہ راز بعض دوسری بیویوں کے سامنے افشاء کر دیا۔ آپ نے جب اس بیوی سے افشاء راز کا سبب پوچھا تو وہ بیچاری حیران رہ گئی اور عالمِ حیرت میں اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ "مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا آپ کو یہ بات کس نے بتادی؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا:

قَالَ نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ ۝

"مجھے خوب علم رکھنے والی اور خوب خبر رکھنے والی ذات نے خبر دے دی ہے"

اس واقعے سے دو باتیں واضح طور پر معلوم ہوتی ہیں۔

1- وحیِ غیر متلو

قرآنِ مجید کے علاوہ بھی ایک خاص قسم کی وحی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پہ نازل ہوتی تھی جس کی طرف واضح اشارے تو قرآنِ مجید میں ملتے ہیں مگر اس وحی کے الفاظ نہیں ملتے۔ اب یہی بات کہ "مجھے باخبر اور علیم ذات نے یہ خبر دی ہے" ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر کسی نہ کسی طرح الفاظ و بیان یا قول و کلمہ کی شکل میں دی ہو گی۔ اب یہ قول اور یہ خبر ان الفاظ میں قرآنِ مجید میں کہیں بھی موجود نہیں ہے۔ خبر کا آنا تو قرآن سے ثابت ہے مگر خبر کے الفاظ قرآنِ مجید میں موجود نہیں ہیں۔ یعنی وحی کا آنا تو ثابت ہے مگر وہ وحی قرآنِ مجید سے الگ اور اس کے علاوہ ہے۔ اسے وحیِ غیر متلو کہتے ہیں۔ یہی وحیِ غیر متلو سُنّت کی بنیاد ہے۔

2- علمِ نبوت

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ ازواجِ مطہرات کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں عقیدہ تھا کہ انہیں ہر

بات کا از خود علم نہیں ہوتا جب تک کہ اللہ تعالیٰ وہ علم عطا نہ فرماتے یا بالفاظ دیگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ذاتی نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے استفسار پر کہ ان کا راز کیوں افشاء کیا گیا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی حیران رہ گئیں کہ آخر حضورؐ کو اس بات کا پتا کس طرح چل گیا اور انہوں نے ان الفاظ میں پوچھ ہی لیا: "مَنْ اَنْبَاَکَ ھٰذَا" "یا رسولَ اللہ! آپ کو کس نے اس بات کی خبر کر دی؟"

نیز اس سورت میں نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کُفّار و منافقین کے ساتھ سختی اور شدت کا معاملہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

Marfat

تفسیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مومن عورتوں کی صفات

سورۃ کے آغاز میں نبی آخر الزمان خاتم المعصومین علیہ التحیہ والتسلیم کے لئے چند ہدایات اور احکام ہیں اور اس کے بعد مومنہ عورتوں کے اوصاف مذکور ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّ اَبْكَارًا ۝

''مسلمان، ایماندار، فرمانبردار، توبہ کرنے والیاں، عبادت گزار اور روزہ رکھنے والیاں، کچھ بیوہ اور کچھ کنواریاں۔'' (التحریم:5)

اس آیتِ مبارکہ میں مذکور اوصاف مسلم خواتین کے لئے قابلِ تعریف ہیں اور عورت کی عظمت کی دلیل ہیں۔

آتشِ دوزخ سے بچو

اہلِ ایمان کو انجام بد سے بچنے اور اولاد کو بچانے کا حکم یوں دیا گیا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ

''اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آتش دوزخ سے بچاؤ۔ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اور اس پر تند خو اور سخت مزاج فرشتے مقرر ہیں۔'' (التحریم:6)

پھر اہلِ ایمان کو سچی توبہ کا حکم ہے اور فرمایا کہ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز رسوا نہ کرے گا اور یہ لوگ پل صراط سے تیز روشنی میں سکون و وقار کے ساتھ گزر جائیں گے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ؕ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا

.com

وَاغْفِرْ لَنَا ۚ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ○

"مومنو! اللہ کے آگے صاف دل سے توبہ کیا کرو۔ امید ہے کہ تمہارا رب تمہارے گناہ تم سے دور کر دے گا اور تم کو باغہائے بہشت میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں۔ اس روز اللہ تعالیٰ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھ مومنوں کو رسوا نہیں کرے گا۔ ان کا نور ان کے آگے اور داہنی طرف دوڑتا ہوگا اور وہ یوں دعا کرتے ہوں گے کہ اے ہمارے رب! تو ہمارے لئے نور پورا کر دے' اور ہمیں معاف کر دے' بلاشبہ تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔"

(التحریم: 8)

اس سورۃ میں کُفار و منافقین کے ساتھ جہاد اور سختی کا حکم بھی ہے اور سورۃ کا اختتام دو قسم کی خواتین کے ذکر کے ساتھ ہے۔ کافرہ و مشرکہ عورتوں کے ذکر میں نوح و لوط علیہما السلام کی بیویوں اور مومنہ عورتوں کے ذیل میں سیدہ مریم اور سیدہ آسیہ زوجۂ فرعون کا ذکر فرمایا اور ان دونوں پارسا خواتین کی سب سے بڑی صفت یہ بیان فرمائی کہ وہ فرمانبردار تھیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۚ وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ○

ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِّلَّذِينَ كَفَرُوا امْرَأَتَ نُوحٍ وَامْرَأَتَ لُوطٍ ۖ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتَاهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللَّهِ شَيْئًا وَقِيلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدَّاخِلِينَ ○

وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِّلَّذِينَ آمَنُوا امْرَأَتَ فِرْعَوْنَ إِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِي عِندَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِي مِن فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهِ وَنَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ○

وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهِ مِن رُّوحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمَاتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهِ وَكَانَتْ مِنَ الْقَانِتِينَ ○

"اے نبی! کافروں اور منافقوں سے لڑو' اور ان پر سختی کرو' اور اُن کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بُری جگہ ہے۔ اللہ نے کافروں کے لئے نوح کی بیوی اور لوط کی مثال بیان فرمائی ہے۔ یہ دونوں ہمارے دو نیک بندوں کے

نکاح میں تھیں اور دونوں نے ان کے ساتھ خیانت کی' تو وہ اللہ کے مقابلہ میں ان عورتوں کے کچھ کام نہ آئے' اور ان سے کہا گیا کہ اور داخل ہونے والیوں کے ساتھ تم بھی دوزخ میں داخل ہو جاؤ۔ اور اللہ نے ایک مثال مومنین کے لئے بیان فرمائی: وہ فرعون کی بیوی ہے۔ اس نے دُعا کی کہ اے میرے رب! میرے لئے بہشت میں ایک گھر بنا دے' اور مجھے فرعون اور اس کے اعمال سے بچا' اور ظالموں کے ہاتھ سے نجات عطا فرما۔ اور عمران کی بیٹی مریم کی مثال بیان فرمائی' جنہوں نے اپنی شرمگاہ کو محفوظ رکھا' تو ہم نے ان میں اپنی روح پھونکی' اور وہ اپنے رب کے کلام اور اس کی کتاب کی تصدیق کرتی تھیں' اور وہ فرمانبرداروں میں سے تھیں۔"

.com

سورہ الملک (۶۷)

نام

پہلی آیتِ کریمہ کے ایک لفظ کو نام قرار دیا گیا ہے۔

زمانہ نزول

یہ سورۃ مکی دور میں ہجرتِ حبشہ کے بعد نازل ہوئی۔

مضامین

اس سورۃ میں دین کی بنیادی تعلیمات بالاختصار مذکور ہیں تاکہ انسان کی آنکھوں پر پڑے ہوئے غفلت کے پردے ہٹائے جائیں اور مردہ ضمیر کو حیاتِ نو بخشی جائے۔

1- اس کائنات کی تدبیر و انتظام اور سلطنت کے بارے میں فرمایا کہ یہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کے قبضے میں ہے۔ اس کے اس نظام میں کوئی دوسرا حصہ دار یا شریک نہیں۔ نیز یہ کہ اللہ کی لامحدود قدرت اور اس کی حکمت کاملہ کا مظہر اتم یہ نظامِ کائنات ہے۔ اس کائنات کو اللہ تعالیٰ نے بلامقصد پیدا نہیں کیا۔

2- آخرت کے ہولناک تذکرے کے بعد فرمایا کہ بنی نوع انسان کو اس ہلاکت اور عذاب سے بچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کا سلسلہ جاری فرمایا تاکہ گمراہ انسان اپنا کردار درست کرکے آخرت کے عذاب سے بچ سکیں۔

3- اللہ تعالیٰ کے لازوال علم و قدرت کے ثبوت کے لئے دلائل بیان کئے گئے:۔

الف۔ اللہ تعالیٰ انسان کے سینے میں پوشیدہ رازوں سے بھی باخبر اور آگاہ ہے۔

ب۔ اس نے اپنی قدرتِ کاملہ کے ساتھ پرندوں کو فضا میں تھام رکھا ہے۔

ج۔ حیوانات اور دوسری مخلوقات بھی اس کی قدرت و عظمت پر لازوال دلیل ہیں بشرطیکہ انسان عقل و شعور اور بصیرت سے کام لے۔

د۔ اسی زمین سے انسان، حیوانات اور پرندوں تک کے لئے رزق کا انتظام اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔ ان سب کے بعد فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ زلزلے یا طوفان کے ذریعے سے اس سارے نظام کو تس نس کردے یا رزق کے اسباب معدوم کردے تو بتاؤ کہ تمہیں کون سی ہستی یہ اشیاء مہیا کرسکتی ہے؟

۴- موت کے بعد اللہ کے ہاں حاضری کے ذکر میں متنبہ کیا کہ نبیؐ تمہیں قبل از وقت سارے معاملات سے باخبر کر رہے ہیں۔ تمہارا یہ مطالبہ کہ یہ سب کچھ تمہیں ابھی دکھا دیا جائے، نامعقول ہے۔ یاد رکھو! جب تم ان مناظر کو

دیکھو گے تو حواس باختہ ہو جاؤ گے۔

5- اہلِ مکہ ایمان قبول کرنے کی بجائے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بد دعائیں کرتے ہیں۔ اس بارے میں فرمایا کہ اگر یہ سبھی مرجائیں یا سبھی بچ رہیں، تمہیں اس سے کیا فائدہ پہنچے گا؟ اور پھر خبردار کیا کہ موت کے بعد حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی کہ ہدایت یافتہ کون ہے اور گمراہ کون؟

6- سورۃ کے اواخر میں دعوت فکر ہے کہ حیات انسانی کا مدار پانی پر ہے۔ اگر پانی اس کائنات میں سے غائب ہو جائے تو کون سی ذات تمہارے لئے پانی مہیا کر سکتی ہے؟

اس سورۃ میں حُسنِ سلوک اور عدل و انصاف کا حکم دیا گیا ہے اور تکذیب کے انجام سے خبردار کیا گیا ہے۔

.com

تفسیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قدرتِ الٰہی اور جنات کا ذکر

اللہ تعالیٰ کی قدرت و عظمت کے ذکر سے آغاز ہے جس میں آسمان و زمین کی پیدائش' آسمان کا سہاروں کے بغیر قائم ہونا اور اس میں کسی قسم کا بھی شگاف یا دراڑ کا نہ ہونا اور آسمان کی زینت کے لئے ستاروں کی تخلیق کا ذکر ہے۔ اس مقام پر ان جنات کے لئے عذاب کا بھی ذکر ہے جن کا ذکر اس سے قبل سورۃ الاحقاف میں ہوا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ ○

"اور ہم نے ان ستاروں کو شیطان کو مارنے کا آلہ بنایا اور ان کے لئے دہکتی آگ کا عذاب بھی ہے۔"

(الملک: 5)

دوزخ کے عذاب کا ذکر

اور پھر فرمایا کہ ایسا ہی عذاب ان کافروں کے لئے بھی ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی ان نشانیوں کو دیکھیں اور ایمان نہ لائیں تو ان کے لئے عذاب کی ایک جھلک یوں بیان فرمائی گئی ہے:

اِذَآ اُلْقُوْا فِيْهَا سَمِعُوْا لَهَا شَهِيْقًا وَّهِيَ تَفُوْرُ ○
تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ۭ كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ
اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ ○
قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَاۗءَنَا نَذِيْرٌ ڏ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ
شَيْءٍ ښ

"جب وہ اس (عذاب) میں ڈالے جائیں گے تو اس (آگ) کا چیخنا چلانا سنیں گے اور وہ جوش مار رہی ہو گی گویا جوش کے مارے پھٹ پڑے گی۔ جب اس میں ان کی کوئی جماعت ڈالی جائے گی تو دوزخ کا داروغہ ان سے پوچھے گا کہ کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا؟ وہ کہیں گے: کیوں نہیں؟ ضرور ہمارے پاس ہدایت کرنے والا آیا لیکن ہم نے اس کو جھٹلایا اور کہا کہ اللہ نے تو کوئی چیز نازل ہی نہیں کی۔"

(الملک: 7 ،۸)

گویا اس بات کا حقیقی علم موت کے بعد ہوگا کہ عذابِ جہنم میں ڈالے جانے کا باعث یہ ہے کہ اللہ کے بھیجے ہوئے نبیوں کی بات کو غور سے سننے اور سمجھنے کی بجائے' اس سے بے توجہی برتتے اور جھٹلاتے رہے۔ پھر اس کے بعد وہ کافر حسرت و افسوس کرتے ہوئے کہیں گے:

وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ ○

"اور وہ یوں کہیں گے کہ اے کاش ہم ان کی بات کو مان لیتے تو آج اس طرح ذلت و رسوائی برداشت نہ کرنا پڑتی۔" (الملک:10)

اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں

اس کے بعد اہلِ ایمان کے لئے مغفرت و انعامات کا ذکر فرما کر اللہ تعالیٰ کی قدرت کی مزید نشانیاں بیان فرمائیں۔ اس میں زمین پر رستوں کا ہموار و نرم کرنا اور زمین سے رزق نکالنے کا تذکرہ ہے اور اس کے ساتھ فرمایا کہ یہ زمین جیسے تمہارے لئے رزق مہیا کرتی ہے' اسی طرح یہ زمین تم کو نگل بھی سکتی ہے۔ موت کے بعد تو ہر شخص زمین کا لقمہ ہی بنتا ہے مگر بہت دفعہ پہلی اقوام میں سے لوگوں کو زندہ ہی زمین میں دھنسا دیا گیا۔ تم اس سے بے خوف نہ ہو جاؤ۔ تمہارے ساتھ بھی ایسا ممکن ہے۔ تم کو تیز ہواؤں کے ذریعے سے بھی عذاب دیا جا سکتا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُولًا فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا وَكُلُوا مِن رِّزْقِهِ ۖ وَإِلَيْهِ النُّشُورُ ○
ءَأَمِنتُم مَّن فِي السَّمَاءِ أَن يَخْسِفَ بِكُمُ الْأَرْضَ فَإِذَا هِيَ تَمُورُ ○
أَمْ أَمِنتُم مَّن فِي السَّمَاءِ أَن يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ۖ فَسَتَعْلَمُونَ كَيْفَ نَذِيرِ ○

"وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو نرم رکھا' تو اس کی راہوں میں چلو پھرو اور اللہ کا دیا ہوا رزق کھاؤ اور (تم سب کو) اسی کی طرف زندہ ہو کر جانا ہے۔ کیا تم اس سے بے خوف ہو جو آسمان میں ہے کہ تم سب کو وہ زمین میں دھنسا دے اور وہ اس وقت حرکت کرنے لگے؟ کیا تم اس سے بے خوف ہو کہ جو آسمان میں ہے وہ تم پر کنکر بھری ہوا چھوڑ دے؟ سو عنقریب جان لوگے کہ میرا ڈرانا کیسا ہے!"

(الملک:15-17)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی کے طور پر پرندوں کا فضا میں اڑنا اور ٹھہرنا مذکور ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَوَ لَمۡ یَرَوۡا اِلَی الطَّیۡرِ فَوۡقَہُمۡ صٰٓفّٰتٍ وَّ یَقۡبِضۡنَ ؕۘ مَا یُمۡسِکُہُنَّ اِلَّا الرَّحۡمٰنُ ؕ اِنَّہٗ بِکُلِّ شَیۡءٍۭ بَصِیۡرٌ ○

"کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ پرندے ان کے سروں پر (اڑتے وقت) اپنے پروں کو پھیلائے رہتے ہیں اور ان کو سکیڑ بھی لیتے ہیں۔ اللہ کے سوا کوئی ان کو تھام نہیں سکتا' بلاشبہ وہ ہر چیز پر نظر رکھتا ہے۔"

(الملک:19)

اور سورة کے آخر میں دعوتِ فکر کے لئے ارشاد فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ ان نعمتوں کو تم سے چھین لے' زمین کا پانی خشک کر دے تو بتلاؤ کہ کون ایسی ہستی ہے کہ وہ تمہیں یہ نعمتیں دوبارہ مہیا کر سکے؟ ظاہر ہے جواب نفی میں ہو گا۔ اس لئے اس قادرِ مطلق ذات پر ایمان لا کر اس قسم کے عذاب سے چھٹکارا حاصل کرنے کی فکر کرو۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَمَّنۡ ہٰذَا الَّذِیۡ یَرۡزُقُکُمۡ اِنۡ اَمۡسَکَ رِزۡقَہٗ ۚ بَلۡ لَّجُّوۡا فِیۡ عُتُوٍّ وَّ نُفُوۡرٍ ○ اَفَمَنۡ یَّمۡشِیۡ مُکِبًّا عَلٰی وَجۡہِہٖۤ اَہۡدٰۤی اَمَّنۡ یَّمۡشِیۡ سَوِیًّا عَلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ○

"ایسا کون ہے جو تم کو رزق دے اگر اللہ اپنا رزق بند کر دے؟ لیکن یہ تو سرکشی اور نفرت پر اڑے ہوئے ہیں۔ کیا جو شخص منہ کے بل گرتا پڑتا چل رہا ہو وہ زیادہ منزلِ مقصود پر پہنچنے والا ہے یا وہ جو سیدھے راستے پر چل رہا ہو؟" (الملک:21-22)

at.com

.com

سورہ القلم (۶۸)

نام

اس سورۃ کے دو نام ہیں: "نٓ" اور "اَلْقَلَم"

زمانۂ نزول

یہ سورت مکی زندگی کے دورِ اوّل میں نازل ہوئی۔

مضامین

اس سورۃ کے مضامین کو تین حصّوں میں یوں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

الف۔ مخالفینِ مکّہ کے شبہات کا ازالہ۔

ب۔ مخالفینِ مکّہ کو نصیحت۔

ج۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اہلِ ایمان کو صبر و استقامت کی تلقین۔

الف۔ مخالفینِ مکّہ کے شبہات کا ازالہ

کُفارِ مکّہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیوانہ اور مجنون کہتے تھے۔ اس کے بارے میں فرمایا کہ جو کلام آپ پیش کر رہے ہیں، وہ اخلاق و کردار کی قدروں کا امین ہے اور یہ لوگ عنقریب آگاہ ہو جائیں گے کہ مجنون کون ہے اور عقلمند کون؟ مزید تنبیہ کے طور پر فرمایا کہ تمہاری اس بستی میں ایک ایسا شخص ہے جس کی بداخلاقی اور کردار سے تم آگاہ ہو۔ اسی طرح محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ کردار اور اخلاقِ حسنہ کے تم خود شاہد اور گواہ ہو۔

ب۔ مخالفینِ مکّہ کو نصیحت

ایک باغ والوں کی مثال بیان فرمائی کہ وہ ساری نعمتوں کے مل جانے کے باوجود ناقدری و ناشکری کرتے تھے۔ ان میں سے ایک شخص نے جب ان کو نصیحت کی تو انہوں نے اس نصیحت کو نہ مانا۔ جب سب کچھ تباہ ہو گیا تو وہ متنبہ ہوئے۔ اس مثال کے بعد اہلِ مکّہ کو تنبیہ کی کہ مجرموں اور فرمانبرداروں کا انجام ایک سانہ ہو گا بلکہ وہ لوگ جن کو اللہ کی عبادت کا حکم دیا جاتا ہے اور وہ انکار کر رہے ہیں، قیامت کے روز اگر یہ لوگ میدانِ حشر میں سجدہ ریز بھی ہونا چاہیں گے تو سجدہ ریز نہ ہو سکیں گے اور ان کو ذلّت و خواری کے انجام سے دوچار ہونا پڑے گا اور قیامت کے دن ان کا کوئی عُذر قابلِ قبول نہ ہو گا۔

Marfat

ج۔ نبیِ اکرمؐ اور اہلِ ایمان کو صبر و استقامت کی تلقین

سورت کے اواخر میں نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے رفقاء کو بتایا کہ دینِ حق کی راہ میں جو مصائب و مشکلات کو صبر و استقامت سے برداشت کرے گا' اس کا مرتبہ اللہ کے ہاں کس قدر بلند ہو گا۔ انسان فطری طور پر بہت جلد باز اور عام حالات میں جلد گھبرا جانے والا ہے۔ صحابہ کرامؓ بھی اپنے بے شمار فضائل کے باوجود انسان تھے۔ وہ بھی بعض موقعوں پر مشکلات و مصائب کو سامنے دیکھ کر گھبرا سکتے تھے۔ اس سورت میں صبر و استقامت کی تلقین سے ان کے دلوں کو مزید مضبوط اور حوصلہ مند بنایا جا رہا ہے۔ اس ضمن میں سیدنا یونس علیہ السلام کا واقعہ بھی اشارۃً مذکور ہے۔

اس سورۃ میں تسبیح و تقدیس کی عظمت اور ظلم و گمراہی کے انجام بد کو بطور خاص بیان کیا گیا ہے۔ ظلم و گمراہی کا انجام کس قدر عبرت ناک ہے!

تفسیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اخلاقی قدروں کی حفاظت

سورۃ کا آغاز قسمیہ کلمات سے ہے اور اس قسم کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا ذکر ہے اور پھر آپ کی ذاتِ گرامی سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ ۝ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُونٍ ۝
وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُونٍ ۝ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيمٍ ۝
فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُونَ ۝ بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُونُ ۝
اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ۝
فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِينَ ۝ وَدُّوا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُونَ ۝

"نٓ، قلم کی قسم ہے اور جو وہ لکھتے ہیں اس کی قسم ہے۔ کہ (اے محمدؐ) تم اپنے رب کے فضل سے دیوانے نہیں ہو۔ اور تمہارے لئے نہ ختم ہونے والا اجر ہے۔ اور تمہارے اخلاق اعلیٰ معیار پر ہیں۔ سو عنقریب تم بھی دیکھ لو گے اور یہ کافر بھی دیکھ لیں گے۔ کہ تم میں سے کون دیوانہ ہے؟ تمہارا رب اس کو خوب جانتا ہے جو اس کے رستے سے بھٹک گیا، اور ان کو بھی جانتا ہے جو سیدھے راستہ پر چل رہے ہیں۔ تو تم جھٹلانے والوں کا کہنا نہ ماننا۔ وہ چاہتے ہیں کہ تم نرمی اختیار کرو تو یہ بھی نرم ہو جائیں۔" (القلم: 1-9)

اس کے بعد اہلِ مکہ کی اخلاقی گراوٹ کا تفصیلی ذکر فرمایا جس میں اہلِ ایمان کے لئے تنبیہہ ہے کہ یہ لوگ اخلاق و عادات شرافت کے معیار سے بہت گرے ہوئے اور گھٹیا ہیں۔ ان سے ہر صورت میں بچنا لازم ہے کیونکہ ان اخلاق کے حامل لوگ ہدایت سے بہرہ ور نہیں ہو سکتے بلکہ ہدایت کے کلمات کو یوں تعبیر کرتے ہیں:

اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيرُ الْاَوَّلِينَ ۝ سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُومِ ۝

"جب اس کو ہماری آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو کہتا ہے کہ یہ پہلے لوگوں کے افسانے ہیں ہم عنقریب اس کی ناک پر داغ لگائیں گے۔" (القلم: 15-16)

باغ والوں کا واقعہ

اس کے بعد باغ والوں کی ایک مثال کا ذکر فرمایا ہے جو کھیتی کاٹنے کی غرض سے پہنچے مگر وہاں پہنچنے پر کھیتی

at.com

بربادی کا شکار ہو چکی تھی۔ اس پر ان کو ایک شخص نے یوں تنبیہہ کی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّن رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُونَ ۝ فَأَصْبَحَتْ كَالصَّرِيمِ ۝
فَتَنَادَوْا مُصْبِحِينَ ۝ أَنِ اغْدُوا عَلَىٰ حَرْثِكُمْ إِن كُنتُمْ صَارِمِينَ ۝
فَانطَلَقُوا وَهُمْ يَتَخَافَتُونَ ۝ أَن لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُم مِّسْكِينٌ ۝
وَغَدَوْا عَلَىٰ حَرْدٍ قَادِرِينَ ۝ فَلَمَّا رَأَوْهَا قَالُوا إِنَّا لَضَالُّونَ ۝
بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ ۝ قَالَ أَوْسَطُهُمْ أَلَمْ أَقُل لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُونَ ۝
قَالُوا سُبْحَانَ رَبِّنَا إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ ۝

"تو تمہارے رب کی طرف سے اس باغ پر ایک پھرنے والا پھر گیا اور وہ سو رہے تھے۔ تو وہ صبح ایسا ہو گیا جیسے کٹی ہوئی کھیتی۔ جب صبح ہوئی تو وہ ایک دوسرے کو پکارنے لگے: اگر تم کو کاٹنا ہے تو تم اپنے کھیت پر صبح سویرے ہی پہنچ جاؤ۔ تو وہ چل پڑے اور آپس میں آہستہ آہستہ کہتے جاتے تھے کہ آج یہاں تمہارے پاس کوئی فقیر نہ آنے پائے۔ اور چلے اپنے کو اس کے نہ دینے پر قادر سمجھ کر۔ پھر جب باغ کو دیکھا (تو ویران) کہنے لگے کہ ہم راستہ بھول گئے ہیں۔ (نہیں بلکہ ہم بدنصیب ہیں۔ ایک ان میں جو درمیانہ تھا' وہ بولا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ تم تسبیح کیوں نہیں کرتے؟ تو سب کہنے لگے کہ ہمارا رب تو پاک ہے' بلاشبہ ہم ہی قصوروار تھے۔" (القلم:19-29)

مگر اب ان کی تسبیح و تقدیس اور ان کی گریہ و زاری بے کار تھی کیونکہ عذابِ الٰہی کے ظہور و وقوع کے بعد یہ مناجات بے کار ہوتی ہے۔ اس استغفار و مناجات کا اصلی موقع عذاب کے ظہور سے پہلے امن کے دور میں ہوا کرتا ہے۔

حشر کا ایک منظر

اس کے بعد اہلِ تقویٰ کے جنت میں اعلیٰ مقامات کا ذکر ہے اور پھر حشر کی منظر کشی ان الفاظ میں فرمائی گئی ہے:

يَوْمَ يُكْشَفُ عَن سَاقٍ وَيُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُودِ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ ۝
خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۖ وَقَدْ كَانُوا يُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُودِ
وَهُمْ سَالِمُونَ ۝

"جس دن پنڈلی سے کپڑا اٹھا دیا جائے گا اور کفار سجدہ کے لئے بلائے جائیں گے تو سجدہ نہ کر سکیں گے۔ ان کی آنکھیں جھکی ہوں گی اور ان پر ذلت چھا رہی ہوگی۔ حالانکہ پہلے وہ سجدے کے لئے بلائے جاتے

تھے جبکہ وہ صحیح و سالم تھے۔" (القلم: 42-43)

اور اس وقت اللہ کے جلال کا یہ عالم ہو گا کہ اللہ ربّ العزت ارشاد فرمائیں گے :

فَذَرْنِیْ وَمَنْ یُّکَذِّبُ بِھٰذَا الْحَدِیْثِ ط

"مجھ کو اس کلام کے جھٹلانے والے کے ساتھ سمجھ لینے دو۔" (القلم: 44)

ایک دھوکے کا ازالہ

اس دنیا میں انسان اس دھوکے کا شکار ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اگر فوری طور پر میری گرفت نہیں کرتا تو یہ میری حقانیت کی دلیل ہے۔ اس کی بھی وجہ بیان فرمادی۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاُمْلِیْ لَھُمْ ط اِنَّ کَیْدِیْ مَتِیْنٌ ○

"اور میں ان کو مہلت دیئے جاتا ہوں اور میری تدبیر قوی ہے۔" (القلم: 45)

دین کے مبلّغ کے لئے ہدایت

اور اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور دین کے داعی کے لئے حکم دیا ہے کہ دین حق کی راہ میں آنے والے مصائب و مشکلات کو صبر و استقامت سے برداشت کرو۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَاصْبِرْ لِحُکْمِ رَبِّکَ وَلَا تَکُنْ کَصَاحِبِ الْحُوْتِ م اِذْ نَادٰی وَھُوَ مَکْظُوْمٌ ○
لَوْلَآ اَنْ تَدٰرَکَهٗ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ لَنُبِذَ بِالْعَرَآءِ وَھُوَ مَذْمُوْمٌ ○
فَاجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ○
وَاِنْ یَّکَادُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَیُزْلِقُوْنَکَ بِاَبْصَارِھِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّکْرَ
وَیَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ ○
وَمَا ھُوَ اِلَّا ذِکْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ ○

"اپنے رب کے حکم کے انتظار میں صبر کئے رہو اور مچھلی (کا لقمہ بننے) والے یونس کی طرح نہ ہونا' جبکہ انہوں نے (خدا کو) پکارا تو ان کا دل گھٹ رہا تھا۔ اگر ان کے رب کی نعمت ان کی مدد کو نہ پہنچ جاتی تو وہ چٹیل میدان میں ڈال دیئے جاتے اور ان کا حال برا ہو جاتا۔ پھر ان کے رب نے انکو برگزیدہ کیا اور ان کو نیکوکاروں میں (شامل) کر لیا اور قریب تھا کہ یہ کافر آپ کو یونہی اپنی نگاہوں سے پھسلا دیں۔ جب وہ

at.com

نصیحت کی کتاب سنتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ تو دیوانہ ہے۔ حالانکہ یہ قرآن تو سارے جہان والوں کے لئے نصیحت ہے۔" (القلم:48-52)

ان آیات میں سیدنا یونس علیہ السلام کے واقعے کی جانب اشارہ ہے جس کا کچھ ذکر سورۃ یونس میں بھی ہو چکا ہے اور اس کی روشنی میں داعی و مبلغ کو ہدایت کی گئی ہے کہ اگر قوم اپنے گناہوں پر نادم ہو جائے تو غصہ تھوک ڈالو اور قوم کی رہنمائی اور تربیت میں لگ جاؤ اور اگر قوم کے چند کوڑھ مغز لوگ اس دوران میں تمہارے ساتھ بد سلوکی کا مظاہرہ کریں تو بھی اس عالمگیر ہدایت کو لوگوں تک پہنچاتے رہو۔

Marf

سورہ الحاقہ (۶۹)

نام

سورۃ کا پہلا لفظ ہی علامتی نام قرار دیا گیا ہے۔

زمانۂ نزول

یہ سورت مکی زندگی کے دورِ اول میں نازل ہوئی۔

مسند احمد بن حنبل میں سیدنا عُمر رضی اللہ عنہ سے ایک روایت منقول ہے جس میں انہوں نے اپنے قبولِ اسلام کے واقعے کو خود بیان فرمایا ہے:

میں آخر رات طواف کی نیت سے حرمِ کعبہ میں داخل ہوا۔ میں نے دیکھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بیت اللہ کے سائے میں مصروفِ تلاوت ہیں۔ مجھے پہلی مرتبہ اس قدر قریب سے اور تنہائی میں اس کلام کو سننے کا موقع ملا۔ میں یہ سوچ کر کہ آپ مجھے دیکھ کر پریشان نہ ہوں' آپ کی مخالف سمت سے کعبے کے پردے کے اندر داخل ہو گیا اور سرکتا ہوا آپؐ کے عین سامنے پہنچ گیا۔ اب میرے اور آپؐ کے درمیان کعبے کے پردے کے علاوہ کوئی چیز حائل نہ تھی۔ آپ خشوع و خضوع کے ساتھ تلاوت فرما رہے تھے۔ میں کلام کی بلاغت سنتا رہا اور اس کلام کی عظمت اور شان پر حیرانی کے عالم میں غور بھی کرتا رہا۔ اچانک میرے ذہن میں خیال آیا کہ آپؐ واقعی عظیم شاعر ہیں جیسا کہ قریش کہتے ہیں۔ اس خیال کے آتے ہی آپؐ کے یہ الفاظ میرے کانوں سے ٹکرائے (جن کا ترجمہ یہ ہے۔) "یہ شاعر کا قول نہیں" اور اس آیت کے بعد آپ نے سکوت فرمایا تو میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ اگر یہ شاعر نہیں تو ضرور کاہن ہے۔ آپؐ کی زبان پر یہ الفاظ جاری ہو گئے "نہ یہ کاہن کا قول ہے" اس کے ساتھ ہی میں شش و پنج میں پڑ گیا کہ یہ شاعر و کاہن نہیں تو کیا ہے؟ پھر آپؐ کی زبان سے یہ الفاظ نکلے کہ "یہ ربُّ العالمین کی طرف سے اتارا گیا ہے۔" ان الفاظ کو سنتے ہی ایمان میرے دل میں گھر کر گیا۔

بعض روایات میں ہے کہ جب نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم عبادت سے فارغ ہو کر گھر کی جانب چلے تو میں بھی پیچھے پیچھے ہو لیا۔ جب آپؐ درِ اقدس کے قریب پہنچ گئے تو آپؐ نے آہٹ محسوس کی۔ مجھے تعاقب میں دیکھ کر پوچھا' عمرؓ کیا ارادہ ہے؟ عرض کیا کہ ایمان دل میں اتر چکا ہے۔ آپؐ نے میرے دل پر ہاتھ پھیرا تو ایمان کے نور نے میرے سارے جسم کو منور کر دیا۔

بعض مؤرخین نے ایک دوسرا واقعہ بھی بیان کیا ہے۔ دونوں واقعات سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ سیدنا عمرؓ نے جذباتی یا حادثاتی طور پر ایمان قبول نہیں کیا بلکہ پورے شعور اور فہم و فکر کے بعد ایمان قبول کیا۔ پھر ایسی جرأت و استقامت کا مظاہرہ کیا کہ ساری دنیا کے لئے باعثِ رشک بن گئے اور وہ مرادِ رسولؐ کہلائے۔

at.com

مضامین

اس سورت کے دو مضامین نمایاں ہیں:

الف۔ اوائل میں آخرت کے مناظر کی بھرپور عکاسی ہے۔ اس کے ساتھ یہ ذکر ہے کہ پہلے انبیاء کی اُمتوں کے سامنے بھی آخرت کا ذکر ہوتا تو وہ اس کی تکذیب کرتے تھے۔ یہ تکذیب عذابِ الٰہی کا سبب بنی اور ان کے آثار نشانِ عبرت کی صورت میں موجود ہیں۔ حشر کے مناظر کے تذکرے میں فرمایا کہ ہر شخص اپنا نامۂ اعمال اپنے ہاتھ میں اٹھائے ہو گا۔ نیک لوگ خوش ہوں گے جبکہ کافر و منکر غمگین اور پریشانی کے عالم میں مبتلا ہوں گے۔

ب۔ دوسرے حصے میں قرآنِ مجید کی حقانیت کا اظہار ہے۔ جیسا کہ سیدنا عمرؓ کے واقعے میں ہم ذکر کر چکے ہیں۔ قومِ عاد، ثمود اور فرعون کا ذکر عبرت کے لئے ہے جبکہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت اہلِ مکہ کے غلط نظریات کی بھی نفی ہے۔

قرآنِ حکیم کی حقانیت کا انکار ممکن نہیں۔ اہلِ عرب اپنے آپ کو دنیا کی فصیح ترین اور زبان آور قوم سمجھتے تھے اور اپنے مقابلے میں دوسرے لوگوں کو عجمی یعنی گونگے قرار دیتے تھے۔ اس کے باوصف وہ اپنی خواہش و کوشش کے باوجود قرآن کا انکار دل سے نہ کر سکے۔

مشہور واقعہ ہے کہ کسی نے کعبے کی ایک دیوار پر سورۂ الکوثر لکھ دی:

إِنَّآ أَعْطَيْنَٰكَ ٱلْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَٱنْحَرْ ۝
إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ ٱلْأَبْتَرُ ۝

عرب کے شعراء، ادباء اور خطباء دیر تک ان تین آیات کی فصاحت، بلاغت اور سلاست کا جائزہ لیتے رہے۔ آخر ان میں ایک آگے بڑھا اور اس نے ان آیتوں کے بعد یہ لکھ دیا کہ

لَيْسَ هٰذَا قَوْلُ الْبَشَرِ

"کہ یہ انسان کا کلام نہیں۔"

اس کے علاوہ اعجازِ قرآن کے کئی دیگر پہلو ہیں۔ کوئی آخر کب تک اور کس کس کا انکار کر سکتا ہے؟

تفسیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ کا آغاز قیامت کے ذکر اور وقوعِ قیامت کے حالات کے ساتھ ہے اور پھر حساب و کتاب کی کیفیت کی عکاسی فرمائی گئی ہے تاکہ انسان عقل و شعور سے کام لے کر راہِ راست کو اپنائے اور اپنی ہلاکت و بربادی کے اسباب اپنے ہی ہاتھوں پیدا نہ کرے۔

نامۂ اعمال اور انسان کی حالت

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ ۙ فَیَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِیَهْ ۚ
اِنِّیْ ظَنَنْتُ اَنِّیْ مُلٰقٍ حِسَابِیَهْ ۚ فَهُوَ فِیْ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ ۙ
فِیْ جَنَّةٍ عَالِیَةٍ ۙ قُطُوْفُهَا دَانِیَةٌ
كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِیْٓـًٔۢا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِی الْاَیَّامِ الْخَالِیَةِ
وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ فَیَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِیَهْ ۚ
وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِیَهْ ۚ یٰلَیْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِیَةَ ۚ
مَآ اَغْنٰی عَنِّیْ مَالِیَهْ ۚ هَلَكَ عَنِّیْ سُلْطٰنِیَهْ ۚ
خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ۙ ثُمَّ الْجَحِیْمَ صَلُّوْهُ ۙ
ثُمَّ فِیْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ؕ

"اس وقت جس کا نامۂ اعمال اس کے سیدھے ہاتھ میں دیا جائے گا' وہ کہے گا: لو دیکھو! پڑھو میرا نامۂ اعمال! میں سمجھتا تھا کہ مجھے ضرور اپنا حساب ملنے والا ہے۔ پس وہ دل پسند عیش میں ہو گا۔ وہ عالی مقام جنت' جس کے پھلوں کے گچھے جھکے پڑ رہے ہوں گے' اس میں ہو گا۔ ایسے لوگوں سے کہا جائے گا کہ مزے سے کھاؤ اور پیو اپنے ان اعمال کے بدلے جو تم نے گزرے ہوئے دنوں میں کیے ہیں اور جس کا نامۂ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ کہے گا: کاش! میرا نامۂ اعمال مجھے نہ دیا گیا ہوتا اور میں نہ جانتا کہ میرا حساب کیا ہے۔ کاش میری وہی موت جو دنیا میں آئی تھی' فیصلہ کن ہوتی! آج میرا مال میرے کچھ کام نہ آیا۔ میرا سارا اقتدار ختم ہو گیا۔ حکم ہو گا: "پکڑو اُسے اور اس کی گردن میں طوق ڈال دو۔ پھر

اسے جہنم میں جھونک دو اور پھر اس کو ستر ہاتھ لمبی زنجیر میں جکڑ دو۔" (الحاقہ:19-32)

اس کے بعد نظر آنے والی اور نظر نہ آنے والی چیزوں کی قسم کھا کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت کا ذکر فرمایا جیسا کہ ہم آغاز میں تفصیلاً تحریر کر چکے ہیں اور سورۃ کا اختتام تسبیح کے حکم پر ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ۝ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝
فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ ۝ وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ ۝
لَّا يَاْكُلُهٗٓ اِلَّا الْخَاطِـُٔوْنَ ۝ فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ ۝
وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ ۝ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۝
وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ۝
وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝
تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ۝
لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ۝ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ۝
فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ ۝ وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝
وَاِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِيْنَ ۝ وَاِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝
وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ ۝ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ۝

"یہ نہ تو اللہ جل شانہ پر ایمان لاتا تھا اور نہ فقیر کے کھانے کے لئے کسی کو ترغیب ہی دیتا تھا۔ سو آج اس کا یہاں کوئی حمایتی نہیں ہے اور نہ پیپ کے سوا کوئی کھانا ہے۔ اس کھانے کو سوائے گنہگاروں کے اور کوئی نہیں کھائے گا۔ تو قسم ہے ان چیزوں کی جو تم کو نظر آتی ہیں اور ان چیزوں کی جو تم کو نظر نہیں آتی ہیں کہ یہ قرآن پیغام ہے ایک معزز فرشتہ کا لایا ہوا اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں ہے مگر تم (لوگ) بہت ہی کم ایمان لاتے ہو اور نہ یہ کسی کاہن کا کلام ہے مگر تم بہت کم سمجھتے ہو۔ (یہ) اس نے اتارا ہے جو سارے جہان کا رب ہے۔ اور اگر وہ ہم پر ایک بات بھی بنا کر کہتے تو ضرور ہم ان سے قوت کے ساتھ بدلہ لیتے۔ پھر ہم ان کی رگِ گردن کاٹ ڈالتے۔ پھر تم میں سے کوئی ہمیں اس سے روکنے والا نہ ہوتا اور یہ کتاب تو پرہیزگاروں کے لئے نصیحت ہے اور ہم جانتے ہیں کہ تم میں سے بعض (اس کو) جھٹلانے والے ہیں اور بے شک کافروں کے لئے موجبِ حسرت ہے اور یہ تحقیقی یقینی بات ہے۔ تم اپنے رب کے نام کی پاکی بیان کرتے رہو، جو بڑی عظمت والا ہے۔" (الحاقہ:33-52)

سورہ المعارج (۷۰)

نام

ذِی الْمَعَارِج بطور صفتِ الٰہی ذکر ہوا۔ اسی میں سے علامتی نام اخذ کیا گیا۔

زمانۂ نزول

مکی زندگی کے دورِ اول میں نازل ہوئی۔

مضامین

کُفار جب روز قیامت، دوزخ اور جنت کا ذکر سنتے تو ان کا مذاق اڑاتے اور چیلنج کے انداز میں کہتے کہ تم سچے ہو تو جس عذاب کا وعدہ کیا جا رہا ہے، وہ عذاب لے آؤ۔ جواباً ارشاد فرمایا کہ عذاب کا انکار کرنے والوں پر عذاب ضرور آئے گا لیکن اس کے لئے اللہ کے ہاں وقت متعین ہے۔ جب عذاب آجائے گا تو کوئی بھی اس کو دور نہ کر سکے گا۔ اہل ایمان سے کہا گیا کہ ان کے مذاق پر آپ لوگ صبر کریں۔

یہ واضح کیا گیا کہ قیامت ہنسی کھیل نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جب کُفار قیامت کا ایک ہی منظر دیکھ لیں گے تو اپنے مال و دولت، اعزاء و اقارب تک فدیہ میں دے کر عذاب سے چھٹکارا حاصل کرنے کے خواہشمند ہوں گے، لیکن اس وقت یہ مجرم عذاب سے بچ نہ سکیں گے۔ کیونکہ ہر شخص کے انجام کا فیصلہ اس کے عقائد و اعمال کی بنیاد پر ہوگا۔ حق کا انکار کرنے والے اور آخرت کے منکرین جہنم کے مستحق ہوں گے۔ جبکہ اہل جنت کے اوصاف درج ذیل ہیں:

1- اللہ پر ایمان اور اس کے عذاب کا ڈر۔

2- آخرت پر ایمان۔

3- نماز کی پابندی۔

4- محتاج کی مالی اعانت۔

5- بے حیائی اور فحاشی سے بچنا۔

6- امانت اور عہد و پیمان کی حفاظت اور سچی گواہی دینا۔

ان دونوں طبقات اور ان کے انجام کے بعد اہلِ مکہ کو خبردار کیا گیا کہ اگر تم اس رسول کا ساتھ نہ دو گے اور اس کی تعلیمات کا مذاق اڑاؤ گے تو اللہ تعالیٰ اپنی سُنت اور ضابطے کے مطابق تم کو نیست و نابود کر دے گا اور ایک نئی قوم تمہاری جگہ لا کر کھڑی کر دے گا اور آخرت میں تم اس عذاب اور ذلت کا مشاہدہ کر لو گے جس کا آج تم مذاق اُڑا رہے ہو۔

تفسیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قیامت کے دن کی طوالت

سورۃ کا آغاز کفارِ مکہ کے ایک سوال سے ہے۔ وہ یہ پوچھا کرتے تھے کہ عذاب کب آئے گا؟ اس سلسلے میں فرمایا کہ وہ ایک دن یقیناً آکر رہے گا لیکن تم لوگ اس دن کی شدت کو برداشت نہ کر پاؤ گے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۙ لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ ۙ مِّنَ اللّٰهِ ذِى الْمَعَارِجِ ۗ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِىْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ

"ایک مانگنے والے نے اس عذاب کو مانگا جو واقع ہو گا۔ کافروں پر اس کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ وہ اللہ کی طرف سے ہو گا جو بلندیوں کا مالک ہے۔ اسی کی طرف تمام فرشتے اور روح الامین چڑھتے ہیں' (یہ عذاب) اس روز ہو گا جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہو گی۔" (المعارج: 1-4)

اور پھر فرمایا کہ ان کفار کا خیال ہے کہ وہ دن بہت دور ہے حالانکہ ہم اس کے قرب کا مشاہدہ کر رہے ہیں اور اس دن کی ایک عجیب کیفیت یہ ہے:

يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِىْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍۢ بِبَنِيْهِ ۙ وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِيْهِ ۙ وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِىْ تُـْٔوِيْهِ ۙ وَمَنْ فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ ثُمَّ يُنْجِيْهِ ۙ

"(اس روز) گناہگار خواہش کریگا کہ کسی طرح اس عذاب کے بدلے میں (سب کچھ) دے دے (یعنی) اپنے بیٹے' اپنی بیوی' اپنے بھائی اور اپنا خاندان جس میں وہ رہتا تھا اور جتنے آدمی زمین میں ہیں غرض سب کچھ دے دے اور اپنے آپ کو عذاب سے چھڑا لے۔" (المعارج: 11-14)

حوصلہ مند کون ہے؟

مال و اولاد جس کے لئے انسان اس دنیا میں سب کچھ کر گزرتا ہے' قیامت کے دن کی ہیبت دیکھتے ہی وہ سب

.com

کچھ دے کر فقط اپنے کو عذاب سے بچانا چاہے گا مگر ایسا نہ ہو سکے گا۔ پھر انسان کی کم حوصلگی کا ذکر فرمایا اور وضاحت کی کہ جو لوگ درج ذیل اوصاف سے متصف ہوں، وہ کم حوصلہ نہیں ہوتے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

إِلَّا الْمُصَلِّينَ ۝ الَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ ۝
وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُومٌ ۝ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ ۝
وَالَّذِينَ يُصَدِّقُونَ بِيَوْمِ الدِّينِ ۝
وَالَّذِينَ هُم مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِم مُّشْفِقُونَ ۝
إِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَأْمُونٍ ۝
وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ ۝
إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ۝

"مگر نماز ادا کرنے والے جو نماز کا التزام رکھتے ہیں (اور ناغہ نہیں کرتے) اور جن کے مال میں حصہ مقرر ہے مانگنے والوں کا اور نہ مانگنے والے کا اور جو روزِ جزا کو سچ سمجھتے ہیں اور جو اپنے رب کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ بے شک ان کے رب کا عذاب ہی ایسا ہے کہ اس سے بے خوف نہ ہوا جائے اور جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں مگر اپنی بیویوں اور لونڈیوں سے کہ ان کی بابت انہیں کچھ ملامت نہیں۔" (المعارج:22-30)

ان کے مزید اوصاف بیان ہوئے:

وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ ۝
وَالَّذِينَ هُم بِشَهَادَاتِهِمْ قَائِمُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ۝
أُولَٰئِكَ فِي جَنَّاتٍ مُّكْرَمُونَ ۝

"اور جو اپنی امانتوں اور وعدوں کا پاس کرتے ہیں اور جو اپنی شہادتوں پر قائم رہتے ہیں اور جو اپنی نماز کی خبر رکھتے ہیں۔ یہی لوگ جنت کے باغوں میں اعزاز و اکرام سے ہوں گے۔" (المعارج:32-35)

کفار کی بدحالی

ان کے مقابل کفار کی بد حالی کا ذکر یوں فرمایا:

يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ ۝ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِیْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ۝

"اس دن یہ قبروں سے نکل کر دوڑیں گے جیسے (شکاری) شکار کے جال کی طرف دوڑتے ہیں۔ ان کی آنکھیں جھکی ہوں گی اور ان پر ذِلّت چھا رہی ہو گی۔ یہی وہ دن ہے جس کا اُن سے وعدہ کیا جاتا ہے۔"

(المعارج:42-44)

Marf

سورہ نوح (۷۱)

نام

اس سورت میں نوح علیہ السلام کا تذکرہ ہے اور یہی اس کا علامتی نام ہے۔

زمانۂ نزول

یہ مکی زندگی کے اس دور میں نازل ہوئی جب قریشِ مکہ پہلی مرتبہ وفد لے کر ابو طالب کے پاس گئے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلیغِ دین سے روک لیں۔

مضامین

اہلِ مکہ کو تمثیلی زبان میں سمجھایا گیا کہ نوح علیہ السلام نے بھی تبلیغ کا آغاز اسی قسم کے مصائب و مشکلات کے دور میں کیا تھا جیسا کہ آج محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کیفیت ہے۔ اس سورۃ میں مرحلہ وار سیدنا نوح علیہ السلام کا ذکر ہے:

الف۔ منصبِ رسالت کی ذمہ داری۔

ب۔ دعوتِ حق کا آغاز اور اس کا طریقہ۔

ج۔ اس کے بعد عرصہ دراز تک حق کے خلاف قوم کا مزاحمت کرنا، ضد اور ہٹ دھرمی۔

د۔ جب نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے بغض و عناد کی انتہا کو دیکھا تو آپ ان سے مایوس ہو گئے اور اللہ تعالیٰ سے دُعا کی۔

ہ۔ اس دُعا کے بعد قوم پر عذابِ الٰہی اترا اور چند اہلِ ایمان کے سوا ساری قوم کو غرقاب کر دیا گیا۔ اس سورۃ میں سارے واقعات کا اجمالی خاکہ ہے جبکہ تفصیلات متفرق مقامات پر جستہ جستہ موجود ہیں۔

عام لوگوں کے مقابلے میں انبیاء اور رسل کو جو حوصلہ اور جو دل گردہ عطا ہوتا ہے، وہ عام مثالوں میں نظر نہیں آتا۔ حضرت نوح علیہ السلام صدیوں تک نہایت حوصلے اور محبت سے اپنی قوم کی اصلاح کے لئے انہیں سمجھاتے رہے۔ آخر وہ وقت بھی آگیا جب وہ اپنی قوم کی ضد اور ہٹ دھرمی سے ناامید ہو گئے اور ان کی زبان سے بددُعا کے الفاظ نکل ہی گئے۔ اب نبی کی بددُعا کیسے ٹل سکتی تھی؟ آخر قومِ نوحؑ کو غرقاب کر دیا گیا اور رہتی دنیا تک اس کے انجام کو عبرت بنا دیا گیا۔

اس سورت میں واقعات کی تفصیل نہایت عبرت انگیز ہے۔

تفسیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نوح علیہ السلام کا اظہار حق

سورۃ کا آغاز نوح علیہ السلام کی بعثت اور مقصدِ بعثت کے ساتھ ہے اور جب قوم کسی طور پر ماننے کو آمادہ نہ ہوئی تو آپ نے اللہ کے حضور التجا کی۔

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَّ نَهَارًا ۙ
فَلَمْ یَزِدْهُمْ دُعَآءِیْۤ اِلَّا فِرَارًا ۝

وَ اِنِّیْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْۤا اَصَابِعَهُمْ فِیْۤ اٰذَانِهِمْ وَ اسْتَغْشَوْا ثِیَابَهُمْ وَ اَصَرُّوْا وَ اسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ۚ
ثُمَّ اِنِّیْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ۙ ثُمَّ اِنِّیْۤ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَ اَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا ۙ

''اے رب! میں اپنی قوم کو رات دن (دین حق کی طرف) بلاتا رہا۔ لیکن میرے بلانے سے وہ اور زیادہ گریز کرنے لگے اور جب میں نے ان کو بلایا کہ وہ توبہ کریں تاکہ تو ان کو معاف کرے تو انہوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں دے لیں اور کپڑے اوڑھ لئے' اڑ گئے اور اکڑ بیٹھے۔ پھر میں ان کو کھلے طور پر بھی بلاتا رہا اور ظاہر و پوشیدہ ہر طرح سمجھاتا رہا۔'' (نوح:5-9)

استغفار کی عظمت

نوح علیہ السلام کے فریضۂ رسالت کی ادائیگی کے سلسلے میں انہماک ملاحظہ ہو اور اس اللہ تعالیٰ کے حضور استغفار کا جو ثمرہ انہوں نے بیان فرمایا' اس پر بھی غور فرمائیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۙ یُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْكُمْ مِّدْرَارًا ۙ
وَّ یُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِیْنَ وَ یَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّ یَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ۝

''پس میں نے ان سے کہا: اپنے رب سے معافی مانگو کہ وہ بڑا معاف کرنے والا ہے۔ وہ تم پر آسمان سے لگاتار بارش برسائے گا اور مال اور بیٹوں سے تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں باغ عطا کرے گا اور تمہارے لئے نہریں بہا دیگا۔'' (نوح:10-12)

ان آیات کی تشریح میں سیدنا حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ کا ایک واقعہ بہت ہی لطیف نکات کا حامل ہے۔ روایت ہے کہ حسن بصریؒ مجلس میں تشریف فرما تھے۔ جذب کا عالم تھا اور دُعا و مناجات کا ذکر ہو رہا تھا۔ ایک صاحب مجلس میں پہنچے اور عرض کیا کہ جس علاقہ سے میرا تعلق ہے وہ اور اس کا ملحقہ علاقہ بارانی ہے۔ اگر بارش نہ ہو تو سال بھر قحط کی حالت رہے گی' اس لئے آپ خود بھی دعا فرمایئے اور وظیفہ ارشاد فرمایئے۔ انہوں نے فرمایا کہ "کثرت سے استغفار کرو۔" اسی مجلس میں ایک اور سائل نے عرض کیا حضرت! غربت و تنگدستی اور قرض نے میرے گھر ڈیرا ڈال رکھا ہے۔ کوئی دعا یا وظیفہ بتایئے۔ انہوں نے فرمایا کہ "کثرت سے استغفار کرو۔"

ایک صاحب نے اسی نشست میں اپنے بے اولاد ہونے کی شکایت اور اولادِ نرینہ کی خواہش کی تو اسے بھی فرمایا کہ "کثرت سے استغفار کرو۔" ایک اور شخص عرض کرنے لگا کہ میرے باغات اجڑ چکے ہیں۔ انہوں نے اسے بھی تلقین کی کہ "کثرت سے استغفار کرو" ایک اور شخص آیا اور اپنا دکھڑا یوں سنایا کہ ہمارا نہری نظام برباد ہو چکا ہے تو اسے بھی جواب ملا کہ "کثرت سے استغفار کرو۔"

حاضرین کے چہروں سے تعجب اور حیرانی عیاں ہو چکی تھی۔ حضرت امام حسن بصریؒ نے ان کو خطاب فرمایا اور پوچھا کہ تمہاری پریشانی کا سبب کیا ہے تو سب نے عرض کیا کہ اتنے سارے مسائل اور ایک ہی جواب؟ انہوں نے جواباً متذکرہ آیت کی تلاوت فرمائی۔ بالفاظِ دیگر یوں کہئے کہ استغفار انسان کی جملہ حاجات کے لئے ایک گوہر نایاب ہے۔

اس کے بعد نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت جس انداز سے بیان فرمائی' وہ مذکور ہے مگر قوم تھی کہ اس کے لئے سارے دلائل اور ساری تقریریں بے کار تھیں کیونکہ وہ ضد و عناد کے اسی مقام پر کھڑے تھے کہ "میں نہ مانوں۔" تو نوح علیہ السلام نے اللہ کے حضور مناجات کی اور اس قوم کی ہلاکت و بربادی کی دعا کی جس کا اجمالی ذکر سورۃ الصّٰفّٰت میں اور اس دُعا کی قبولیت کے اثرات کا ذکر سورۃ ہود میں قدرے تفصیل کے ساتھ ہو چکا ہے۔ قصہ مختصر یہ کہ اس قوم پر ایسا عذاب آیا کہ ان کا نام و نشان تک مٹا دیا گیا۔ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کو بھی ان واقعات کے ذیل میں بتایا گیا کہ ہم نافرمان قوموں کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کرتے ہیں۔ یہاں پر اشارۃً قریش کو متنبہ کیا گیا ہے کہ تمہارا رویّہ بھی قومِ نوحؑ سے مختلف نہیں۔ اگر تم نے اللہ کی طرف رجوع نہ کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان نہ لائے تو تمہارا انجام بھی قومِ نوحؑ کے انجام سے مختلف نہ ہو گا۔

at.com

.com

سورہ الجن (۷۲)

نام

سورت میں جنّات کے قُرآن سننے اور اُن کے ردِّعمل کا ذکر ہے۔ اسی مناسبت سے "الجن" اس کا علامتی نام ہے۔

زمانۂ نزول

سورت کے مضامین میں اس قسم کے اشارات ہیں جن سے پتا چلتا ہے کہ سورۃ دورِ نبوت کے ابتدائی زمانے میں نازل ہوئی۔ اس سے قبل سورۃُ الاحقاف میں جنّات کے قُرآن سننے اور ایمان لانے کا ذکر ہو چکا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جنّات متعدد مرتبہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ دینِ حق سے آگاہی حاصل کر سکیں۔

جن کیا ہیں؟

بعض لوگوں نے اپنے محدود علم و مشاہدہ کی بنا پر بعض مفروضے قائم کیے جن میں سے ایک یہ مفروضہ بھی ہے کہ جن اشیاء کا ہم نے مشاہدہ نہیں کیا یا ہم مشاہدہ نہیں کر سکتے' ان کا خارج میں کوئی وجود ہی نہیں۔ حالانکہ یہ مفروضہ از خود غلط ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے انسان کا مطالعہ و مشاہدہ محدود ہے۔ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ انسان ان سب بدیہیات کا انکار کردے جن کو وہ اپنی کم علمی اور محدود مشاہدے کی بنا پر دیکھ نہیں پایا۔

جنّات کے بارے میں بھی بعض لوگوں کا یہی خیال ہے کہ ان کا خارج میں کوئی وجود نہیں حالانکہ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اس مخلوق اور اس کے کردار کا واضح ذکر موجود ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مخلوقات میں سے انسان کو مٹی اور جنّات کو آگ سے پیدا کیا گیا۔ نیز یہ کہ وہ جسمانی لطافت کے باعث انسان کو نظر نہیں آتے' بلکہ وہ انسان اور اس کے اعمال کا مشاہدہ کرتے رہتے ہیں۔ عالمِ بالا کی جانب ایک محدود مقام تک پرواز کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں جیسا کہ اس سورۃ کی شانِ نزول میں اس بات کا ذکر ہو رہا ہے۔ یہ غیر معمولی طاقت کے مالک ہوتے ہیں۔ ابلیس بھی اس نوع کا ایک فرد ہے جو گروہ ملائکہ کے ساتھ رہتا تھا اور آدمؑ کو سجدہ نہ کرنے کے باعث مردود قرار پایا۔

توہم پرست لوگوں نے اس غیر مرئی مخلوق کے بارے میں کچھ نظریات از خود گھڑ لئے ہیں جن کی تردید قرآن

at.com

مجید میں اس سورۃ کے اندر اور دیگر مقامات پر موجود ہے۔ ان غلط نظریات کی وجہ سے بعض لوگ ان کی پرستش کرنے لگے۔

شانِ نزول

بعض روایات میں ہے کہ بعثتِ نبویؐ سے قبل جنات عالمِ بالا کی جانب پرواز کرتے اور فرشتوں کے کلام کو سنتے تھے۔ اس میں کچھ جھوٹ ملا کر کاہنوں کو بتاتے اور کاہن اس میں کچھ مزید آمیزش کر کے لوگوں کو پیش گوئیاں کیا کرتے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد ان مقامات پر فرشتوں کو مامور کر دیا گیا' جہاں سے یہ جنات ان کا کلام سننے کی کوشش کرتے تھے اور وہ جنات کی آمد پر ان پر شہابِ ثاقب برساتے۔ جنات کی ایک جماعت معمول کی ایک پرواز پر تھی تو انہوں نے شہابِ ثاقب برستے دیکھے' اور فرشتوں کی نقل و حرکت کو دیکھ کر سمجھ گئے کہ زمین پر کوئی غیر معمولی واقعہ رونما ہو چکا ہے۔ جب وہ تلاش میں نکلے تو ایک مقام پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاوت میں مصروف پایا۔ وہ اس کو سن کر اس قدر متاثر ہوئے کہ انہوں نے ایمان قبول کر لیا۔ اسی واقعہ کو اس سورۃ میں ذکر کیا گیا ہے۔

مضامین

جنات نے تلاوت سننے کے بعد جو تاثرات اپنی قوم کے سامنے بیان کئے' ان میں سے چیدہ چیدہ باتیں انسانیت کی ہدایت و راہنمائی کے لئے اس سورۃ میں بیان کی گئیں۔ اس میں خاص طور پر شرک کی مذمت کی گئی ہے اور انسانوں کو تنبیہہ کی گئی کہ شرک کو چھوڑ کر توحید کو اپنا لیں تاکہ انوارِ الٰہی اور اس کی رحمتوں کی بارش ان پر نازل ہو۔ بصورتِ دیگر سخت عذاب کا شکار ہوں گے۔ نیز فرمایا کہ نبی کا کام پیغامِ الٰہی مخلوق تک پہنچانا ہے۔ وہ لوگوں کو نفع یا نقصان پہنچانے کا اختیار نہیں رکھتے اور نہ وہ اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں۔ آج اگر قوم کی مخالفت کے باعث نبی صلی اللہ علیہ وسلم بظاہر تمہیں بے یار و مددگار اور تنہا نظر آتے ہیں مگر عنقریب وہ وقت آنے والا ہے جب تم حقائق سے بہرہ ور ہو جاؤ گے تو تمہیں پتا چل جائے گا کہ نبیؐ بے یار و مددگار نہیں۔ اسی طرح نبیؐ اس بات کا مدعی بھی نہیں کہ وہ عالمِ غیب کے اسرار و رموز سے مکمل طور پر آگاہ ہے بلکہ عالمُ الغیب ہونا صرف اللہ تعالیٰ ہی کی شان ہے۔ نبیؐ کو اللہ تعالیٰ اپنی حکمتِ کاملہ کے ساتھ مخلوق میں سب سے زیادہ علوم و معارف عطا کرتا ہے تاکہ وہ فریضۂ رسالت کی ادائیگی کا حق ادا کر سکیں۔ نیز یہ کہ ان علوم کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچنے میں کسی قسم کی رکاوٹ یا مداخلت کا کوئی امکان نہیں۔

تفسیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آفات سے نجات کا سبب

جنات کے کلامِ الٰہی سننے اور اس کے عجائبات کے ذکر کے ساتھ سورۃ کا آغاز ہے اور پھر ان سلیم الفطرت جنات کے اس حقیقت پسندانہ تجزیہ کا ذکر ہے جس میں شرک کے سبب اور جن و انس کی بے راہ روی کا ذکر ہے اور اس گمراہی کا انجام بھی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوا إِنَّا سَمِعْنَا
قُرْآنًا عَجَبًا ۝
يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ ۖ وَلَن نُّشْرِكَ بِرَبِّنَا أَحَدًا ۝
وَأَنَّهُ تَعَالَىٰ جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَلَا وَلَدًا ۝
وَأَنَّهُ كَانَ يَقُولُ سَفِيهُنَا عَلَى اللَّهِ شَطَطًا ۝
وَأَنَّا ظَنَنَّا أَن لَّن تَقُولَ الْإِنسُ وَالْجِنُّ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا ۝
وَأَنَّهُ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْإِنسِ يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوهُمْ رَهَقًا ۝
وَأَنَّهُمْ ظَنُّوا كَمَا ظَنَنتُمْ أَن لَّن يَبْعَثَ اللَّهُ أَحَدًا ۝
وَأَنَّا لَمَسْنَا السَّمَاءَ فَوَجَدْنَاهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيدًا وَشُهُبًا ۝
وَأَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ۖ فَمَن يَسْتَمِعِ الْآنَ يَجِدْ لَهُ
شِهَابًا رَّصَدًا ۝
وَأَنَّا لَا نَدْرِي أَشَرٌّ أُرِيدَ بِمَن فِي الْأَرْضِ أَمْ أَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ۝
وَأَنَّا مِنَّا الصَّالِحُونَ وَمِنَّا دُونَ ذَٰلِكَ ۖ كُنَّا طَرَائِقَ قِدَدًا ۝
وَأَنَّا ظَنَنَّا أَن لَّن نُّعْجِزَ اللَّهَ فِي الْأَرْضِ وَلَن نُّعْجِزَهُ هَرَبًا ۝
وَأَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدَىٰ آمَنَّا بِهِ ۖ فَمَن يُؤْمِن بِرَبِّهِ فَلَا يَخَافُ
بَخْسًا وَلَا رَهَقًا ۝

at.com

وَّ اَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ ؕ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ۞ وَ اَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ۞ وَّ اَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا ۞ لِّنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ؕ وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ۞

"(اے نبیؐ!) لوگوں سے کہہ دو کہ میرے پاس وحی آئی ہے کہ جنوں کی ایک جماعت نے قرآن سُنا تو کہا کہ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا جو بھلائی کا راستہ بتاتا ہے۔ سو ہم اس پر ایمان لے آئے اور ہم اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گے اور یہ کہ ہمارے رب کی شان بہت بڑی ہے' وہ نہ بیوی رکھتا ہے نہ اولاد اور یہ کہ ہم میں سے بہت سے جو بیوقوف ہیں اللہ کے بارے میں جھوٹ افترا کرتے ہیں۔ اور ہمارا یہ عقیدہ تھا کہ انسان اور جن اللہ کے بارے میں جھوٹ نہیں بولتے اور یہ کہ بعض آدمی جنوں کی پناہ لیا کرتے تھے تو اس سے ان کی سرکشی اور زیادہ ہو گئی۔ اور یہ کہ ان کا بھی یہ عقیدہ تھا جس طرح تمہارا عقیدہ تھا کہ اللہ کسی کو دوبارہ زندہ نہیں کرے گا اور یہ کہ ہم نے آسمان کو ٹٹولا تو اس کو مضبوط چوکیداروں اور انگاروں سے بھرا ہوا پایا اور یہ کہ ہم وہاں بہت سے مقامات میں خبریں سننے کے لئے بیٹھا کرتے تھے تو اب کوئی سننا چاہے تو اپنے لئے انگارا تیار پائے اور یہ کہ ہمیں معلوم نہیں کہ اس سے اہلِ زمین کے حق میں برائی مقصود ہے یا ان کے رب نے ان کی بھلائی کا ارادہ کیا ہے۔ اور یہ کہ ہم میں کوئی نیک ہیں اور کوئی اور طرح کے' ہمارے کئی طرح کے مذہب ہیں۔ اور یہ کہ ہم نے یقین کر لیا ہے کہ ہم زمین میں اللہ کو ہرا نہیں سکتے اور نہ بھاگ کر اس کو تھکا سکتے ہیں۔ اور جب ہم نے ہدایت کی یہ کتاب سُنی تو اس پر ہم ایمان لے آئے۔ جو شخص اپنے رب پر ایمان لاتا ہے تو اس کو نہ تو کوئی نقصان کا ڈر ہوتا ہے' نہ ظلم کا۔ اور یہ کہ ہم میں بعض فرمانبردار ہیں اور بعض نافرمان' تو جو فرمانبردار ہو گئے تو انہوں نے بھلائی کا راستہ تلاش کر لیا اور جو گنہگار ہیں وہ دوزخ کا ایندھن ہیں۔ اور اگر یہ لوگ سیدھے راستہ پر چلتے تو ہم ان کو پینے کا پانی بہت سا دیتے تاکہ اس سے اس کی آزمائش کریں۔ اور جو شخص اللہ کی یاد سے منہ موڑے گا تو اس کو سخت عذاب میں داخل کرے گا۔" (الجن: 1-17)

تعمیرِ مساجد کی غرض

گویا ذکرِ الٰہی ہر طرح کی دُنیوی اور اُخروی آفات سے نجات کا ذریعہ ہے اور اسی ذکرِ الٰہی کے لئے مساجد کی تعمیر کا حکم دیا گیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَّ اَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ۞

"اور یہ مسجدیں اللہ ہی کی ہیں تو اللہ کے ساتھ کسی اور کی عبادت نہ کرو۔" (الجن:18)

اس آیت میں گویا مسجد کی تعمیر کی غرض و غایت بھی بیان ہو گئی۔ اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلانِ توحید ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا ۝
قُلْ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ۝
قُلْ اِنِّيْ لَنْ يُّجِيْرَنِيْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ڏ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ۝
اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِسٰلٰتِهٖ ۭ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ
نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۝
حَتّٰٓي اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّاَقَلُّ عَدَدًا ۝
قُلْ اِنْ اَدْرِيْٓ اَقَرِيْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ يَجْعَلُ لَهٗ رَبِّيْٓ اَمَدًا ۝
عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰي غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ۝
اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ
خَلْفِهٖ رَصَدًا ۝
لِّيَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَاَحْصٰى
كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا ۝

"کہہ دیجئے کہ میں تو اپنے رب ہی کی عبادت کرتا ہوں اور کسی کو اس کا شریک نہیں بناتا۔ کہہ دیجئے کہ میں تمہارے حق میں نقصان اور نفع کا کچھ اختیار نہیں رکھتا۔ کہہ دیجئے اللہ کے عذاب سے مجھے کوئی پناہ نہیں دے سکتا اور میں اس کے علاوہ کہیں پناہ گاہ بھی نہیں دیکھتا۔ ہاں اللہ کی طرف سے احکام اور اس کے پیغام کا پہنچا دینا میرے ذمے ہے اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو ان کے لئے جہنم کی آگ ہے، وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ یہاں تک کہ جب یہ لوگ دیکھ لیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے تب ان کو معلوم ہو جائے گا کہ کس کے مددگار کمزور ہیں اور کس کی گنتی کم ہے۔ کہہ دیجئے کہ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے، میں نہیں جانتا کہ وہ جلد آنے والا ہے یا میرے رب نے اس کی مدت اور بڑھا دی ہے۔ وہی غیب کی باتیں جاننے والا ہے اور کسی پر غیب ظاہر نہیں کرتا۔ ہاں اسے جس کو وہ اپنے رسولوں میں سے پسند کرے۔ اس کے آگے پیچھے نگران مقرر کر دیتا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ انہوں نے اپنے رب کے پیغام پہنچا دیے ہیں اور اس نے ان کی سب چیزوں کو ہر طرف سے قابو کر رکھا ہے اور

at.com

ایک ایک چیز گن رکھی ہے۔" (الجن:18)

اصلاحِ عقیدہ - چند اہم مسائل

آیاتِ مذکورہ میں چند مسائل کو خاص طور پر بیان کیا گیا ہے:

1- "(اے پیغمبرؐ!) کہہ دو کہ میں کسی کے لئے نفع و نقصان کا اختیار نہیں رکھتا۔"

اس آیت میں اصل حقیقت بڑی وضاحت کے ساتھ بیان ہو گئی لیکن دورِ حاضر کے بعض گمراہ شُعراء نے عقیدے کے بگاڑ کے لئے اس قسم کے اشعار زبان زدِعام کرنے کی سعی کی:

اللہ کے پلے میں وحدت کے سوا کیا رکھا ہے؟
جو کچھ ہمیں لینا ہے لے لیں گے محمدؐ سے

2- اس کے بعد اعلان کروایا کہ "اللہ تعالیٰ کے عذاب سے مجھے کوئی پناہ نہیں دے سکتا" جبکہ ایک گمراہ شاعر نے یوں کہہ دیا:

خدا جس کو پکڑے چھڑا لے محمدؐ
محمدؐ کے پکڑے چھڑا کوئی نہیں سکتا

3- اس کے بعد یہ اعلان کروایا کہ قیامت کے وقوع کا علم مجھے بھی نہیں۔ یہ اللہ جانتا ہے کہ وہ جلد واقع ہو گی یا مدتِ دراز کے بعد۔ کیونکہ یہ ان باتوں سے ہے جن کا علم اللہ تعالیٰ نے کسی کو نہیں دیا۔ ہاں جس قدر باتیں وہ چاہتا ہے' اپنے رسولوں کو وحی کے ذریعے بتا دیتا ہے تاکہ ان تعلیمات کے ذریعے یہ انبیاء لوگوں کو گمراہی سے بچنے کی تلقین کریں۔"

قرآنی آیات میں عقائد کی وضاحت اور شعراء کی گمراہی کے اس تقابل کے بعد اس حقیقت کو تسلیم کر لینا چاہئے کہ شعراء کے کلام میں عدم توازن اور بے احتیاطی غلبہ حاصل کرتی جاتی ہے۔ اس لئے شعراء کے کلام کو نظرانداز کر کے قرآنی علوم کی جانب متوجہ رہنا چاہئے۔ امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ نے اسی موقع کے لئے کیا خوب بات کہی۔

"کہ اگر شعر گوئی علماء کے لئے عیب نہ ہوتی تو میں لبید (ایک بہت بڑا شاعر) سے بھی بڑا شاعر ہوتا۔"

Marf

سورہ المزمل (۷۳)

نام

پہلی آیت کا ایک لفظ ہی نام قرار دیا گیا۔

زمانۂ نزول

اس سورۃ کا پہلا حصہ مکہ معظمہ میں اور آخری آیات مدینہ منورہ میں نازل ہوئیں۔

مضامین

منصبِ نبوت پر آپ کے فائز کئے جانے کے بعد ایک عرصے تک تبلیغ پوشیدہ اور انفرادی طور پر ہوتی تھی۔ پھر حکم دیا گیا کہ "جو حکم دیا ہے اس کو کھول کر بیان کریں" تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے علانیہ تبلیغ کا آغاز کیا اور آپ پر مصائب و مشکلات کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ اس لئے فرمایا گیا کہ آپ پر بھاری ذمہ داری ڈالی گئی ہے۔ اس کی تکمیل کے لئے جس ہمت و طاقت کی ضرورت ہے' اس کے لئے آپ راتوں کو قیام کیا کریں اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کیا کریں کیونکہ کائنات کا نظام چلانے کی ساری تدبیریں اللہ تعالیٰ ہی کرتا ہے۔ اس لئے آپ اپنے معاملات کو اللہ کے حوالے کر کے دشمنوں کے منصوبوں سے بے نیاز ہو کر فریضۂ رسالت کی ادائیگی میں منہمک رہیں۔

اہلِ مکہ کو خبردار کیا گیا کہ اگر تم نے اس رسول کی مخالفت ترک نہ کی تو فرعون کا معاملہ تمہارے سامنے بطور عبرت کے موجود ہے کہ اس نے بھی اللہ کے نبی موسیٰ علیہ السلام کی مخالفت پر کمر باندھ رکھی تھی اور موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو ہر طرح ستایا۔ انجامِ کار اس کو عذابِ الٰہی کا شکار ہونا پڑا۔ اگر تم بھی فرعون کی راہ پر چلے تو تمہارا انجام بھی ان سے مختلف نہ ہوگا۔ البتہ اس میں تاخیر ممکن ہے۔ چاہے یہ سخت ترین عذاب تم قیامت کے روز ہی دیکھو۔

دوسرے حصے میں (جو مدینہ میں نازل ہوا) راتوں کو نماز میں تخفیف کی اجازت دی گئی۔ البتہ عام مسلمانوں کو **پنجگانہ** نمازوں کا اہتمام کرنے اور پابندی سے ادائیگی کا حکم دیا گیا۔ نیز فریضہ زکوٰۃ کی ادائیگی اور ہر کارِ خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی تلقین کی گئی۔ قتال کا حکم دیا گیا اور فرمایا گیا کہ تمہاری نیکیاں اور بھلائیاں آخرت میں تمہارے کام آئیں گی۔ کیونکہ یہ دنیا ہر ذی نفس کو چھوڑ دینی ہے اور اس بھلائی کا اجر عظیم اللہ تعالیٰ آخرت میں دیں گے۔

نزولِ قرآن سے پہلے مختلف پیغمبروں کی جن قوموں پر وقتاً فوقتاً عذاب آیا اور وہ قومیں لقمۂ اجل بن کر ہمیشہ

ہمیشہ کے لئے اس صفحۂ ہستی سے نیست و نابود ہو گئیں' ان کا ذکر قرآن میں مختلف جگہوں پر موجود ہے۔

اس سورت میں فرعون کے انجام کا ذکر ہے جو انتہائی عبرت انگیز تھا۔ پہلی بعض ہلاک شدہ قوموں کی طرح اہلِ مکہ بھی اپنی ضد اور ہٹ دھرمی میں کچھ کم نہ تھے۔ گزشتہ اقوام کے عبرتناک تذکروں سے ان کو سمجھانا مقصود تھا لیکن اس کے باوصف ابو جہل و ابو لہب اور اس قبیل کے جغادری سرداروں کو نہ ایمان لانا تھا اور نہ وہ لائے۔ جس کا انجام آخر وہ ایک دن بھگت کر رہیں گے۔

الختصر اس سورت میں مسلمانوں کی انفرادی اور اجتماعی تربیت و تزکیہ کا ایک جامع پروگرام ہے جس کے اہم اجزاء درج ذیل ہیں:

1- قیامُ اللّیل

2- قیام کے دوران قرآنِ مجید کی ترتیل (تدبّر اور تذکّر) کے ساتھ تلاوت اور تلاوت کے دوران اللہ تعالیٰ سے مناجات اور گریہ و زاری۔

3- قیامُ اللّیل اور تلاوت کے راستہ تزکیہ اور راست بازی کا حصول۔

۴- اللہ تعالیٰ کے نام کا ذکر اور اس کی کثرت۔

5- غیر اللہ سے قلبی تعلق کاٹ کر اللہ تعالیٰ کی ذات کو محبوبِ حقیقی بنانا' اسے اپنی حقیقی منزل ٹھہرانا اور زندگی کے تمام اعمال اس کی رضا کی خاطر کرنا (الاخلاص للہ)

6- تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ کو کارساز ٹھہرانا اور صرف اسی پر بھروسہ کرنا۔

7- کُفّار کی ریشہ دوانیوں' سازشوں اور بدکلامیوں کی طرف توجہ دینے کی بجائے ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینا۔

تفسیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قیام اللیل کے لئے ہدایت

پہلی وحی کے بعد گھر آکر آپ نے حضرت خدیجہؓ سے فرمایا تھا کہ مجھے کپڑا اڑھادو' جب یہ الفاظ نازل ہوئے تو اس وقت آپ چونکہ کپڑا اوڑھے ہوئے تھے تو اسی مناسبت سے ان الفاظ سے خطاب کیا گیا۔

يَآ أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝

"اے (محمدؐ) جو کپڑے میں لپٹ رہے ہو۔"

اس کے بعد آپ کو رات کے قیام کے لئے ہدایات دی گئیں کیونکہ آپؐ کا معمول تھا کہ آپؐ رات بھر اللہ کی عبادت میں گزارتے تو ارشاد فرمایا کہ آدھی رات یا اس سے کچھ کم رات آپ قیام فرمایا کریں لیکن اس میں اہم بات قرآن پاک کی تلاوت سے متعلق فرمائی گئی۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ۝

"اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرو۔" (المزمل:4)

اس کے بعد دوسرا اہم حکم ہوا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ۝
رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ۝

"اور اپنے رب کے نام کا ذکر کرو اور ہر طرف سے بے تعلق ہو کر اس کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ وہی مشرق و مغرب کا مالک ہے اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ اسی کو اپنا کارساز بناؤ۔" (المزمل 8-9)

نصیحت نامہ

اور اگر مخلوق سے بے تعلقی کے سبب کفار کی جانب سے کوئی خدشہ ہو تو ہم خود ان کا انتظام کریں گے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِیْلًا ۝
وَذَرْنِیْ وَالْمُکَذِّبِیْنَ اُولِی النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِیْلًا ۝
اِنَّ لَدَیْنَآ اَنْکَالًا وَّجَحِیْمًا ۝ وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا اَلِیْمًا ۝
یَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ وَکَانَتِ الْجِبَالُ کَثِیْبًا مَّهِیْلًا ۝

"اور جو باتیں یہ لوگ کہتے ہیں، ان کو برداشت کرو اور اچھے طریق سے کنارہ کش ہو جاؤ اور مجھے اور ان جھٹلانے والوں کو جو دولت مند ہیں، سمجھ لینے دو اور ان کو تھوڑی سی مہلت دے دو۔ کچھ شک نہیں کہ ہمارے پاس بیڑیاں ہیں اور بھڑکتی آگ اور گلوگیر کھانا اور درد دینے والا عذاب ہے جس دن زمین اور پہاڑ کانپنے لگیں گے اور پہاڑ ریت کے ٹیلے کی مانند ہو جائیں گے۔" (المزمل:10-14)

اور اگر یہ لوگ ان حقائق کو دیکھنے اور سمجھنے کے باوجود بھی حقیقت پسندانہ رویہ اختیار نہ کریں تو فرعون کی بربادی و ہلاکت کی مثال ان کو مدِّ نظر رکھنا چاہیے اور اگر معقول رویہ اختیار کریں تو قرآن اُن کے لئے راہِ نجات ہے۔

اِنَّ هٰذِهٖ تَذْکِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰی رَبِّهٖ سَبِیْلًا ۝

"یہ قرآن تو نصیحت ہے سو جو چاہے اس کے ذریعے اپنے رب تک پہنچنے کا راستہ اختیار کرے۔"

(المزمل:9)

تلاوتِ قرآن کا ادب

اس کے بعد ایک طویل آیت ہے جو مدینہ منورہ میں نازل ہوئی۔ اس میں تلاوتِ قرآن کے لئے ایک ادب کا ذکر ہے۔ یعنی قرآن کی تلاوت نشاط اور تازگی کے ساتھ ہونا چاہئے قرآنِ پاک سے جس قدر آسانی سے تلاوت ہو سکے کافی ہے، مشقت یا تکلف اس میں نہ ہونا چاہئے۔ اس کے بعد تلاشِ معاش کی عظمت، نماز و زکوۃ کے اہتمام اور جہاد کی فضیلت کا ذکر ہے اور سورۃ کے اختتام سے قبل استغفار کا حکم دیا گیا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ رَبَّكَ یَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰی مِنْ ثُلُثَیِ الَّیْلِ وَنِصْفَهٗ وَ
ثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِیْنَ مَعَكَ ؕ وَاللّٰهُ یُقَدِّرُ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ ؕ
عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَیْکُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ؕ
عَلِمَ اَنْ سَیَکُوْنُ مِنْکُمْ مَّرْضٰی ۙ وَاٰخَرُوْنَ یَضْرِبُوْنَ فِی الْاَرْضِ
یَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۙ وَاٰخَرُوْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۖ

فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ لا وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ
اَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ؕ وَ مَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ
تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّ اَعْظَمَ اَجْرًا ؕ وَ اسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ
اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○

"بیشک تمہارا رب خوب جانتا ہے کہ تم اور تمہارے ساتھ کے لوگ (کبھی تو) دو تہائی رات کے قریب اور (کبھی) آدھی رات اور (کبھی) ایک تہائی رات قیام کرتے ہیں اور اللہ تو رات اور دن کا اندازہ رکھتا ہے۔اس نے معلوم کرلیا کہ تم اس کو نباہ نہ سکو گے' تو اس نے تم پر مہربانی کی' پس جتنا آسانی سے ہو سکے اتنا قرآن پڑھ لیا کرو۔ اس نے جان لیا کہ بعض تم میں بیمار ہیں اور بعض معاش کی تلاش میں ملک میں سفر کرتے ہیں اور بعض اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں تو جتنا آسانی سے ہو سکے اتنا پڑھ لیا کرو اور نماز کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو اور اللہ کو قرضِ حَسَنہ دیتے رہو اور جو نیک عمل تم اپنے لئے آگے بھیج دو گے تو اس کے صلہ میں اللہ کے ہاں بہتر اور بزرگ تر صلہ پاؤ گے۔ اور اللہ سے بخشش مانگتے رہو اور اللہ بڑا بخشنے والا رحم والا ہے۔" (المزمل:20)

.com

سورہ المدثر (۷۴)

نام

سورۃ کے پہلے لفظ ہی کو علامتی نام قرار دیا گیا۔

زمانۂ نزول

یہ سورۃ مکی دور میں نازل ہوئی اور اس کے مضامین حسبِ ضرورت ایک سے زائد مواقع پر نازل ہوئے۔ امام زہری رحمۃُ اللہ علیہ سے نقل کیا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے:

"منصبِ رسالت پر فائز ہوتے ہی ایک عرصے تک نزولِ وحی کا سلسلہ رکا رہا۔ آپؐ اس کے باعث اس قدر پریشان ہوئے کہ اپنے آپؐ کو پہاڑ کی چوٹی سے گرا دینے کے لئے تیار ہو جاتے۔ لیکن پھر جبرائیل ظاہر ہو کر تسلی دلاتے کہ آپ اللہ کے نبیؐ ہیں"

اس کے بعد حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت اس سلسلے کو مزید واضح کرتی ہے:

"آپؐ ایک روز راستے میں تشریف لے جا رہے تھے کہ آپؐ نے ایک آواز سنی۔ آسمان کی جانب نظر اٹھا کر دیکھا تو وہی فرشتہ نظر آیا جس کو غارِ حرا میں دیکھا تھا۔ اس کو دیکھ کر آپ دہشت زدہ گھر پہنچے اور فرمایا مجھے (چادر) اڑھا دو اس کے بعد یہ الفاظ نازل ہوئے۔

مضامین

آپ نے جب علانیہ تبلیغِ دین کا سلسلہ شروع کیا تو شرفائے اہلِ مکہ آپؐ کے چچا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اسی دوران موسمِ حج شروع ہو گیا۔ قریش کو فکر ہوئی کہ حج کے موقع پر لوگ دور دراز سے آئیں گے۔ آپؐ ان کو جب اپنا پیغام سنائیں گے تو وہ ان سے متاثر ہو کر ان کے ساتھ شامل نہ ہو جائیں۔ اس خطرے کے پیشِ نظر قریش ایک وفد لے کر ابو طالب کے پاس گئے۔ مگر آپؐ نے علانیہ تبلیغِ دین کو ترک نہ کیا۔ اس بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت کی گئی کہ پاکیزگی اور طہارت کو اپنائیں اور اپنے رب کے پیغام کو کھول کر لوگوں تک پہنچائیں اور اس دوران میں آنے والی ساری مشکلات و مصائب پر صبر کیجئے۔

ان حالات میں اہلِ مکہ نے مشورت طلب کی تاکہ یہ طے کیا جا سکے کہ آنے والے حاجیوں کو آپؐ سے متنفر کرنے کے لئے مشترکہ لائحہ عمل اپنائیں۔ اس میں مختلف امور کا جائزہ لیا گیا کہ لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے

خلاف کس طرح ابھارا جائے۔ مثلاً لوگوں سے کہا جائے کہ آپ کاہن ہیں۔ ولید نے کہا کہ یہ کہنا بے جا اور بے محل ہو گا۔ پھر کسی نے رائے دی کہ مجنون کہا جائے۔ ولید نے کہا کہ یہ بھی حقیقت کے بالکل برعکس بات ہو گی۔ ایک رائے یہ تھی کہ آپ کو شاعر کہا جائے۔ ولید نے کہا کہ شاعری کی اصناف سے ہم آگاہ ہیں۔ محمد کا کلام شاعری نہیں۔ ایک رائے یہ ہوئی کہ ساحر کہا جائے۔ اس پر ولید نے پھر ٹوکا کہ یہ بات بھی مناسب نہ ہو گی کیونکہ محمد کا کلام حلاوت اور شیرینی ہے۔ اس کلام کی جڑیں مضبوط اور گہری ہیں اور شاخیں ثمر آور! اس کے بعد پوری قوم ولید کے سر ہو گئی کہ بتاؤ کہ کیا کہا جائے؟ اس پر ولید نے کہا کہ لوگوں سے یوں کہا جائے کہ ہمارے اندر ایک ایسا شخص پیدا ہوا ہے جس کے جادو سے خاندانوں میں تفریق پیدا ہوتی ہے اور گھر کے افراد بکھر جاتے ہیں۔ اس فیصلے کے مطابق زائرینِ حرم سے یہ بات کہی جانے لگی لیکن یہ پروپیگنڈا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مزید شہرت کا سبب بن گیا۔

اس سورۃ میں منکرین کو خبردار کیا گیا کہ وہ اپنے کفر کا انجامِ بد قیامت کے دن دیکھ لیں گے۔ اس کے بعد نام لئے بغیر ولید بن مغیرہ پر اتاری گئی نعمتوں کا ذکر ہوا اور اس کے ذہنی انتشار کی تصویر کشی کی گئی کہ وہ دل سے آپ کی حقانیت کا معترف ہونے کے باوجود اپنی ظاہری شان و شوکت کی خاطر ایمان سے محروم رہا اور اس کے بعد جہنمی لوگوں کا ذکر ہے اور کُفّار کے بغض و عناد کی اصل بنیاد بھی بیان کی گئی کہ آخرت سے بے خوفی ہر برائی اور شرک کی جڑ ہے نیز یہ کہ دنیا کی جانب رغبت بھی آخرت سے بے خبر کرتی ہے۔

ان سب باتوں کے بعد یہ بات ذہن نشین کرائی گئی کہ اللہ تعالیٰ کو کسی کے ایمان کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔ اس نے قرآن کو کتابِ ہدایت کی شکل میں نازل فرما دیا ہے۔ انسان کو عقل و شعور اور امتیاز کی صلاحیت سے بھی بہرہ ور کر دیا ہے۔ اب جو شخص آخرت کی بھلائی کا خواہش مند ہے، وہ اس کو قبول کرے اور جس کا جی چاہے، اس کا انکار کر دے۔

البتہ قانونِ فطرت یہ ہے کہ تقویٰ اور اللہ کا خوف آخرت میں کامیابی کی کنجی ہے۔

.com

تفسیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دعوتِ دین کو عام کرنے کا حکم

اس سورۃ کا آغاز بھی "کپڑا لپیٹنے والے" کے خطاب کے ساتھ ہے اور اس کے بعد اس سلسلہ وعظ و تذکیر کو عام
دینے کا حکم ہے جو ابھی تک محدود اور مخصوص طریق سے جاری تھا۔ اس میں طہارت کے حصول کی تاکید ہے۔

وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝

"اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھو، اور ناپاکی سے دور رہو" (المدثر: 4-5)

کیونکہ ناپاکی اللہ کے ہاں انتہائی ناپسندیدہ چیز ہے۔ وہ ناپاکی عقائد و نظریات کی ہو یا ظاہری اعمال کے اعتبار سے، دو
عذابِ قبر کا سبب ہیں۔

اس کے بعد حشر کی منظر کشی ہے کہ اس وقت کیا عالم ہوگا؟ سورۃ کے دوسرے رکوع میں رات کے آخری وقت، چ
اور صبح کے اجالے کی قسم کھا کر آتشِ دوزخ کی ہیبت کا ذکر فرمایا اور اس کا سبب بھی ان الفاظ میں بیان کیا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ ۝

"ہر شخص اپنے اعمال کے بدلے رہن ہے" (المدثر: 38)

عذابِ دوزخ کا سبب

اس کے بعد مجرم ا ں میں سے ایک طبقے کا ذکر خصوصی طور پر کیا گیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فِي جَنَّاتٍ يَتَسَاءَلُونَ ۝ عَنِ الْمُجْرِمِينَ ۝ مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ ۝
قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ ۝ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِينَ ۝
وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَائِضِينَ ۝ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّينِ ۝

"وہ عنقریب گناہگاروں سے پوچھیں گے کہ تم دوزخ میں کیوں پڑے ہو؟ وہ جواب دیں گے کہ ہم نماز نہیں
پڑھتے تھے اور نہ فقیروں کو کھانا کھلاتے تھے اور اہلِ باطل کے ساتھ مل کر حق کا انکار کرتے تھے۔ اور قیامت

at.com

کے دن جھٹلاتے تھے" (المدثر:40-46)

قیامت کے روز اس قدر کسمپرسی کا عالم ہوگا اور دنیا میں جب ان کو نصیحت کی جاتی تھی تو یہ لوگ نصیحت سے روگردانی کرتے تھے اور ان کی یہ کیفیت ہوتی تھی۔

كَأَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنفِرَةٌ ۝ فَرَّتْ مِن قَسْوَرَةٍ ۝

"گویا گدھے ہیں (جو بدکے ہوئے جاتے ہیں) اور شیر سے ڈر کر بھاگ جاتے ہیں" (المدثر:50-51)

اور اس نصیحت سے اعراض کی اصل وجہ ان کے دل کا چور ہے کہ ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ میرے اوپر براہِ راست صحیفہ آسمانی نازل ہو۔ میں کسی دوسرے کی پیروی و اطاعت کیوں کروں؟ جبکہ سنتِ الٰہی یہ ہے:

كَلَّآ إِنَّهُۥ تَذْكِرَةٌ ۝ فَمَن شَآءَ ذَكَرَهُۥ ۝ وَمَا يَذْكُرُونَ إِلَّآ أَن يَشَآءَ ٱللَّهُ ۚ هُوَ أَهْلُ ٱلتَّقْوَىٰ وَأَهْلُ ٱلْمَغْفِرَةِ ۝

"بلاشبہ یہ نصیحت ہے جو چاہے' اسے یاد رکھے اور یاد بھی تب ہی رکھیں گے جب اللہ چاہے' وہی ڈرنے کے لائق اور بخشش کا مالک ہے۔" (المدثر:54-56)

سورہ القیامہ (۷۵)

نام

پہلی آیت سے ہی سورۃ کا نام ماخوذ ہے۔

زمانۂ نزول

یہ سورۃ نبوّت کے ابتدائی دور میں نازل ہوئی۔

مضامین

منکرینِ آخرت کے ایک سوال کا تسلّی بخش جواب اس سورۃ میں دیا گیا ہے اور انسان کو آفاق میں سے سورج کے بے نور ہونے کے ذکر کے ساتھ قیامت کا یقین کرنے کی تلقین کی گئی ہے اور فرمایا کہ اس روز اللہ کے سامنے حاضری سے کسی صورت بھی فرار ممکن نہ ہو گا۔ اس روز انسان کے اپنے اعمال اس کی دنیوی زندگی کے کردار پر گواہی دیں گے اور یہ ساری باتیں عقل و دانش کے عین مطابق ہیں۔ البتہ خواہشاتِ نفسانی اپنے ہولناک انجام سے ڈر کر انسان کو خود فریبی میں مبتلا کر رہی ہیں کہ قیامت کا وقوع ہی کوئی چیز نہیں اور اگر ایسا حادثہ رونما ہوا بھی تو تمہارے دُنیوی عزّت و وقار کی لاج رکھی جائے گی اور وہاں تمہیں عزّت و وقار سے نوازا جائے گا۔

نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت فرمائی کہ آپ نزولِ وحی کے دوران میں ساتھ ساتھ نہ پڑھا کریں بلکہ غور سے سنیں۔ اس کی حفاظت اور اس کا بیان کرانا یہ ہماری ذمّہ داری ہے بلکہ اسی طرح جس طرح ہم قیامت کے دن انسان کے بکھرے ہوئے اجزاء کو جمع کریں گے اور پھر ان کے گم ہونے کا امکان نہ ہو گا، اسی طرح قرآنِ کریم آپ کے قلب پر جمع ہو گا۔

آخری آیات میں انسان کو باور کرایا گیا کہ تمہاری تخلیق بلاوجہ اور بے مقصد نہیں جیسا کہ تم میں سے اکثر لوگوں کا خیال ہے۔ اس مقصد کے لئے تخلیقِ انسانی کے مختلف مدارج پر غور و تدبر کی دعوت بھی دی گئی۔

تفسیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حفاظتِ قرآن کا وعدہ

قیامت کے دن اور نفسِ لوامہ کی قسم کھا کر سورۃ کا آغاز فرمایا اور حشر کے روز جس انداز سے انسانوں کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا اس کی بابت تفصیل بیان فرمائی۔ ان ساری باتوں کے ذکر کا مقصد اللہ تعالیٰ کی قدرت و عظمت کا اظہار ہے اور اس کے بعد فرمایا کہ ہم اسی طرح اس کلامِ الٰہی کو آپ کے قلبِ اطہر پر نازل کر کے محفوظ کر دیں گے جس طرح ہم نے انسانوں کے اجسام کو زمین میں محفوظ کر دیا ہے اور بوقتِ حساب ان کو زندہ کریں گے۔ اسی طرح آپ کے قلبِ اطہر پر قرآن کو جمع کر کے انسانوں کی ہدایت کے لئے اس کو پھیلا دیں گے۔ آپ نزولِ وحی کے وقت فرشتے کے ساتھ ساتھ مت پڑھا کیجئے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۝ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ۝
اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ۝
بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ ۝
بَلْ يُرِيْدُ الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ ۝ يَسْـَٔلُ اَيَّانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ ۝
فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ۝ وَخَسَفَ الْقَمَرُ ۝ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۝
يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ ۝ كَلَّا لَا وَزَرَ ۝
اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ ِالْمُسْتَقَرُّ ۝ يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ ۝
بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ ۝ وَّلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ ۝
لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ۝ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ۝
فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۝ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ۝

"میں روزِ قیامت کی قسم کھاتا ہوں۔ اور اس جان کی قسم جو اپنے اوپر بہت ملامت کرے۔ کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں جمع نہ کریں گے؟ ہم ضرور کریں گے کیونکہ ہم اس پر قادر ہیں کہ اس کی پور پور درست کر دیں۔ بلکہ آدمی یہ چاہتا ہے کہ آگے کو خود سری کرتا جائے۔ وہ پوچھتا ہے کہ قیامت کا دن کب آئے گا؟ پھر جب آنکھیں خیرہ ہو جائیں گی' اور چاند بے نور ہو جائے گا' اور سورج اور چاند جمع

کر دیے جائیں گے۔ اس روز انسان کہے گا کہ اب میں کہاں بھاگ جاؤں؟ ہرگز نہیں (بھاگ سکتے) کوئی پناہ گاہ نہیں ہے۔ اس روز صرف اللہ ہی کی پناہ گاہ ہو گی۔ اس دن آدمی کو اس کا سب اگلا پچھلا جتلا دیا جائے گا۔ بلکہ انسان خود اپنے کئے پر مطلع ہو گا' اگرچہ وہ عذر پیش کرے۔ (اے نبی) وحی پڑھنے میں زبان نہ ہلایا کرو کہ اس کو جلد یاد کرلو۔ اس کا جمع کرنا اور پڑھانا ہمارے ذمہ ہے۔ جب ہم پڑھا کریں تو تم اس کو سنا کرو اور پھر اسی طرح پڑھا کرو۔ پھر اس (کے معانی) کا بیان کرنا (بھی) ہماری ذمہ داری ہے۔" (القیامہ:1-19)

اللہ تعالیٰ کو ملامت گر نفس محبوب ہے جو انسان کو ضلالت' ذلّت اور بدانجامی سے بچاتا ہے اور اسے اپنے آپ پر فاتح بنا کر اللہ تعالیٰ سے واصل کر دیتا ہے۔

بس اسی کی ہے زندگی جس نے
آپ اپنے پہ فتح پائی ہے

آسان نہیں جُہدِ مسلسل سے گزرنا
ہر گام یہاں مرحلہ خود شکنی ہے

اس آیت سے تلاوتِ قرآن کے دوران میں خاموش رہنے کا حکم دیا گیا اور اسی قسم کا ایک تذکرہ اس سے قبل سورۃ الاعراف کی آخری آیتوں میں بھی ہو چکا ہے۔

اس کے بعد قیامت کے اعمال کے اعتبار سے دو طبقات کا ذکر ہے اور اسی جگہ انسان کی اس لاچاری اور عجز کو بھی ذکر کیا گیا ہے کہ جب سکراتِ موت طاری ہو گی تو انسان کی حالت کیا ہو گی! پھر کوئی بھی اس کی مدد نہ کر سکے گا۔ اس کے بعد ناعاقبت اندیش اور بدقسمت انسان کا ذکر ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

كَلَّا بَلْ تُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ ۙ وَتَذَرُونَ الْآخِرَةَ ۝
وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَاضِرَةٌ ۙ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۚ وَوُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ بَاسِرَةٌ ۝
تَظُنُّ أَنْ يُفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ۝ كَلَّا إِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ۝
وَقِيلَ مَنْ ۜ رَاقٍ ۙ وَظَنَّ أَنَّهُ الْفِرَاقُ ۝
وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ۙ إِلَىٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمَسَاقُ ۝

"ایسا ہرگز نہیں بلکہ تم دنیا سے محبت کرتے ہو۔ اور آخرت کو بالکل چھوڑے ہوئے ہو۔ اس روز بہت سے چہرے بارونق ہوں گے۔ اور اپنے رب کا دیدار کر رہے ہوں گے۔ اور اس روز بہت سے چہرے اُداس ہوں گے۔ وہ خیال کریں گے کہ اب کوئی مصیبت آنے والی ہے۔ دیکھو جب جان گلے تک پہنچ

جائے۔ اور کہیں گے کہ ہے کوئی جھاڑ پھونک کرنے والا؟ اور وہ سمجھ لے گا کہ یہ جُدائی کی گھڑی ہے۔
اور پنڈلی سے پنڈلی لپٹ جائے گی۔ اس روز تجھ کو اپنے پروردگار کی طرف چلنا ہے۔"

(القیامہ:20-30)

بدقسمتی کا سبب

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى ۝ وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۝
ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى ۝ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ۝
ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ۝

"تو اس نے نہ تو رسول کی تصدیق کی اور نہ ہی نماز پڑھی۔ بلکہ جھٹلایا اور منہ پھیر لیا۔ پھر وہ اپنے گھر والوں کے پاس اکڑتا ہوا چل دیا۔ اے انسان! تیری بدبختی آگئی، اب آگئی۔ پھر تیری بدبختی آگئی، اب آگئی۔"

(القیامہ:31-35)

اس آیت کی بابت بعض مفسرین کا خیال ہے کہ یہ ابو جہل کی بابت ہیں مگر اس کے بعد آج بھی اس قسم کے بدقسمت لوگ ہیں جو نہ تو کلامِ الٰہی پر غور و تدبر کرتے ہیں، نہ نماز کے قریب پھٹکتے ہیں بلکہ الٹا اہلِ دین کا مذاق اور تمسخر ان کا من پسند مشغلہ ہے اور اس برائی کی بنیاد یہ ہے کہ ایسے لوگوں کو اپنی اصل حقیقت اور اپنے انجام کا ادراک نہیں۔

اس کے بعد کی آیات میں انسان کی ابتداء کا ذکر ہے کہ یہ انسان ایک نطفے سے پیدا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو دوبارہ بھی اپنی قدرت سے پیدا کرے گا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى ۝
اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ۝
ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ۝ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ۝
اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ۝

"کیا آدمی اس گھمنڈ میں ہے کہ آزاد چھوڑ دیا جائے گا؟ کیا وہ ایک قطرہ منی نہ تھا جو (رحم میں) ٹپکایا گیا تھا؟ پھر وہ خون کا لوتھڑا بنا، پھر اللہ نے اس کو بنایا، پھر اس کے اعضاء درست کیے۔ پھر اس کی دو قسمیں بنا دیں: مرد اور عورت۔ کیا اس کو اس بات پر قدرت نہیں کہ مردوں کو جلا اٹھائے؟ (القیامہ:36-40)

Marf

سورہ الدھر (۷۶)

نام

اس سورۃ کا ایک نام "الدھر" اور دوسرا "الانسان" ہے اور یہ دونوں علامتی نام پہلی آیت سے لئے گئے ہیں۔

زمانۂ نزول

سورۃ کا اکثر حصہ مکہ مکرمہ میں اور کچھ حصہ مدینہ منورہ میں نازل ہوا ہے۔

مضامین

انسان کو اس دور کی یاد دلائی گئی جب اس انسان کا کوئی ذکر یا وجود نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے انسان کی تخلیق کے لئے مختلف مراحل اور مدارج مقرر فرمائے اور اس دنیا میں پہنچنے کا سبب اور وسیلہ اس کی ماں کو بنایا گیا جو خود اس نومولود بچے کی جنس، شکل اور دیگر حقائق سے بے خبر تھی۔ جب انسان اس دنیا میں آیا تو اس کو اشرف المخلوقات کا درجہ دیا گیا۔ اس کو خلیفہ بنا کر زمین پر اتارا گیا تاکہ اس کے عقل و شعور اور کردار کا امتحان لیا جا سکے کیونکہ انسان کی جبلّت میں سہو و نسیان بھی ہے۔ اس لئے انبیاء و رُسل کی بعثت کی شکل میں مزید انعامات سے نوازا گیا جو اس انسان کو اس کا مقصد تخلیق یاد دلاتے ہیں تاکہ انسان کا پتا چلایا جائے کہ اس ہدایت و راہنمائی کی روشنی اور عقل و شعور سے کام لے کر کون کفر کی راہ پر چلتا ہے اور کون شکر گزار بندہ بنتا ہے۔

کُفّار کے انجامِ بد کا ذکر کرنے کے بعد ان لوگوں کے اوصاف بیان کئے گئے جو شکر گزار بندے ہیں اور پھر وہ خصوصیات بیان کی گئیں جن کے باعث انسانوں کو آخرت میں بلند ترین مناصب عطا کئے جائیں گے۔ آخری آیات میں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا گیا۔

الف۔ ہم قرآنِ کریم تھوڑا تھوڑا اس لئے اتار رہے ہیں کہ آپ کے دل میں اس کو محفوظ کر دیا جائے نیز یہ کہ کُفّار یہ نہ کہیں کہ یہ خود اس کا اپنا گھڑا ہوا کلام ہے۔

ب۔ کُفّار کی بدکرداری اور کفر کے باعث ان پر اگر عذابِ الٰہی میں تاخیر ہو تو آپ کو گھبرانا نہ چاہئے بلکہ صبر و استقلال کے ساتھ اپنا کام جاری رکھئے۔

ج۔ احکامِ الٰہی پر استقامت و دوام سے دلوں کو تقویت ملتی ہے اس لئے ہر حال میں (دن ہو یا رات) اللہ کو یاد

کریں۔ نماز کی پابندی کریں۔ راتوں کو اللہ کے حضور گڑگڑائیں تاکہ کُفار کے مقابلے میں آپ کو ثابت قدمی نصیب ہو۔

کُفار کی غلط روش پر تنبیہہ کر کے فرمایا کہ ان کے انکار کی اصل وجہ یہ ہے کہ ان کو آخرت کی جوابدہی کا احساس نہیں۔ اس سورۃ میں کفر اور ظلم کی مذمت کی گئی جبکہ شکر، ذکرِ الٰہی، مسکینوں کو کھانا کھلانے اور صبر و استقامت کی عظمت کا ذکر ہوا۔

تفسیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ میں ہر دو قسم کے افراد کے اعمال کے اعتبار سے انجام کا ذکر فرمایا اور پھر انسان کی ہدایت و درستی کے لئے قرآنِ مجید کی عظمت کا بیان ہے۔

تخلیقِ انسان اور اس کا مقصد

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

هَلْ أَتَىٰ عَلَى الْإِنسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُن شَيْئًا مَّذْكُورًا ○
إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن نُّطْفَةٍ أَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيهِ فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا ○
إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا ○

"بیشک انسان پر ایک وقت ایسا بھی گزرا ہے کہ کہیں اس کا نام بھی نہ تھا۔ بلاشبہ ہم نے انسان کو مخلوط نطفہ سے پیدا کیا تاکہ اسے آزمائیں' تو ہم نے اس کو سُنتا دیکھتا بنایا۔ ہم نے اس کو راستہ بھی دکھایا' یا تو وہ شکر گزار ہو یا ناشکرا۔" (الدھر: 1-3)

یعنی انسان تو تھا ہی نہیں' یہ اللہ کی ذاتِ گرامی ہے جس نے انسان کو پیدا کیا۔ پھر اس کی شانِ خلاقی دیکھئے کہ پانی کے ایک معمولی سے قطرے سے پیدا کیا' ایسا انسان بنایا جو سمیع ہے' بصیر ہے' چشمِ بصیرت اور گوشِ ہوش والا ہے۔

؎ گوش پیدا کئے سُننے کو ترا ذکرِ جمال
دیکھنے کو ترے آنکھوں میں بصارت دی ہے

ارشاد ہوا کہ انسان کو اس دنیا میں بطورِ امتحان کے بھیجا گیا ہے۔ یہ دنیا نہ تو عذاب کی جگہ ہے' نہ مقامِ جزا ہے' نہ چراگاہ ہے اور نہ تفریح گاہ ہے۔ اور نہ ہی رزم گاہ ہے' جیسا کہ جدلیاتی مادیت کے ماننے والے سمجھتے ہیں۔ بلکہ دراصل یہ دنیا دارُ الامتحان ہے جس میں انسان کو گوش و ہوش اور عقلِ سلیم دے کر بھیجا گیا تاکہ وہ جو کچھ بھی کرے' اپنی ذمّہ داری سے کرے۔ اس کو راستہ دکھلا دیا گیا۔ اب اس کا کام ہے' وہ چاہے تو اللہ کا شکر گزار بندہ بنے اور چاہے تو کفرانِ نعمت کرنے والا ہے۔

؎ غم پروریدہ ہے دلِ شوریدگانِ عشق
فرقت کی ایک رات ہے دنیا کہیں جسے

اللہ تعالیٰ نے انسان کو راستہ دکھانے کی خوبصورت سبیل پیدا کی ہے اور وہ بھی کئی طرح سے، مثلاً:

1- انسان کو عقلِ سلیم عطا کی۔ وہ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

2- اسے اخلاق حِس عطا کی گئی جس سے وہ بھلائی اور برائی میں فرق کرتا ہے۔

3- اسے ضمیر عطا کیا جو اسے بھلائی پر اکساتا ہے اور برائی سے روکتا ہے اور برائی کرنے پہ ملامت کرتا ہے۔

4- دنیا میں اتنی بے شمار نشانیاں دکھائیں جو اللہ تعالیٰ کی شانِ خلاقی، منظم اور مدبر ہونے کی خوبصورت دلالت کرتی ہیں۔

5- تاریخ کے واقعات اس کے سامنے رکھے گئے تاکہ اسے عبرت حاصل ہو اور اسے معلوم ہو کہ حق کے ساتھ زندگی گزارنے میں کیا فوائد ہیں اور حق سے دور ہونے میں کیا نقصانات ہیں۔

تدریجی نزولِ قرآن کا فلسفہ

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ تَنْزِيلًا ۝
فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ آثِمًا أَوْ كَفُورًا ۝
وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۝

وَمِنَ اللَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهُ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيلًا ۝
إِنَّ هَٰؤُلَاءِ يُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُونَ وَرَاءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيلًا ۝
نَحْنُ خَلَقْنَاهُمْ وَشَدَدْنَا أَسْرَهُمْ ۖ وَإِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَا أَمْثَالَهُمْ تَبْدِيلًا ۝
إِنَّ هَٰذِهِ تَذْكِرَةٌ ۖ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا ۝
وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝
يُدْخِلُ مَنْ يَشَاءُ فِي رَحْمَتِهِ ۚ وَالظَّالِمِينَ أَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۝

"اے نبی! ہم نے تم پر قرآن تھوڑا تھوڑا نازل کیا ہے۔ تو اپنے پروردگار کے حکم پر صبر کئے رہو اور ان لوگوں میں سے کسی بد عمل اور ناشکرے کا کہا نہ مانو اور صبح و شام اپنے رب کے نام کا ذکر کرتے رہو اور کچھ رات میں اسے سجدہ کرو اور رات کے بڑے حصہ میں اس کی پاکی بیان کرتے رہو۔ یہ لوگ دنیا کو دوست رکھتے ہیں اور چھوڑتے ہیں اپنے آگے ایک بھاری دن۔ ہم نے ان کو پیدا کیا اور ان کے جوڑ بند مضبوط کئے اور ہم جب چاہیں تو انہیں جیسے اور لوگ لے آئیں۔ یہ تو نصیحت ہے، جو چاہے اپنے رب کی

Marf

طرف پہنچنے کا راستہ اختیار کرے اور تم کچھ بھی نہیں چاہ سکتے مگر جو خدا کو منظور ہو' بلاشبہ اللہ جاننے والا' حکمت والا ہے جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کرلیتا ہے اور ظالموں کے لئے اس نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔" (الدھر:23-31)

مذکورہ آیات سے درج ذیل نکات کی طرف اشارہ ہوتا ہے:

1- اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ پر قرآنِ مجید تھوڑا تھوڑا کر کے تدریج کے ساتھ اور مرحلہ وار نازل کیا ہے۔ یعنی آیات کو موقع محل اور ضرورت کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا۔

2- حکم دیا کہ اپنے رب کی اطاعت میں صبرو استقامت سے کام لو' اور اس میں کسی غیر کی اطاعت کو شامل نہ کرو۔

3- اللہ کا ذکر کثرت سے کرو۔

4- ان تھڑدلے لوگوں کی طرح نہ ہو جو بڑی لذّت اور بعد میں آنے والے عظیم نفع کو اپنی جلد بازی کی وجہ سے کھوا بیٹھے ہیں۔

5- نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کام صرف نصیحت کر دینا ہے۔ اس کے بعد لوگوں کی اپنی ذمہ داری ہے۔ وہ چاہیں نبیؐ کی بات مانیں یا نہ مانیں۔ اس کا حساب آخرت میں ہوگا۔

6- اس دنیا میں جو کچھ بھی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم اور مشیت کے مطابق ہوتا ہے۔ انسان کا ارادہ کرنا' خواہش کرنا یا کسی بات کو چاہ لینا ہی سب کچھ نہیں ہے بلکہ ہوتا وہی ہے جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔

اور پھر اس تدریجی اور مرحلہ وار نزول کی حکمت و فلسفہ کا یوں ذکر ہے کہ تم اپنے رب کی حمد و تسبیح اور رات میں اس کی تلاوت و قیام کو اپنا شعار بنالو۔ کیونکہ اسی نصیحت کو اپنا کر ہی ربّ العالمین کا قرب حاصل کیا جا سکتا ہے اور اس سے اعراض و دوری انسان کو دردناک عذاب کا شکار بنا دے گی۔

at.com

.com

سورہ المرسلات (۷۷)

نام

پہلی آیت کو علامتی نام قرار دیا گیا۔

زمانۂ نزول

مکی زندگی کے دورِ اوّل میں نازل ہوئی۔

مضامین

اس سورۃ میں قیامت اور اس کے بعد کی زندگی کے ثبوت پر دلائل بیان کئے گئے ہیں۔ اس کے انکار کے باعث جو خرابیاں ظہور پزیر ہوتی ہیں' ان کو بھی واضح کیا گیا۔ شروع میں ہوا اور اس سے متعلقہ چیزیں بطور گواہ پیش کی گئیں اور بتایا کہ قادرِ مطلق اور حکیم ذات اگر اس سارے نظام کو پیدا کر کے انسان کی فلاح کے لئے مسخر کر سکتی ہے اور یہ سارا نظام اس کی مشیت کے مطابق چل رہا ہے تو وہ ان اشیاء اور خصوصاً انسان کی دوبارہ پیدائش پر کیوں قادر نہیں؟ نیز اس سارے نظام کا مقصدِ تخلیق کیا ہے؟ ظاہر ہے یہ سارا نظامِ ہستی انسان کی آزمائش کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔

کُفارِ مکّہ کا مطالبہ کہ قیامت یا عذاب لا کر دکھا دو' اس کی بابت فرمایا کہ دنیا کا نظام بچوں کا کھیل نہیں۔ یہ ایک حکیم ذات کا ترتیب دیا ہوا ایسا نظام ہے جس کے ہر معاملے کے لئے خالق نے وقت متعین کر رکھا ہے۔ ہر چیز اپنے وقت پر ہو کر رہے گی۔ اس کے بعد انسان کی ذات سے متعلقہ امور مثلاً اس کی پیدائش' بچپن' جوانی' اس کے اعمال اور کارخانۂ قدرت کی باقی اشیاء کو بطورِ شاہد بیان کیا کہ اگر انسان اس نظام پر غور کرے تو اسے اپنے خالق کو پہچان ناممکن نہیں ہو گا۔ انسان اللہ کی طرف سے تفویض کردہ اختیارات اور نعمتوں پر غور کرے تو واضح ہو جائے گا کہ ان ساری نعمتوں کا محاسبہ بھی ضروری ہے۔ بصورت دیگر دنیا میں صاحب اختیار لوگ مظلوم اور کمزور سے زندہ رہنے کا حق بھی چھین لیتے۔

آخری آیات میں متنبہ کیا گیا کہ آخرت کی زندگی سے انکار کا انجام انتہائی ہولناک ہو گا اور اس سے بچنے کے لئے قرآن (کتابِ ہدایت) سے راہنمائی حاصل کر کے ہر شخص اپنی عاقبت سنوارنے کی فکر کرے تاکہ آخرت میں اس کے درجات بلند ہوں۔

Marfat

تفسیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باغی اور ناشکرے لوگوں کی سزا

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

أَلَمْ نُهْلِكِ الْأَوَّلِينَ ○ ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْآخِرِينَ ○
كَذَٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِينَ ○ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ○

"کیا ہم نے پہلے لوگوں کو ہلاک نہیں کر ڈالا؟ پھر ان پچھلوں کو بھی ان کے پیچھے بھیج دیتے ہیں۔ ہم گناہگاروں کے ساتھ ایسا ہی کیا کرتے ہیں۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لئے بہت خرابی ہو گی۔"
(المرسلات:16-19)

انسان کی پیدائش

أَلَمْ نَخْلُقكُّم مِّن مَّاءٍ مَّهِينٍ ○
فَجَعَلْنَاهُ فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ ○ إِلَىٰ قَدَرٍ مَّعْلُومٍ ○
فَقَدَرْنَا فَنِعْمَ الْقَادِرُونَ ○ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ○

"کیا ہم نے تم کو حقیر پانی سے پیدا نہیں کیا ہے؟ پھر ہم نے اس کو ایک محفوظ مقام میں رکھا ایک معینہ وقت تک۔ پھر ایک اندازہ کیا اور ہم کیسا اچھا اندازہ کرنے والے ہیں۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لئے بہت خرابی ہو گی۔" (المرسلات:20-24)

ایک معمولی پانی کے قطرے سے پیدا کیا اور پھر اسے ماں کے پیٹ میں جگہ دی اور اسی نے ماں کے پیٹ میں بچے کی غذا' اس کی حیات اور روح کے لئے ضروری وسائل کا بندوبست کیا۔ یہ کام نہ ماں نے کیا' نہ باپ نے اور نہ ہی کسی اور نے۔ یہ سب اللہ ربّ العزت کی تدبیر ہے۔ یہ دنیوی زندگی' یہ ٹھاٹھ باٹھ بالکل چند روزہ ہیں۔ اللہ ربّ العزت کو جھٹلانے کا نتیجہ تباہی ہے۔

.com

متقی لوگوں کے لئے انعام واکرام

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي ظِلَٰلٍ وَعُيُونٍ ۝ وَفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُونَ ۝
كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيٓـًٔا بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۝
إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝

"بلاشبہ پرہیزگار (باغات کے) سایوں اور چشموں میں ہوں گے اور ان کے پسندیدہ میووں میں ہوں گے.. مزے سے کھاؤ اور پیو اپنے اعمال کے صلہ میں۔ ہم نیک لوگوں کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں۔"

(المرسلات:41-44)

مجرموں سے سلوک

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

كُلُوا وَتَمَتَّعُوا قَلِيلًا إِنَّكُم مُّجْرِمُونَ ۝ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ۝
وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ ارْكَعُوا لَا يَرْكَعُونَ ۝
وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ۝
فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ ۝

"تم کسی قدر کھالو اور فائدے اٹھالو' بلاشبہ تم مجرم ہو۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لئے بہت خرابی ہوگی اور جب ان سے کہا جاتا تھا کہ (اللہ کے آگے) جھکو تو جھکتے نہ تھے۔ اس روز جھٹلانے والوں کے لئے بہت خرابی ہوگی۔ پھر اس کے بعد یہ کس بات پر ایمان لائیں گے؟"

(المرسلات:45-50)

قرآنِ مجید انسانی ہدایت کے لئے حرفِ آخر ہے۔ جو شخص قرآن پر ایمان نہیں لایا' وہ آخر کس پر ایمان لائے گا اور جسے قرآن سے ہدایت نہ ملی' اُسے آخر کس چیز سے ہدایت ملے گی؟

at.com

.com

سورہ النبا (۷۸)

نام

نبا کا لغوی معنی ہے "خبر"۔ اس سورت میں قیامت کی بابت ذکر ہے جس کو "نبأ عظیم" سے تعبیر کیا گیا اور "النبأ" سورت کا علامتی نام ٹھہرا۔

زمانۂ نزول

زمانۂ نبوّت کے ابتدائی دور میں اس کا نزول ہوا۔

مضامین

قیامت اور حشر کا ثبوت اس سورت کا مرکزی خیال ہے۔ دین کی تبلیغ کا آغاز تین چیزوں کے خصوصی ذکر سے ہوا۔ جو ایمان کی بنیاد بھی ہیں :

الف۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان اور شرک سے اجتناب۔

ب۔ محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور آپؐ کی اطاعت کا حکم۔

ج۔ آخرت اور اس میں سارے انسانوں کو جمع کیا جانا۔

اہلِ مکّہ اللہ تعالیٰ کے وجود کے قائل تھے۔ اس کے خالق' قادر اور رازق ہونے پر ایمان رکھتے تھے۔ علاوہ مخلوقات کے چند افراد کو خدائی اختیارات کا مالک سمجھتے تھے جس کا تفصیلی تذکرہ سورۃ الزمر میں موجود ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت و دیانت کے وہ عینی شاہد تھے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی انہی کے درمیان گزری تھی لیکن آپؐ کی رسالت کے اقرار میں انہیں ہچکچاہٹ تھی کیونکہ اس سے ان کی اپنی سیادت اور عظمت متاثر ہوتی تھی۔ نیز بیت اللہ کے مجاور و متولّی ہونے کی حیثیت سے حاصل ہونے والے مفادات سے بھی ان کو محروم ہونا پڑتا تھا۔

آخرت کے ذکر سے ان کو زیادہ چڑ تھی۔ وہ اس بات کا سب سے زیادہ مذاق بھی اسی لئے اڑاتے تھے۔ انہیں اس بات پر تعجب تھا کہ جب انسان مر کر مٹی میں مل جائے گا' اس کے ذرّات بکھر جائیں گے تو پھر ان ذرّات کو جمع کرنا اور ان سے دنیا کی زندگی کے بارے میں بازپرس کرنا بعید از عقل معلوم ہوتا ہے' جبکہ اسلام میں اس عقیدے کو بھی اولیت حاصل ہے اور اس عقیدے کو ذہنوں میں راسخ کرنے کے لئے اس کو کئی بار دہرایا گیا تاکہ انسانی تصوّرات و

at.com

خیالات میں سنجیدگی اور راست گوئی پیدا کی جاسکے اور انسان کو اس کے مقصدِ حیات سے قریب تر لایا جائے۔

اس سورۃ میں اہلِ مکہ کی ان چہ میگوئیوں کا ذکر کر کے ان سے سوال کیا گیا کہ یہ زمین، یہ فرش، یہ پہاڑ، انسان، کے جوڑے جوڑے، نیند کے باعث سکون کا حاصل ہونا، آسمان کا نظامِ شمسی، اس کے ذریعے سے نباتات، باغات وغیرہ کو جس قادرِ مطلق نے پیدا کیا ہے، اس کا منشا و مقصود کیا ہے؟ کیا یہ سارا نظام لغو اور بے کار ہے؟ نہیں ہرگز نہیں، بلکہ یہ کارخانۂ قدرت بامقصد ہے اور یہ سارا نظام انسان کی خدمت پر مامور ہے۔ انسان اللہ تعالٰی کا نائب ہے جس سے آخرت میں ان تمام نعمتوں کی بابت بازپرس ہو گی۔ اس بازپرس کے لئے ایک دن متعین و مقدر ہے۔ اس دن ہر شخص کے ہر عمل کی جزا و سزا کا فیصلہ ہو گا۔

آخرت کی منظر کشی میں ذکر فرمایا کہ اس دن اللہ کے حضور صرف وہی آدمی سفارش کا مجاز ہو گا جس کو اجازت ملے گی اور سفارش ان لوگوں کے حق میں قبول کی جائے گی جو ایمان کی دولت سے مالا مال اس دنیا سے اٹھائے گئے مگر عمل کے سلسلے میں ان کی کوتاہی تھی۔ کُفّار کے حق میں ہرگز ہرگز کوئی سفارش قبول نہ کی جائے گی۔ اس وقت یہ کُفّار اپنی محرومی پر افسوس کریں گے مگر ان کو اس پشیمانی کا ہرگز فائدہ نہ پہنچ سکے گا۔

تفسیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گزشتہ سورت میں "یَوْمُ الْفَصْل" فیصلے کے دن کے بارے میں ذکر ہوا ہے کہ اس روز اللہ تعالیٰ اگلی پچھلی تمام
موں کو جمع کریں گے۔ ساتھ ہی یہ ارشاد بھی ہوا کہ اگر تمہارے پاس کوئی تدبیر ہے تو اس تدبیر کو میرے خلاف لاؤ۔
ں دن جھٹلانے والوں پر تباہی آئے گی۔

یہ سورت بھی گزشتہ سورۃ (المرسلات) کا تسلسل ہے۔ یہاں اللہ ربّ العزت ان لوگوں سے مخاطب ہیں جو یوم
خرت کے دن حساب کتاب کے بارے میں شکوک و شبہات رکھتے ہیں۔ اور فرما رہے ہیں کہ یہ لوگ کس چیز سے
ے میں ایک دوسرے سے بطور تعجب سوال جواب کر رہے ہیں؟ کیا مذکور بالا "یَوْمُ الْفَصْل" والی عظیم خبر کے
رے میں قرآن کی بتلائی ہوئی حقیقت سے اختلاف رکھتے ہیں؟

یہ مضمون اس سورت میں یوں بیان ہوا ہے:

عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ ۝ عَنِ النَّبَإِ الْعَظِيمِ ۝ الَّذِي هُمْ فِيهِ مُخْتَلِفُونَ ۝
كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ۝ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ۝

"یہ لوگ کس چیز کے بارے میں دریافت کرتے ہیں؟ کیا بڑی خبر کی نسبت جس میں یہ اختلاف کر رہے ہیں؟
دیکھو بہت جلد ان کو معلوم ہو جائے گا۔ پھر دیکھو بہت جلد ان کو معلوم ہو جائے گا۔" (1-5)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے تخلیقِ کائنات اور نوعِ انسانی پر کیے گئے احسانات کا تذکرہ فرمایا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ مِهَادًا ۝
وَالْجِبَالَ أَوْتَادًا ۝ وَخَلَقْنَاكُمْ أَزْوَاجًا ۝ وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۝
وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاسًا ۝ وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ۝
وَبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ۝ وَجَعَلْنَا سِرَاجًا وَهَّاجًا ۝
وَأَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرَاتِ مَاءً ثَجَّاجًا ۝ لِنُخْرِجَ بِهِ حَبًّا وَنَبَاتًا ۝
وَجَنَّاتٍ أَلْفَافًا ۝

"کیا ہم نے زمین کو فرش نہیں بنایا؟ اور پہاڑوں کو کیلیں نہیں بنایا؟ اور ہم نے تم کو جوڑا جوڑا بنایا۔ اور
ہم نے تم کو آرام کے لئے نیند دی۔ اور ہم نے رات کو تمہارے آرام کے لئے پردہ بنا دیا۔ اور ہم نے

Marfat

دن کو روزی کے حصول کے لئے بنایا۔ اور تمہارے اوپر سات مضبوط آسمان بنائے۔ اور ہم نے (آسمان میں) ایک روشن چراغ بنایا۔ اور ہم ہی نے بھرے بادلوں سے موسلا دھار مینہ برسایا۔ تاکہ اس سے اناج اور سبزہ پیدا کریں۔ اور گھنے گھنے باغات۔" (16-6)

اس کے بعد قیامت کے وقوع پذیر ہونے سے قبل کی نشانیاں بتائیں اور یہ واضح کیا کہ بالآخر تمام مخلوق کو اللہ ربّ العزت کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے جہاں ہر شخص کا محاسبہ ہوگا اور ہر ایک کو ان کے اعمال کے مطابق بدلہ دیا جائے گا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيقَاتًا ۝
يَوْمَ يُنفَخُ فِي الصُّورِ فَتَأْتُونَ أَفْوَاجًا ۝ وَفُتِحَتِ السَّمَاءُ فَكَانَتْ أَبْوَابًا ۝
وَسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ۝ إِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ۝
لِّلطَّاغِينَ مَآبًا ۝ لَّابِثِينَ فِيهَا أَحْقَابًا ۝
لَّا يَذُوقُونَ فِيهَا بَرْدًا وَلَا شَرَابًا ۝ إِلَّا حَمِيمًا وَغَسَّاقًا ۝
جَزَاءً وِفَاقًا ۝ إِنَّهُمْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ حِسَابًا ۝
وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كِذَّابًا ۝ وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ كِتَابًا ۝
فَذُوقُوا فَلَن نَّزِيدَكُمْ إِلَّا عَذَابًا ۝

"بیشک فیصلہ کا دن ایک معیّنہ وقت ہے۔ جس دن صُور پھونکا جائے گا تو تم گروہ در گروہ آؤ گے۔ اور آسمان کھل جائے گا تو دروازے ہی دروازے ہوں گے۔ اور پہاڑ ہٹائے جائیں گے تو وہ ریت کی طرح ہو جائیں گے۔ بلاشبہ دوزخ ایک گھات میں ہے۔ سرکشوں کے لئے ایک ٹھکانا ہے جس میں وہ برسا برس پڑے رہیں گے۔ وہاں نہ سردی کا مزہ چکھیں گے اور نہ پینے کی چیز کا۔ مگر گرم پانی اور بہتی ہوئی پیپ۔ یہ بدلہ ہے پورا پورا اپنے گناہوں کا۔ یہ لوگ (دراصل) حساب آخرت کا عقیدہ ہی نہیں رکھتے تھے۔ اور ہماری آیات کو جھوٹا خیال کرتے تھے۔ اور ہم نے ہر چیز کو لکھ کر محفوظ کر لیا ہے۔ سو اب مزہ چکھو (اپنے اعمال کا) ہم تم پر عذاب بڑھاتے ہی رہیں گے۔" (عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ: 17-30)

اس کے بعد کی آیات میں متّقی لوگوں کے لئے خوشخبری سنائی گئی ہے کہ یقیناً کامیابی مُتقین کے لئے مقدر ہے اور انہیں ان کے اعمال کا بہترین بدلہ دیا جائے گا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ مَفَازًا ۝
حَدَائِقَ وَأَعْنَابًا ۝ وَكَوَاعِبَ أَتْرَابًا ۝ وَكَأْسًا دِهَاقًا ۝
لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا كِذَّابًا ۝ جَزَاءً مِّن رَّبِّكَ عَطَاءً حِسَابًا ۝
رَّبِّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمَٰنِ لَا يَمْلِكُونَ مِنْهُ خِطَابًا ۝
يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ وَالْمَلَائِكَةُ صَفًّا لَّا يَتَكَلَّمُونَ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ
الرَّحْمَٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ۝

"بیشک پرہیزگاروں کے لئے کامیابی ہے (یعنی باغات اور انگور ہوں گے) اور ہم عمر نوجوان عورتیں ہوں گی۔ اور شراب کے چھلکتے ہوئے جام ہوں گے وہ وہاں نہ بیہودہ بات سنیں گے اور نہ جھوٹ۔ یہ تمہارے پروردگار کی طرف سے صلہ ہے (تمہارے اعمال کا) جو مالک ہے تمام آسمانوں اور زمین کا اور جو ان دونوں میں ہیں۔ بڑا مہربان ہے۔ کسی کو اس سے بات کرنے کا حوصلہ نہ ہوگا۔ جس روز روح الامین اور فرشتے ایک صف میں کھڑے ہوں گے۔ (اس دن) کوئی شخص رحمان کی اجازت کے بغیر بول نہ سکے گا اور وہ بات بھی درست کرے گا۔" (عم یتساءلون: 31-38)

اس کے بعد یہ بات واضح کی گئی ہے کہ قیامت کے دن اللہ کے حکم کے بغیر کسی کو بات کرنے کی بھی ہمت نہیں ہوگی۔ سوائے اسے جسے اللہ تعالیٰ اجازت دیں۔ اس سے شفاعت کے بارے میں دیومالائی تصورات ختم ہو جاتے ہیں کیونکہ اس دن انسان کے اعمال اور اس کا کیا دھرا اس کے سامنے ہوگا اور وہ اپنا کیا دھرا سب دیکھ لے گا۔ اس سب سے زیادہ حیرت آمیز اور کرب انگیز حال کافروں اور بے عمل انسانوں کا ہوگا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ذَٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ ۖ فَمَن شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ مَآبًا ۝
إِنَّا أَنذَرْنَاكُمْ عَذَابًا قَرِيبًا يَوْمَ يَنظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدَاهُ
وَيَقُولُ الْكَافِرُ يَا لَيْتَنِي كُنتُ تُرَابًا ۝

"یہ دن برحق ہے پس جو چاہے اپنے رب کے پاس اپنا ٹھکانا بنا لے۔ ہم نے تم کو عذاب سے ڈرایا ہے جو قریب ہے۔ اس روز ہر شخص اپنے اعمال کو دیکھ لے گا جو اس نے اپنے ہاتھوں سے کئے ہوں گے اور کافر کہے گا: کاش کہ میں مٹی ہوتا۔" (عم یتساءلون: 38-40)

Marfat

.com

سورہ النازعات (۷۹)

نام

سورۃ کا پہلا لفظ ہی علامتی نام ہے۔

زمانۂ نزول

مکی زندگی کا دورِ اوّل زمانۂ نزول ہے۔

مضامین

اس سورۃ میں بھی قیامت اور حشر کے ثبوت پر دلائل ہیں۔ جان نکالنے والے فرشتوں کی قسم کھا کر کلام کو مؤکد کیا گیا اور کہا کہ جو فرشتہ آج تمہاری جان نکالنے پر مامور ہے' اس کے ذریعے سے اس جان کو دوبارہ لوٹایا بھی جا سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کا ذکر ہے کہ اس نے اس کائنات کو پیدا کیا اور پھر ایک جھٹکے کے ساتھ اس نظام کو درہم برہم کر دے گا اور پھر اسی طرح اس کائنات کو دوبارہ پیدا کرے گا۔ موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ اشارتاً مذکور ہے اور بتایا کہ آخرت کے منکروں کا انجام فرعون سے مختلف نہ ہو گا۔

آسمان کی تخلیق اور نظامِ شمسی کو بطور شاہد بیان فرمایا اور توجہ دلائی کہ کائنات کی ہر چیز انسان کی خدمت کے لئے مسخر کی گئی پھر یہ سب نعمتیں اور کچھ اختیارات دے کر انسان کو مکلّف بنایا کہ آخرت میں اس سے اس کی ذمہ داریوں کی بازپرس کی جائے گی۔ اس سارے نظام پر اگر کوئی سلیمُ الفطرت انسان تعصب سے بالاتر ہو کر غور کرے گا تو منطقی طور پر نتیجہ یہی نکلے گا کہ اس قدر بااختیار مخلوق کا محاسبہ ضروری ہے۔

قیامت کی بابت کُفّارِ مکّہ کے سوالات کے بارے میں فرمایا کہ اس کا علم اللہ تعالیٰ نے صرف اپنے پاس رکھا ہے۔ البتہ اس صورتِ حال سے آگاہ کیا تاکہ وہ بھولے بھٹکے انسانوں کو آخرت کی فکر دلا سکیں کیونکہ انسان اس دنیا کی زندگی پر فریفتہ ہو کر آخرت سے بے پروا ہو جاتا ہے۔ اس سورت میں سرکشی' جھوٹ اور نیکی سے اعراض کرنے والوں کے انجامِ بد کا ذکر ہے اور آخرت کا خوف رکھنے والوں کی عظمت بھی مذکور ہے۔

Marfat

تفسیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ کی ابتداء میں اللہ ربُّ العزت نے فرشتوں کی قسم اٹھا کر فرمایا ہے کہ قیامت کا دن آکر رہے گا اور جب یہ دن آجائے گا تو لوگوں کے دل خوف سے دہل رہے ہوں گے۔ ساتھ ہی کُفّار کی حکایت بھی نقل کی کہ جب ہم انسان بوسیدہ ہڈیاں ہو جائیں گے تو پھر ہم کیسے زندہ کیے جائیں گے؟

اللہ تعالیٰ نے اس قسم اور اس کے سوال کا یوں تذکرہ فرمایا ہے:

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ۝ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ۝ وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ۝ فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ۝ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ۝ يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۝ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ۝ قُلُوْبٌ يَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ ۝ اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ۝ يَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي الْحَافِرَةِ ۝ ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ۝ قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ۝ فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ۝ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ۝

"ان فرشتوں کی قسم جو سختی سے جان نکالتے ہیں اور ان کی جو آسانی سے کھول دیتے ہیں اور ان کی جو تیرتے پھرتے ہیں۔ پھر لپک کر آگے بڑھتے ہیں۔ پھر دنیا کے کاموں کا انتظام کرتے ہیں کہ وہ دن آکر رہے گا جس دن زمین تھر تھرا اٹھے گی۔ پھر اس کے پیچھے اور بھونچال آئے گا۔ اس دن (خوف کے مارے لوگوں کے) دل دہل رہے ہوں گے اور آنکھیں جھکی جا رہی ہوں گی۔ کہتے ہیں کیا ہم الٹے پاؤں پھر لوٹیں گے؟ کیا جب ہم بوسیدہ ہڈیاں ہو جائیں گے (پھر زندہ کیے جائیں گے)؟ وہ کہنے لگے یہ تو بڑا نقصان دینے والا لوٹنا ہے۔ وہ تو صرف ایک ڈانٹ ہی ہوگی۔ پھر وہ سب کے سب میدان (حشر) میں جمع ہوں گے۔"

(النازعات:1-14)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے واقعے کا ذکر کیا ہے کہ کس طرح موسیٰ علیہ السلام فرعون کے پاس گئے اور فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو جھٹلایا اور ساتھ ہی اس نے اپنے درباریوں کو جمع کیا اور ملک میں عام منادی کرائی اور رب ہونے کا دعویٰ کیا چنانچہ وہ اس جھوٹے دعوے پر دنیا اور آخرت کے عذاب میں پکڑ لیا گیا۔ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی واضح کر دیا کہ یہ واقعہ بیان کرنا عبث نہیں بلکہ اس واقعے میں خدا سے ڈرنے والوں کے لئے مقامِ عبرت ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ۝
اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۝
اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۝ فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى ۝
وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ۝ فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى ۝
فَكَذَّبَ وَعَصٰى ۝ ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى ۝ فَحَشَرَ فَنَادٰى ۝
فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ۝ فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى ۝
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ۝

"اے نبیؐ! کیا تمہارے پاس موسیٰ کا قصہ پہنچا ہے؟ جب ان کے رب نے ان کو پاک میدان طویٰ میں پکارا (اور کہا) کہ فرعون کے پاس جاؤ' وہ (باغی اور) سرکش ہو رہا ہے۔ پھر کہو کیا تو چاہتا ہے کہ تو پاک ہو جائے؟ اور میں تجھے تیرے پروردگار کا رستہ بتا دوں تاکہ تجھ کو خوف پیدا ہو؟ پھر موسیٰ نے اس کو (اپنے رب کی بڑی) بڑی نشانیاں دکھائیں۔ مگر اس نے جھٹلایا اور نہ مانا۔ پھر لوٹ گیا اور تدبیریں کرنے لگا اور لوگوں کو اکٹھا کیا اور پکارا اور کہا: میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں۔ تو پھر اللہ نے اس کو دنیا اور آخرت کے عذاب میں پکڑ لیا۔ بلاشبہ اس میں بڑی عبرت ہے اس شخص کے لئے (جو اللہ سے) ڈرے۔"

(النازعات:15-26)

اس کے بعد اللہ ربّ العزت نے مختلف مثالیں دے کر واضح فرمایا کہ جس خالقِ کائنات نے تمام نظام بنایا ہے اس کے لئے چنداں مشکل نہیں کہ تم کو دوبارہ زندہ کرے۔ اس سلسلے میں یہ دلیل بھی دی کہ ذرا سوچو تو سہی کیا تمہیں دوبارہ پیدا کرنا زیادہ دشوار ہے یا آسمان کو پیدا کرنا؟

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ۚ بَنٰىهَا ۝ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ۝
وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰىهَا ۝ وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ۝
اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰىهَا ۝ وَالْجِبَالَ اَرْسٰىهَا ۝
مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ۝

"کیا تمہارا بنانا مشکل ہے یا آسمان کا؟ اسی نے اس کو بنایا۔ (اس نے) اسکی چھت کو اونچا کیا' پھر اسے برابر کر دیا اور اسی نے رات تاریک بنائی اور دن کو دھوپ نکالی اور اس کے بعد زمین کو پھیلا دیا۔ اسی نے

fat.com

اس میں سے اس کا پانی نکالا اور چارہ اگایا اور پہاڑوں کا بوجھ (زمین پر) رکھا۔ یہ سب کچھ تمہارے اور تمہارے چوپایوں کے فائدے کے لئے کیا۔" (النازعات:26-34)

اس کے بعد فرمایا کہ قیامت کے دن انسان کے اعمال ہی اس کو بار بار یاد آئیں گے اور یہ واضح کیا کہ دوزخ میں جانے کے دو اسباب ہیں:

1- سرکشی۔

2- اللہ کے مقابلے میں حیات دنیاوی کو ترجیح دینا۔

اس طرح سے جنّت میں جانے کے بھی دو اسباب ذکر کیے:

1- اللہ کے حضور کھڑے ہونے کا خوف اور اس کا لحاظ۔

2- نفس کو بُری خواہشات سے عملاً باز رکھنا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَإِذَا جَاءَتِ الطَّامَّةُ الْكُبْرَىٰ ۝ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْإِنسَانُ مَا سَعَىٰ ۝ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيمُ لِمَن يَرَىٰ ۝ فَأَمَّا مَن طَغَىٰ ۝ وَآثَرَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ۝ فَإِنَّ الْجَحِيمَ هِيَ الْمَأْوَىٰ ۝ وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ ۝ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ ۝

"تو جب وہ بہت بڑی آفت آئے گی (یعنی قیامت) اس روز انسان اپنے تمام کاموں کو یاد کرے گا۔ اور دوزخ دیکھنے والوں کے سامنے کر دی جائے گی۔ تو جس نے سرکشی کی ہو گی اور دنیا کی زندگی کو (آخرت کی زندگی پر) مقدم سمجھا اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ اور جو اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرا ہو گا اور اس نے نفس کی خواہشات کو روکا ہو گا تو اس کا ٹھکانا بہشت ہے۔" (النازعات:34-41)

آخر میں ارشاد فرمایا کہ قیامت کی گھڑی کے بارے میں لوگوں کو اطلاع کرنا نہ رسول کا کام ہے اور نہ ہی منصب۔ بلکہ صرف یہ بتا دینا کافی ہے کہ وہ گھڑی آکر رہے گی اور جب آئے گی تو اس دنیا کے سب عیش و آرام بھلا دے گی اور محسوس ہو گا کہ دنیا میں لمحوں سے زیادہ قیام نہیں کیا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا ۝

t.com

فِيمَ أَنتَ مِن ذِكْرَاهَا ۝ إِلَىٰ رَبِّكَ مُنتَهَاهَا ۝
إِنَّمَا أَنتَ مُنذِرُ مَن يَخْشَاهَا ۝
كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا عَشِيَّةً أَوْ ضُحَاهَا ۝

"اے نبی! لوگ تم سے دریافت کرتے ہیں کہ قیامت کب ہوگی؟ سو اس کے بیان کرنے سے تمہارا کیا واسطہ ہے؟ اس کا علم تو صرف تمہارے رب ہی کو ہے۔ تم تو صرف ڈرانے والے ہو ان کو جو اللہ سے ڈرتے ہیں۔ گویا کہ جب وہ قیامت کو دیکھیں گے تو خیال کریں گے کہ دنیا میں وہ ایک شام یا ایک صبح رہے تھے۔" (النازعات: 41-46)

t.com

سورہ عبس (۸۰)

نام

پہلا لفظ علامتی نام ہے۔

زمانۂ نزول

مکی زندگی کا دورِ اول اس کا زمانۂ نزول ہے۔

مضامین

اس سورت کے نزول کے بارے میں ایک روایت بیان کی گئی ہے کہ قریشی سردار ایک مرتبہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل میں بیٹھے تھے۔ اس دوران میں عبداللہ بن اُمِّ مکتومؓ (نابینا صحابی) حاضر خدمت ہوئے اور آپؐ سے کچھ پوچھنا چاہا۔ قریشی سرداروں کو یہ بات ناگوار گزری کہ کوئی نابینا اور مسکین شخص ان کی موجودگی میں آپؐ کی مجلس میں آئے۔ اس پر ان سرداروں کو تنبیہہ کی گئی جو ہٹ دھرمی اور نخوت کی بنا پر دینِ حق کے پیغام پر اس لئے توجہ نہ دیتے تھے کہ ابتدائی طور پر اس اسلام کو غریب لوگوں نے قبول کیا ہے۔ نیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی طرف متوجہ کیا گیا کہ آپ کی یہ فکر کہ قوم کے بااثر افراد کی توجہ سے دین حق کا کام آسان ہو جائے گا' درست نہیں گو آپ کی یہ خواہش اخلاص و للّٰہیت پر مبنی ہے۔ کیونکہ تبلیغِ دین کا اصول یہ ہے کہ جو شخص طلبِ حق کے جذبے کے ساتھ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو' وہ بظاہر کیسا ہی بے اثر' معذور یا کمزور کیوں نہ ہو' اس کی قدر و قیمت اللہ تعالیٰ کے ہاں دیگر افراد سے کہیں زیادہ ہے۔ اسی طرح اصولِ دعوت کے سلسلے میں فرمایا کہ پیغام حق تو سب کو پہنچائیں مگر توجہ ان افراد پر زیادہ مرکوز رکھیں جو طلبِ حق کی پیاس لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔

اواخرِ سورت میں انسان کی تخلیق کے مختلف مراحل' انسانی ضروریات کی تکمیل میں صرف ہونے والی اشیاء خصوصاً نباتات' چوپاؤں وغیرہ کا ذکر کر کے غور و فکر کی دعوت دی۔ قیامت کے مناظر کی ہولناکی کا بھی ذکر کیا کہ کوئی شخص کسی دوسرے کی ضرورت اس دن پوری نہ کر سکے گا۔ اس وقت ہر شخص کو اپنے اعمال ہی کام دیں گے۔ نیز اس وقت اعمال کے اعتبار سے ہر شخص کے چہرے کے تاثرات عیاں ہوں گے اور میدانِ حشر کے سارے لوگ ایک دوسرے کا انجام اس کے چہرے کے تاثرات سے معلوم کریں گے۔

تفسیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حشر کی نفسا نفسی

اس سورت میں یہ بات خصوصیت سے بیان کی گئی ہے کہ حشر کے دن کوئی شخص کسی دوسرے کے کام نہ آ سکے گا۔ اس دن نفسا نفسی کا عالم ہو گا۔ انسان کو صرف اپنی پڑی ہوئی ہو گی اور وہ کسی کے کام آنے کے لائق نہ ہو گا۔ وہ لوگ جن سے ہم دنیا میں سب سے توقع کرتے ہیں' مثلاً ماں' باپ' بھائی' بہن' خاوند' بیوی' اولاد سب کے سب اس دن پرائے بن چکے ہوں گے۔ کسی کو سوائے اپنی ذات کے کسی کا ہوش نہیں ہو گا' بلکہ انسان اپنے قریبی رشتہ داروں کو دیکھ کر منہ چھپائے گا کہ کہیں وہ شخص مجھ سے کچھ مانگ نہ لے۔ یہ اس وجہ سے بھی ہو گا کہ اس کی حالت دیکھنے کے قابل نہ ہو گی' وہ سب سے منہ چھپائے گا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ۝ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ۝
وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ۝ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ۝
لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ۝

"آخر کار جب وہ کان بہرے کر دینے والی آواز بلند ہو گی' اس روز آدمی اپنے بھائی' اپنے والد' اپنی ماں' اپنی بیوی اور اپنی اولاد سے بھی بھاگے گا۔ ان میں سے ہر شخص پر ایک ایسا وقت آ پڑے گا کہ اسے اپنے سوا کسی کا ہوش نہ ہو گا۔" (عبس:33-37)

اس کے بعد فرمایا کہ محشر کے دن لوگ دو گروہوں میں تقسیم ہوں گے۔ کچھ ایسے ہوں گے جن کے چہرے کھلے ہوئے ہوں گے' وہ خوش ہوں گے۔ انہیں جنت میں جانے کی اُمید ہو گی کہ ان سے دیدارِ الٰہی کا وعدہ پورا ہونے والا ہو گا' اور کچھ ایسے ہوں گے جو کافر اور فاجر ہوں گے' ان کے چہروں پر خاک اڑ رہی ہو گی۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ۝ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ۝
وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ۝ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ۝
اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ۝

"کچھ چہرے اس روز دمک رہے ہوں گے ہشاش بشاش اور خوش و خرم ہوں گے اور کچھ چہروں پر اس روز خاک اڑ رہی ہو گی اور پژمردگی چھائی ہوئی ہو گی۔ یہی کافر و فاجر لوگ ہوں گے۔" (عبس:38-42)

t.com

سورہ التکویر (۸۱)

نام

پہلی آیت کے لفظ سے ماخوذ ہے۔

زمانۂ نزول

مکی زندگی کے دورِ اول میں نازل ہوئی۔

مضامین

الف۔ قیامت کے پہلے مرحلے میں جب سورج، چاند، ستارے، سمندر اور پہاڑ اپنی اصلی شکل کھو دیں گے، کسی انسان کو اپنے اعزاء اور محبوب ترین چیزوں تک کی فکر نہ رہے گی۔ عجب بدحواسی کا عالم ہو گا۔ ہر شخص کے نامۂ اعمال کے مطابق اس کا محاسبہ شروع ہو جائے گا اور وہ سارے مناظر جو پردۂ غیب میں ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی خبر دے رہے ہیں، وہ سب کچھ عیاں ہو کر آنکھوں کے سامنے آجائیں گے۔

ب۔ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی حقانیت کو واضح کیا گیا اور فرمایا کہ یہ شیطان کے اوہام و تصورات نہیں بلکہ ربّ العالمین کا عظیم کلام ہے اور اس سے روگردانی کر کے تمہیں کہیں پناہ نہ مل سکے گی۔

اس سورۃ میں مندرجہ ذیل امور قابلِ غور ہیں۔

1- اس میں قیامت کی بہترین منظر کشی کی گئی ہے :

2- قیامت میں ہر شخص کو اس بات کا اچھی طرح سے علم ہو گا کہ وہ اللہ کے حضور کیا اعمال لے کر آیا ہے۔

Marfat

تفسیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ کی ابتداء میں قیامت کی منظر کشی کی گئی ہے کہ قیامت سے قبل کے حالات کیا ہوں گے‘ اس کی کیا کیا علامات ہوں گی اور جب قیامت وقوع پذیر ہو جائے گی اور تمام مناظر آنکھوں کے سامنے ہوں گے تو اس وقت ہر شخص کو اس بات کا اچھی طرح علم ہو گا کہ وہ اللہ کے حضور کیا اعمال لے کر آیا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِذَا الشَّمۡسُ کُوِّرَتۡ ۝ وَ اِذَا النُّجُوۡمُ انۡکَدَرَتۡ ۝ وَ اِذَا الۡجِبَالُ سُیِّرَتۡ ۝
وَ اِذَا الۡعِشَارُ عُطِّلَتۡ ۝ وَ اِذَا الۡوُحُوۡشُ حُشِرَتۡ ۝
وَ اِذَا الۡبِحَارُ سُجِّرَتۡ ۝ وَ اِذَا النُّفُوۡسُ زُوِّجَتۡ ۝
وَ اِذَا الۡمَوۡءٗدَۃُ سُئِلَتۡ ۝ بِاَیِّ ذَنۡۢبٍ قُتِلَتۡ ۝
وَ اِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتۡ ۝ وَ اِذَا السَّمَآءُ کُشِطَتۡ ۝
وَ اِذَا الۡجَحِیۡمُ سُعِّرَتۡ ۝ وَ اِذَا الۡجَنَّۃُ اُزۡلِفَتۡ ۝
عَلِمَتۡ نَفۡسٌ مَّاۤ اَحۡضَرَتۡ ۝

”جب سورج لپیٹ دیا جائے گا‘ اور جب تارے بکھر جائیں گے‘ اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے‘ اور جب دس مہینے کی حاملہ اونٹنیاں اپنے حال پر چھوڑ دی جائیں گی‘ اور جب جنگلی جانور سمیٹ کر اکٹھے کر دیئے جائیں گے‘ اور جب سمندر بھڑکا دیئے جائیں گے‘ اور جب جانیں (جسموں سے) جوڑ دی جائیں گی‘ اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس قصور میں ماری گئی؟ اور جب اعمال نامے کھولے جائیں گے‘ اور جب آسمان کا پردہ ہٹا دیا جائے گا‘ اور جب جہنم دہکائی جائے گی‘ اور جب جنت قریب لے آئی جائے گی‘ اس وقت ہر شخص کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ کیا لے کر آیا ہے۔“

(التکویر:1-14)

مذکورہ آیات میں اللہ تعالیٰ ستاروں کی‘ رات کی‘ اور پو پھٹنے کی قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ یہ اس ہستی کا کلام ہے جس نے جبرئیل امین کو اپنا رسول کریم بنا کر بھیجا ہے‘ جو کہ معزز ہونے کے علاوہ با اعتماد فرشتے ہیں۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم خدانخواستہ نہ مظلوم ہیں اور نہ دین سکھانے میں بخل برتنے والے ہیں۔

Marfa

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ۝ وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ ۝
وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ ۝ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۝
ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ ۝ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ ۝
وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ ۝ وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ ۝
وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ۝ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ۝

"پس نہیں، میں قسم کھاتا ہوں پلٹنے والے اور چھپ جانے والے تاروں کی، اور رات کی جبکہ وہ رخصت ہوئی اور صبح کی جبکہ اس نے سانس لیا، یہ فی الواقع ایک بزرگ پیغام بر کا قول ہے جو بڑی توانائی رکھتا ہے، عرش والے کے ہاں بلند مرتبہ ہے، وہاں اس کا حکم مانا جاتا ہے، وہ بااعتماد ہے۔ اور (اے اہلِ مکہ) تمہارا رفیق مجنون نہیں ہے، اس نے اس پیغامبر کو روشن اُفق پر دیکھا ہے۔ اور وہ غیب (کے اس علم کو لوگوں تک پہنچانے) کے معاملہ میں بخیل نہیں ہے۔ اور یہ کسی شیطان مردود کا قول نہیں ہے۔ پھر تم لوگ کدھر چلے جا رہے ہو؟" (التکویر:15-26)

قرآنِ مجید تمام جہانوں کے لئے نصیحت ہے۔ یہ آفاقی، اور دائمی پیغام ربانی ہے، جسے انسانوں کی طرف ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بھیج دیا گیا۔ اگر انسان حق پرست ہے تو قرآنِ مجید کی راہ پر چلنے کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں۔ مگر یہ اللہ کی توفیق اور مشیت سے ہی ہوگا کہ ایک شخص قرآنِ مجید پر پورے طور سے عمل کر سکے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝
لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ ۝
وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

"یہ تو سارے جہان والوں کے لئے ایک نصیحت ہے، تم میں سے ہر اس شخص کے لئے جو راہِ راست پر چلنا چاہتا ہو۔ اور تمہارے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا جب تک اللہ ربُّ العالمین نہ چاہے۔"

(التکویر 27-29)

Marf

سورہ الانفطار (۸۲)

نام

پہلی آیت کے ایک لفظ سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے "پھٹ جانا"۔

زمانۂ نزول

مکی زندگی کا دورِ اول اس کا زمانۂ نزول ہے۔

مضامین

ابنِ عُمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"جو شخص مناظرِ قیامت کو اپنی آنکھوں دیکھنا چاہتا ہے' وہ سورۃ تکویر' انفطار اور انشقاق کو غور سے پڑھے۔"

اس سورۃ میں مندرجہ ذیل باتیں خصوصاً قابلِ غور ہیں:

1- قیامت کے ہولناک منظر کی انتہائی خوبصورت تصویر کشی۔

2- انسان کی نفسیات کہ وہ اپنے رب کے بارے میں دھوکے میں پڑا ہوا ہے۔

3- انسان کا خالق' مالک' رازق تو صرف اللہ ہے مگر انسان نے نہ معلوم کن کن لوگوں کو یہ مقام دیا ہوا ہے۔

4- انسان کا دھوکے میں پڑ جانے اور گروہوں میں پڑ جانے کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ وہ جواب دہی کے تصو[ر] سے گھبراتا ہے۔ حالانکہ اس کی ہر ہر حرکت کو نگران فرشتے نوٹ کر رہے ہیں۔

5- اعمال کے بارے میں اصل فیصلہ روزِ قیامت ہو گا۔ جس دن نیک لوگ جنت میں ہوں گے اور گناہگار جہنم میں۔ یہ وہ دن ہو گا جب کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا۔ اصل اقتدار و اختیار کی مالک اللہ کی ذات ہے' وہی فیصلہ کرنے کا مجاز ہے۔

تفسیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اس سورت میں پہلی سورت کی طرح قیامت کے ابتدائی دور کا ذکر ہے کہ جب آسمان' ستارے اور سمندر کی ہیئت بدل جائے گی' اس وقت مردے قبروں سے نکل کر میدانِ حشر کی طرف بھاگیں گے تو ہر شخص کو اپنے کئے ہوئے اعمال کے انجام کا پتا چل جائے گا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

إِذَا السَّمَاءُ انفَطَرَتْ ۝ وَإِذَا الْكَوَاكِبُ انتَثَرَتْ ۝
وَإِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ۝ وَإِذَا الْقُبُورُ بُعْثِرَتْ ۝
عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَأَخَّرَتْ ۝

"جب آسمان پھٹ جائے گا' اور جب تارے بکھر جائیں گے' اور جب سمندر پھاڑ دیئے جائیں گے' اور جب قبریں کھول دی جائیں گی' اس وقت ہر شخص کو اس کا اگلا پچھلا سب کیا دھرا معلوم ہو جائے گا۔"

(الانفطار:1-5)

اللہ کی رحمت و کرم کا ذکر فرمایا گیا تاکہ انسان کو رغبت دلا کر اس کے خالق کی طرف متوجہ کیا جائے اور یہ واضح کیا کہ اللہ تعالیٰ کے رحیم و کریم ہونے کا یہ معنی نہیں کہ وہ انصاف اور عدل کے تقاضوں کو فراموش کر دے گا۔ ہرگز نہیں! اللہ تعالیٰ رحیم و کریم ہونے کے باوجود آخرت میں ہر شخص کے ذرا ذرا عمل کا محاسبہ کرے گا اور اس مقصد کے لئے ہر شخص کا عمل محفوظ کیا جا رہا ہے اور قیامت کے دن کا مالک اللہ وحدہٗ لاشریک ہی ہو گا اور کوئی بھی اس کے سامنے دم مارنے کی مجال نہ کر سکے گا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا الْإِنسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ ۝
الَّذِي خَلَقَكَ فَسَوَّاكَ فَعَدَلَكَ ۝ فِي أَيِّ صُورَةٍ مَّا شَاءَ رَكَّبَكَ ۝
كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُونَ بِالدِّينِ ۝ وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِينَ ۝
كِرَامًا كَاتِبِينَ ۝ يَعْلَمُونَ مَا تَفْعَلُونَ ۝ إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ۝
وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ ۝ يَصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّينِ ۝

Marfa

وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَآئِبِيْنَ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ۝
ثُمَّ مَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ۝
يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا ؕ وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ۝

"اے انسان' کس چیز نے تجھے اپنے اس ربِ کریم کی طرف سے دھوکے میں ڈال دیا جس نے تجھے پیدا کیا' تجھے نک سک سے درست کیا' تجھے متناسب بنایا' اور جس صورت میں چاہا تجھ کو جوڑ کر تیار کیا؟ ہرگز نہیں' بلکہ (اصل بات یہ ہے کہ) تم لوگ جزا و سزا کو جھٹلاتے ہو' حالانکہ تم پر نگران مقرر ہیں' ایسے معزز کاتب جو تمہارے ہر فعل کو جانتے ہیں۔ یقیناً نیک لوگ مزے میں ہوں گے اور بے شک بدکار لوگ جہنم میں جائیں گے۔ جزا کے دن وہ اس میں داخل ہوں گے اور اس سے ہرگز غائب نہ ہو سکیں گے۔ اور تم کیا جانتے ہو کہ وہ جزا کا دن کیا ہے؟ ہاں' تمہیں کیا خبر کہ وہ جزا کا دن کیا ہے؟ یہ وہ دن ہے جب کسی شخص کے لئے کچھ کرنا کسی کے بس میں نہ ہو گا۔ فیصلہ اس دن بالکل اللہ کے اختیار میں ہو گا۔"

(الانفطار:6-19)

fat.com

Marfa

سورہ المطففین (۸۳)

نام

پہلی آیت کے ایک لفظ کو علامتی نام قرار دیا۔

زمانۂ نزول

مکی زندگی کے دور اول میں نازل ہوئی۔

مضامین

آغاز میں کاروباری بددیانتی کے ہولناک انجام کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ مرض ہر دور میں عام رہا کہ خرید و فروخت کے پیمانے مختلف رکھے جاتے۔ اس سے قبل قوم شعیب کے واقعات میں بھی اس خرابی کے باعث عذاب کا ذکر ہے۔ اس جگہ اس خرابی کی بنیاد اور سبب کا ذکر کیا کہ آخرت کی جوابدہی سے بے خوف ہونے کے باعث یہ مرض انسان میں پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ آخرت کی جوابدہی کا فکر راست بازی اور راست گوئی میں بنیادی حیثیت کا حامل ہے کیونکہ آخرت کے منکر امانت و دیانت کو اچھائی اور خوبی سمجھ کر اگر اپنا بھی لیں گے تو ذاتی غرض و مفاد کے موقع پر وہ بددیانتی اور خیانت کی طرف مائل ہو سکتے ہیں جبکہ آخرت کے خوف سے امانت و دیانت اپنانے والا کسی بھی صورت میں برائی کی طرف مائل نہیں ہوتا۔ الحاصل اخلاقِ حسنہ پر معاشرے کے تمام افراد کو کاربند کرنے کے لئے لازم ہے کہ عقیدۂ آخرت کو رائج کیا جائے۔ اس سورت میں ان لوگوں کے انجام کا ذکر ہے جو اہلِ جنت ہیں اور اس بارے میں یہ مزید فرمایا کہ اہلِ جنت کُفّار کے انجام کو دیکھ کر آخرت میں سکون حاصل کریں گے۔

اس کے علاوہ اس سورۃ میں مندرجہ ذیل باتیں خصوصیت کے ساتھ بیان کی گئی ہیں۔ یہ باتیں انسانی نفسیات کے تجزیے میں شاہکار کا درجہ رکھتی ہیں۔

1- ان لوگوں کی ذہنی حالت کا ذکر کیا جو دوغلے پن کا شکار ہیں' دو دو چہرے رکھتے ہیں' اپنے لئے کچھ اور دوسروں کے لئے کچھ اور اس کے برعکس حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

"تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا' جب تک اپنے مسلمان بھائی کے لئے بھی وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے کرتا ہے۔"

2- اس ذہنی بیماری کا سبب یہ بتلایا کہ یہ لوگ اللہ کے سامنے جواب دہی اور احساس ذمہ داری سے محروم ہیں۔ یہ

لوگ روزِ جزا کو جھٹلاتے ہیں۔

3- روزِ جزا کو جھٹلانے والے کی نفسیات یوں بیان کی گئی:

(الف) یہ لوگ حد سے گزرنے والے ہیں۔ اور بد عمل لوگ ہوتے ہیں۔

(ب) یہ اللہ کی نازل شدہ آیات 'اس کی تعلیمات اور انبیاء کے وعظ و نصیحت کو دورِ حاضر میں قابلِ عمل نہیں سمجھتے' بلکہ پرانے وقتوں کی کہانیاں (اساطیر الاولین) قرار دیتے ہیں۔

(ج) ان کے اعمال کی سیاہی کے باعث ان کے دل زنگ آلود ہو جاتے ہیں اور دل کا آئینہ صاف نہ ہونے کی وجہ سے ان کی شخصیتیں حقائقِ الٰہیہ کے صحیح عکس سے محروم ہو جاتی ہیں۔

(د) اس زنگ اور سیاہی دل کی وجہ سے وہ قیامت کے دن بھی پروردگار کی دید سے محروم رکھے جائیں گے۔

4- دنیاوی زندگی میں تو اہلِ دنیا اہلِ دین پر ہنستے رہے 'لیکن قیامت کے دن صورتحال الٹ جائے گی۔ اس دن اہلِ دین مسندوں پر بیٹھے ہوئے کُفّار کی ناگفتہ بہ حالت کو دیکھ کر دل ہی دل میں خوش ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں اس انجام سے بچالیا اور کُفّار کی حالت پہ سب کو ہنسی آ رہی ہو گی۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو دنیا میں بہت جلال و شان کے دعویٰ دار تھے اور ان کی زندہ باد پکاری جاتی تھی لیکن اب وہ انتہائی ذِلّت کے عالم میں ہوں گے۔

تفسیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لئے ہلاکت ہے

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ ۝ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ ۝ وَإِذَا كَالُوهُمْ أَو وَّزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ ۝ أَلَا يَظُنُّ أُولَٰئِكَ أَنَّهُم مَّبْعُوثُونَ ۝ لِيَوْمٍ عَظِيمٍ ۝ يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ۝

"تباہی ہے ڈنڈی مارنے والوں کے لئے جن کا حال یہ ہے کہ جب لوگوں سے لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو انہیں گھٹا دیتے ہیں۔ کیا یہ لوگ نہیں سمجھتے کہ ایک بڑے دن یہ اٹھا کر لائے جانے والے ہیں؟ اس دن جبکہ سب لوگ ربّ العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔"

(مطففین: 1-6)

اس سورت کی ابتداء میں ناپ تول کے ساتھ ساتھ عام معاشرتی زندگی کا بھی ایک اصول مذکور ہے کہ ہم لوگ دوسروں سے کچھ اور توقع رکھتے ہیں اور جب خود اپنا معاملہ ہوتا ہے تو لوگوں کی توقعات پر قطعاً پورا نہیں اترتے۔ یعنی معاشرتی زندگی میں اصول و ضوابط اپنی مرضی کے مطابق از خود وضع کرتے ہیں جس میں اپنا مفاد ہوتا ہے اور یہی چیز انسان کی ہلاکت و بربادی کا باعث ہے کہ اس کے پیمانے الگ الگ ہوتے ہیں 'اپنے لئے اور' اور دوسروں کے لئے کچھ اور! یہ ساری خرابیاں اس وقت جنم لیتی ہیں جب انسان آخرت کی زندگی کے بارے میں محاسبے سے اپنے آپ کو آزاد خیال کر لیتا ہے۔

دوزخ اور اہلِ دوزخ کا تذکرہ

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

كَلَّا إِنَّ كِتَابَ الْفُجَّارِ لَفِي سِجِّينٍ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا سِجِّينٌ ۝ كِتَابٌ مَّرْقُومٌ ۝ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ۝ الَّذِينَ يُكَذِّبُونَ بِيَوْمِ الدِّينِ ۝

fat.com

وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۙ
اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۭ
كَلَّا بَلْ ۫ رَانَ عَلٰي قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝
كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَىِٕذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ۭ
ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ ۭ ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۭ

"ہرگز نہیں یقیناً بدکاروں کا نامۂ اعمال قید خانے کے دفتر میں ہے۔ اور تمہیں کیا معلوم کہ کیا ہے وہ قید خانے کا دفتر؟ وہ ایک کتاب ہے لکھی ہوئی۔ تباہی ہے اس روز جھٹلانے والوں کے لئے جو روزِ جزا کو جھٹلاتے ہیں۔ اور اسے نہیں جھٹلاتا مگر ہر وہ شخص جو حد سے گزر جانے والا بد عمل ہے۔ اسے جب ہماری آیات سنائی جاتی ہیں تو کہتا ہے: "یہ تو اگلے وقتوں کی کہانیاں ہیں۔" ہرگز نہیں! بلکہ دراصل ان لوگوں کے دلوں پر ان کے برے اعمال کا زنگ چڑھ گیا ہے۔ ہرگز نہیں! بالیقین اس روز یہ اپنے رب کی دید سے محروم رکھے جائیں گے۔ پھر یہ جہنم میں جا پڑیں گے۔ پھر ان سے کہا جائے گا کہ یہ وہی چیز ہے جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔" (مطففین:7-17)

جنت اور اہلِ جنت کے اوصاف

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ ۭ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ ۭ
كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۙ يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ ۭ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ۙ
عَلَي الْاَرَاۗىِٕكِ يَنْظُرُوْنَ ۙ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ ۚ
يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ ۙ
خِتٰمُهٗ مِسْكٌ ۭ وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنٰفِسُوْنَ ۭ
وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ ۙ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ۭ

"ہرگز نہیں، بے شک نیک آدمیوں کا نامۂ اعمال بلند پایہ لوگوں کے دفتر میں ہے۔ اور تمہیں کیا خبر کہ کیا ہے وہ بلند پایہ لوگوں کا دفتر؟ ایک لکھی ہوئی کتاب! جس کی نگہداشت مقرب فرشتے کرتے ہیں۔ بے شک نیک لوگ بڑے مزے میں ہوں گے، اونچی مسندوں پر بیٹھے نظارے کر رہے ہوں گے، ان کے چہروں پر تم خوشحالی کی رونق محسوس کرو گے۔ ان کو نفیس ترین سربند شراب پلائی جائے گی جس پر مشک کی مہر لگی ہو

t.com

گی۔ جو لوگ دوسروں پر بازی لے جانا چاہتے ہوں' وہ اس چیز کو حاصل کرنے میں بازی لے جانے کی کوشش کریں۔ اس شراب میں تسنیم کی آمیزش ہو گی۔ یہ ایک چشمہ ہے جس کے پانی کے ساتھ مقرب لوگ شراب پئیں گے۔" (مطففین:18-28)

کُفّار کو آخرت میں عذاب کا سبب

اس سورۃ کا اختتام اس ذکر پر ہے کہ کُفّار کو آخرت میں اس وجہ سے عذاب ہو گا کہ وہ اہلِ دین کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ الَّذِينَ أَجْرَمُوا كَانُوا مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا يَضْحَكُونَ ۝
وَإِذَا مَرُّوا بِهِمْ يَتَغَامَزُونَ ۝ وَإِذَا انقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمُ انقَلَبُوا فَكِهِينَ ۝
وَإِذَا رَأَوْهُمْ قَالُوا إِنَّ هَٰؤُلَاءِ لَضَالُّونَ ۝
وَمَا أُرْسِلُوا عَلَيْهِمْ حَافِظِينَ ۝
فَالْيَوْمَ الَّذِينَ آمَنُوا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُونَ ۝ عَلَى الْأَرَائِكِ يَنظُرُونَ ۝
هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ۝

"مجرم لوگ دنیا میں ایمان لانے والوں کا مذاق اڑاتے تھے۔ جب ان کے پاس سے گزرتے تو آنکھیں مار کر ان کی طرف اشارے کرتے تھے' اپنے گھر والوں کی طرف پلٹتے تو مزے لیتے ہوئے پلٹتے تھے' اور جب انہیں دیکھتے تو کہتے تھے کہ یہ بہکے ہوئے لوگ ہیں' حالانکہ وہ ان پر نگران بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے۔ آج ایمان لانے والے کُفّار پر ہنس رہے ہیں۔ مسندوں پر بیٹھے ہوئے ان کا حال دیکھ رہے ہیں۔ مل گیا نا کافروں کو ان حرکتوں کا ثواب جو وہ کیا کرتے تھے!" (مطففین:29-36)

Marfa

سورہ الانشقاق (۸۴)

نام

پہلی آیت کے ایک لفظ سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے "پھٹ جانا۔"

زمانۂ نزول

دورِ نبوّت کے اوائل میں یہ سورت نازل ہوئی۔

مضامین

ابتدائی آیات میں قیامت کے وقوع کے مناظر کا ذکر ہے جس میں آسمان کے پھٹنے' زمین کے برابر ہو جانے اور زمین کے اندر موجود انسانوں کے اجزاء کو اُگل دینے کا ذکر ہے اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہو گا۔ حشر کے تذکرے میں انسانی اعمال کے انجام کے اعتبار سے دو طبقات کا ذکر ہے :

الف۔ نیکو کار لوگوں کو ان کا نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں سامنے سے دیا جائے گا۔

ب۔ کُفّار اور مجرموں کو نامۂ اعمال پیچھے سے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ اس وقت یہ لوگ تمنّا کریں گے کہ کاش! انہیں موت آ جائے مگر اب موت نہ آئے گی اور ان کو جہنّم میں ایندھن بنا کر جھونک دیا جائے گا۔

ان سب چیزوں پر بطور دلیل سورج کا روزانہ نمودار ہونا' دن رات کا ایک دوسرے کے بعد آنا جانا' انسانوں اور حیوانوں کا رات کو اپنے ٹھکانوں پر پلٹنا اور چاند کے تغیرات کو پیش کیا گیا اور پھر فرمایا کہ قرآن کو سننے کے بعد جو اس کو تسلیم نہ کرے گا' ایسوں کے لئے دردناک سزا اور جو اس پر ایمان لا کر نیک اعمال کریں گے' ان کے لئے بے حد و حساب اجر ہو گا۔'

تفسیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پہلی سورتوں کی طرح اس سورۃ کا آغاز بھی وقوعِ قیامت کے ابتدائی علامات سے ہے کہ آسمان پھٹ جائے گا، زمین ہموار ہو جائے گی اور یہ دونوں اپنے رب کے حکم کی تعمیل کرتے ہوں گے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

إِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ ۝ وَأَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۝ وَإِذَا الْأَرْضُ مُدَّتْ ۝ وَأَلْقَتْ مَا فِيهَا وَتَخَلَّتْ ۝ وَأَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۝

"جب آسمان پھٹ جائے گا اور اپنے رب کے فرمان کی تعمیل کرے گا اور اس کے لئے حق یہی ہے (کہ اپنے رب کا حکم مانے)۔ اور جب زمین پھیلا دی جائے گی اور جو کچھ اس کے اندر ہے اسے باہر پھینک کر خالی ہو جائے گی اور اپنے رب کے حکم کی تعمیل کرے گی اور اس کے لئے حق یہی ہے (کہ اس کی تعمیل کرے)" (الانشقاق:1-5)

مومن کا مقصود

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا الْإِنسَانُ إِنَّكَ كَادِحٌ إِلَىٰ رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلَاقِيهِ ۝

"اے انسان! تو کشاں کشاں اپنے رب کی طرف چلا جا رہا ہے اور اس سے ملنے والا ہے۔"

(الانشقاق:6)

یہ وہ کیفیت ہے جس کی آس پہ ایک مومن پوری زندگی گزار دیتا ہے۔ اللہ کے احکام کی سربلندی کے لئے اس کو نہ تو جیل میں کوئی مشکل نظر آتی ہے اور نہ کوئی اور مشقت و مصیبت۔ ایک اللہ والے کو بادشاہِ وقت نے ڈرایا کہ ہم تجھے سخت ترین سزا دیں گے۔ اس نے کہا کہ اگر تم مجھے جیل میں ڈال دو گے تو یہ میرا اعتکاف ہو گا۔ اگر تم مجھے ملک سے دیس نکالا دے دو گے تو یہ میری ہجرت ہو گی۔ میرے حبیب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنت پر عمل ہو جائے گا اور اگر تم مجھے قتل کر دو گے تو میری زندگی اس شہادت کی آرزو میں گزر رہی ہے۔ تم میرا کیا بگاڑ سکتے

t.com

ہو؟ کیونکہ اس راہ میں بڑی سے بڑی سزا بھی میرا عین مقصود و مطلوب ہے۔ معلوم ہوا کہ اللہ والے بہت بے نیاز ہوتے ہیں۔ کوئی بڑی سے بڑی تکلیف ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ وہ ہر مشقت جھیلتے ہوئے اپنے پروردگار کے قریب بلکہ قریب تر ہوتے چلے جاتے ہیں اور اگر انہیں شہادت نصیب ہو جائے تو پھر یہ نعرہ مستانہ بلند کرتے ہیں:۔

"ربِّ کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا"

کیونکہ مومن کا مقصود قرآنی الفاظ میں یوں ہے:

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ لَا شَرِیْكَ لَهٗ ۚ وَ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ۝

"اے نبی! کہو میری نماز، میرے تمام مراسم عبودیت، میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ربُّ العالمین کے لئے ہے۔ اس یکسوئی میں کسی اور کی ملاوٹ نہیں ہونے دوں گا۔ مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلا اطاعت گزار ہوں۔" (الاعراف:162-163)

نگاہوں میں منزل کوئی پھر رہی ہے
یونہی گرتا پڑتا چلا جا رہا ہوں

نامۂ اعمال کی تقسیم

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ ۝ فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا ۝ وَّ یَنْقَلِبُ اِلٰۤى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۝ وَ اَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ۝ فَسَوْفَ یَدْعُوْا ثُبُوْرًا ۝ وَّ یَصْلٰى سَعِیْرًا ۝ اِنَّهٗ كَانَ فِیْۤ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۝ اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ یَّحُوْرَ ۝ بَلٰۤى ۚ اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِیْرًا ۝

"پھر جس کا نامۂ اعمال اس کے سیدھے ہاتھ میں دیا گیا، اس سے ہلکا حساب لیا جائے گا اور وہ اپنے لوگوں کی طرف خوش خوش پلٹے گا۔ رہا وہ شخص جس کا نامۂ اعمال اس کی پیٹھ کے پیچھے دیا جائے گا تو وہ موت کو پکارے گا اور بھڑکتی ہوئی آگ میں جا پڑے گا۔ وہ اپنے گھر والوں میں مگن تھا۔ اس نے سمجھا تھا کہ اسے کبھی پلٹنا نہیں ہے۔ پلٹنا کیسے نہ تھا؟ اس کا رب اس کے کرتوت دیکھ رہا تھا۔" (الانشقاق:7-15)

اس سورت کے آخر میں اس بات پر بھی تعجب کا اظہار کیا جا رہا ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ لائے اور جب اللہ تعالیٰ کا پیغام آ رہا ہو تو وجد میں آ کر سربسجود نہ ہو:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ۝ وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ۝ وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ۝
لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ۝ فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝
وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ ۝
بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُكَذِّبُوْنَ ۝ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُوْعُوْنَ ۝
فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ
اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝

"پس نہیں، میں قسم کھاتا ہوں شفق کی، اور رات کی اور جو کچھ وہ سمیٹ لیتی ہے، اور چاند کی جب کہ وہ ماہِ کامل ہو جاتا ہے، تم کو ضرور درجہ بدرجہ ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف گزرتے چلے جانا ہے۔ پھر ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ یہ ایمان نہیں لاتے اور جب قرآن ان کے سامنے پڑھا جاتا ہے تو سجدہ نہیں کرتے؟ بلکہ یہ منکرین تو الٹا جھٹلاتے ہیں، حالانکہ جو کچھ یہ (اپنے نامۂ اعمال میں) جمع کر رہے ہیں اللہ اسے خوب جانتا ہے۔ لہٰذا ان کو دردناک عذاب کی بشارت دے دو۔ البتہ جو لوگ ایمان لے آئے ہیں اور جنہوں نے نیک عمل کیئے ہیں ان کے لئے کبھی ختم نہ ہونے والا اجر ہے۔" (الانشقاق:16-25)

گویا اس سورت میں بحیثیت انسان دو انتہاؤں کا ذکر ہے ایک فنافی اللہ مومن اور دوسرا ہٹ دھرم کافر۔

سورہ البروج (۸۵)

نام

پہلی آیت کا ایک لفظ علامتی نام ہے۔

زمانۂ نزول

دورِ نبوت کے آغاز میں نازل ہوئی۔

مضامین

اہلِ ایمان پر کفّار کے مظالم کے سلسلے میں دونوں طبقات کو خبردار کیا گیا۔

الف۔ اہلِ ایمان اگر مظالم برداشت کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو اجرِ عظیم سے نوازے گا۔

ب۔ ظالموں سے ان کے ظلم کا بدلہ خود اللہ تعالیٰ لے گا۔ اس ضمن میں اصحابُ الأخدود پر کی گئی لعنت کا ذکر کیا گیا ہے اور کفّارِ مکّہ کو کہا کہ تم بھی اسی طرح کے عذاب کے مستحق ہوگے۔ اس کے بعد اہلِ ایمان کو بتایا گیا کہ پہلے ادوار میں اہلِ ایمان کو آگ کے گڑھوں میں گرایا گیا اور انہوں نے ان سب مظالم کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا اور اللہ تعالیٰ کا شکوہ نہ کیا۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت اور غلبے کا ذکر ہے کہ زمین و آسمان کی سلطنت کا وہ مالک ہے اور ہر طرح کی حمد کا مستحق بھی۔ وہ سب کے اعمال اور احوال کا مشاہدہ کر رہا ہے۔ کافروں کو ان کے کفر کی سزا جہنّم کی صورت میں ملے گی اور اہل ایمان کو ظلم برداشت کرنے، اللہ پر توکّل اور بھروسے کی وجہ سے جنّت کی ابدی اور یقینی نعمتوں کا حقدار بنا دیا جائے گا۔

کفّار کو جب سزا ملے گی تو ان کی جماعت بندی اور افرادی طاقت و قوت ان کے کسی کام نہ آئے گی۔ اس سلسلے میں فرعون، قومِ ثمود اور دوسرے سرداروں اور بادشاہوں کا عبرتناک انجام سب کے لئے نمونہ عبرت کے طور پر موجود ہے۔ آخر میں بتایا کہ قرآن تمہیں وہ باتیں بتا رہا ہے جو لوح محفوظ میں ہیں اور اس کی ہر بات حتمی، یقینی اور واقعی ہے۔

Marfat

ترجمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ۙ○ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ۙ○ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ۭ○
قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ۙ○ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ۙ○ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ۙ○
وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ۭ○
وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۙ○
الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۭ○
اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ
جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ ۭ○
اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا
الْاَنْهٰرُ ڛ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ ۭ○
اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ۭ○ اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيْدُ ۚ○
وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ۙ○ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ ۙ○ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ۭ○
هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ ۙ○ فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ ۭ○
بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ ۙ○ وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَاۗىِٕهِمْ مُّحِيْطٌ ۚ○
بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ۙ○ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ○

"قسم ہے مضبوط قلعوں والے آسمان کی' اور اس دن کی جس کا وعدہ کیا گیا ہے (یعنی قیامت)' اور دیکھنے والے کی اور دیکھی جانے والی چیز کی کہ مارے گئے گڑھے والے۔ (اس گڑھے والے) جس میں خوب بھڑکتے ہوئے ایندھن کی آگ تھی۔ جبکہ وہ اس گڑھے کے کنارے پر بیٹھے ہوئے تھے اور جو کچھ وہ ایمان لانے والوں کے ساتھ کر رہے تھے' اسے دیکھ رہے تھے۔ اور ان اہلِ ایمان سے ان کی دشمنی اس کے سوا کسی وجہ سے نہ تھی کہ وہ اس خدا پر ایمان لے آئے تھے جو زبردست اور اپنی ذات میں آپ محمود ہے' جو آسمانوں اور زمین کی سلطنت کا مالک ہے' اور وہ خدا سب کچھ دیکھ رہا ہے۔ جن لوگوں نے مومن

t.com

مردوں اور عورتوں پر ستم توڑا اور پھر اس سے تائب نہ ہوئے یقیناً ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے اور ان کے لئے جلائے جانے کی سزا ہے۔ جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کئے' یقیناً ان کے لئے جنّت کے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ یہ ہے بڑی کامیابی! در حقیقت تمہارے رب کی پکڑ بڑی سخت ہے۔ وہی پہلی بار پیدا کرتا ہے اور وہی دوبارہ پیدا کرے گا۔ اور وہ بخشنے والا ہے' محبّت کرنے والا ہے' عرش کا مالک ہے' بزرگ و برتر ہے' اور جو کچھ چاہے' کر ڈالنے والا ہے۔ کیا تمہیں لشکروں کی خبر پہنچی ہے؟ فرعون اور ثمود (کے لشکروں) کی؟ مگر جنہوں نے کفر کیا ہے وہ جھٹلانے میں لگے ہوئے ہیں' حالانکہ اللہ نے ان کو گھیرے میں لے رکھا ہے۔ (ان کے جھٹلانے سے اس قرآن کا کچھ نہیں بگڑتا) بلکہ یہ قرآن بلند پایہ ہے اس لوح میں (نقش ہے) جو محفوظ ہے۔" (البروج: 1-22)

Marfat

t.com

سورہ الطّارق (۸۶)

نام

پہلی آیت کا ایک لفظ اس کا علامتی نام ہے۔

زمانۂ نزول

زمانۂ نبوّت کے اوائل میں نازل ہوئی۔

مضامین

اس سورت کے دو مضامین کو یوں بیان کیا جا سکتا ہے۔

الف۔ موت کے بعد اللہ کے حضور پیشی اور محاسبہ بہرحال ہو گا۔ اس کے لئے آسمان پر چمکنے والے ستاروں او
موجودات کا بطور شاہد ذکر کیا اور پھر انسانوں کو اپنے وجود پر غور کرنے کی دعوت دی جو ابتداء میں ایک بوند پانی اور پھ
ایک تنومند اور عقل و شعور سے بہرہ ور انسان بنایا۔ اسی انسان پر جب موت آئے گی تو اس کو دوبارہ زندہ کیا جائے
تاکہ ہر انسان کو یہ بتایا جا سکے کہ دنیا میں اس کے اعمال پر ایک پردہ ڈالا گیا تھا اور آج اس کی جزا اور بدلہ اس کو
والا ہے اور جب اس کو سزا ہو گی تو کوئی بھی اس کی مدد نہ کر سکے گا۔

ب۔ قرآنِ مجید کے برحق اور قولِ فیصل ہونے کا ذکر ہے۔ اس ضمن میں چند حقائق بیان کئے گئے۔ مثلاً بارش
اور پھر زمین سے درختوں اور باغات کا اُگنا۔ جس طرح یہ سب کچھ قادرِ مطلق نے پیدا کیا ہے اسی طرح قرآنِ مجید
اس کا کلام برحق ہے جو دلوں کو سیراب کرتا ہے اور ان دلوں سے اعمالِ صالح کی ایک فصل آتی ہے اور اس
آخرت میں ملے گا۔

کُفّار ان حقائق کو دیکھتے اور جانتے ہوئے بھی نہ مانے۔ مسلمانوں کو تنگ کرنے اور قرآن کو جھٹلانے کی نت
تدبیریں کرتے رہے تو اللہ تعالیٰ ان کی تمام سازشوں کو ناکام کرنے کی ایک ہی تدبیر کرے گا اور پھر کُفّار کو مزید مہلت
نہ ملے گی اور محاسبے کے لئے اللہ کے حضور ایک معین دن میں پیش ہونا ہو گا۔

Marfat

ترجمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ۝ النَّجْمُ الثَّاقِبُ ۝
اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ۝ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝
خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ۝ يَّخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ۝
اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ۝ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ۝
فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ۝ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ۝
وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ۝ اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ۝
وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ۝ اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ۝
وَّاَكِيْدُ كَيْدًا ۝
فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ۝

"قسم ہے آسمان کی اور رات کو نمودار ہونے والے کی۔ اور تم کیا جانو کہ وہ رات کو نمودار ہونے والا کیا ہے؟ چمکتا ہوا تارا۔ کوئی جان ایسی نہیں ہے جس کے اوپر کوئی نگہبان نہ ہو۔ پھر ذرا انسان یہی دیکھ لے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے؟ ایک اچھلنے والے پانی سے پیدا کیا گیا ہے جو پیٹھ اور سینے کی ہڈیوں کے درمیان سے نکلتا ہے۔ یقیناً وہ (خالق) اسے دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے۔ جس روز پوشیدہ اسرار کی جانچ پڑتال ہوگی' اس وقت انسان کے پاس نہ خود اپنا کوئی زور ہوگا اور نہ کوئی اس کی مدد کرنے والا ہوگا۔ قسم ہے بارش برسانے والے آسمان کی اور (نباتات اُگتے وقت) پھٹ جانے والی زمین کی' یہ ایک جچی تلی بات ہے' ہنسی مذاق نہیں ہے۔ یہ لوگ (یعنی کفارِ مکہ) کچھ چالیں چل رہے ہیں اور میں بھی ایک چال چل رہا ہوں۔ پس چھوڑ دو اے نبیؐ ان کافروں کو اِک ذرا کی ذرا ان کے حال پر چھوڑ دو۔"

(الطارق:1-17)

t.com

سورہ الاعلیٰ (۸۷)

نام

پہلی آیت کا ایک لفظ بطور علامت نام ہے۔

زمانۂ نزول

زمانۂ نبوّت کے اوائل میں نازل ہوئی۔

مضامین

اس مختصر سورۃ میں ان تین مضامین کا ذکر ہے:

توحید ------- رسالت ------- آخرت

الف۔ توحید: اللہ تعالیٰ کی تسبیح کا حکم ہے جو ہر قسم کے عیب، کمزوری اور نقص سے پاک ہے۔ اس نے کائنات کی ہر چیز کو پیدا کیا۔ وہ نباتات کو پیدا کرتا ہے اور پھر اسے خس و خاشاک بنا تا ہے۔

ب۔ رسالت: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت کی گئی ہے کہ قرآن کو نازل کرنا، اس کو آپؐ کے سینے میں محفوظ کرنا ہماری ذمّہ داری ہے۔ آپؐ اس سلسلے میں قطعاً فکر مند نہ ہوں۔ آپؐ کا کام لوگوں تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانا ہے۔ اس کے بعد جس کا جی چاہے، اسے قبول کرے اور اگر کوئی شخص اس دینِ حق کو نہ مانے، اس کی ذمّہ داری آپؐ پر نہیں۔

ج۔ آخرت: آخرت میں کامیابی اور فلاح ان لوگوں کے لئے ہوگی جو عقائد و اعمال میں پاکیزگی اختیار کریں۔ عملی زندگی میں اپنے رب کی یاد کے لئے نماز پڑھیں، کیونکہ یہ دنیا فانی ہے اور اس کی خبر اس سے قبل ابراہیم اور موسیٰ علیہ السلام کے صحیفوں میں بھی موجود تھی۔

ترجمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ۙ الَّذِي خَلَقَ فَسَوَّىٰ ۙ
وَالَّذِي قَدَّرَ فَهَدَىٰ ۙ وَالَّذِي أَخْرَجَ الْمَرْعَىٰ ۙ
فَجَعَلَهُ غُثَاءً أَحْوَىٰ ۗ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنسَىٰ ۙ
إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ ۚ إِنَّهُ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفَىٰ ۗ
وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرَىٰ ۚ فَذَكِّرْ إِن نَّفَعَتِ الذِّكْرَىٰ ۗ
سَيَذَّكَّرُ مَن يَخْشَىٰ ۙ وَيَتَجَنَّبُهَا الْأَشْقَى ۙ
الَّذِي يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرَىٰ ۚ ثُمَّ لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَىٰ ۗ
قَدْ أَفْلَحَ مَن تَزَكَّىٰ ۙ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ ۗ
بَلْ تُؤْثِرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ۙ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ۗ
إِنَّ هَٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْأُولَىٰ ۙ صُحُفِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ ○

"(اے نبیؐ) اپنے رب برتر کے نام کی تسبیح کرو جس نے پیدا کیا اور تناسب قائم کیا۔ جس نے تقدیر بنائی پھر راہ دکھائی۔ جس نے نباتات اگائیں پھر ان کو سیاہ کوڑا کرکٹ بنا دیا۔ ہم تمہیں پڑھوا دیں گے' پھر تم نہیں بھولو گے سوائے اس کے جو اللہ چاہے۔ وہ ظاہر کو بھی جانتا ہے اور جو کچھ پوشیدہ ہے اس کو بھی۔ اور ہم تمہیں آسان طریقے کی سہولت دیتے ہیں' لہٰذا تم نصیحت کرو اگر نصیحت نافع ہو۔ جو شخص ڈرتا ہے وہ نصیحت قبول کر لے گا' اور اس سے گریز کرے گا وہ انتہائی بدبخت جو بڑی آگ میں جائے گا۔ پھر نہ اس میں مرے گا نہ جیئے گا۔ فلاح پا گیا وہ جس نے پاکیزگی اختیار کی اور اپنے رب کا نام یاد کیا پھر نماز پڑھی۔ مگر تم لوگ دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو' حالانکہ آخرت بہتر ہے اور باقی رہنے والی ہے۔ یہی بات پہلے آئے ہوئے صحیفوں میں بھی کہی گئی تھی' ابراہیمؑ اور موسیٰؑ کے صحیفوں میں۔" (الاعلیٰ: 1-19)

سورہ الغاشیہ (۸۸)

نام

پہلی آیت کا ایک لفظ علامتی نام ہے۔

زمانۂ نزول

عمومی تبلیغ کے آغاز کے بعد یعنی زمانۂ نبوت کے آغاز ہی میں یہ نازل ہوئی۔

مضامین

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوتِ حق کے آغاز میں دو باتوں کی طرف خصوصی طور پر توجہ دلائی کیونکہ قرآنِ مجید نے انہی دو عقائد کو سارے اعمال کی بنیاد قرار دیا ہے:(الف) توحید (ب) آخرت۔

سورۃ کا آغاز سوالیہ انداز میں ہے اور اس میں قیامت کو ایک ایسی آفت قرار دیا گیا ہے جو ہر چیز پر چھا جائے گی اور پھر انسان اپنے اعمال کی مناسبت سے دو گروہوں میں بٹ جائیں گے۔ ایک جہنم کا ایندھن اور دوسرے جنت کے حقدار ہوں گے۔

اس کے بعد توحید کی تعلیم کے لئے ان چیزوں کا ذکر ہے جنہیں عرب کے لوگ شب و روز دیکھتے تھے مثلاً اونٹ جس پر صحرائی زندگی کا انحصار ہے۔ آسمان جو ہر طرف پھیلا ہوا ہے۔ پہاڑوں کی سر بفلک چوٹیاں اور زمین کی نرمی و ملائمت جو انسان کے لئے فرش ہے۔ یہ سب چیزیں قادرِ مطلق کی حکمت پر شاہد ہیں۔ ان کے انکار کی اگر کوئی معقول وجہ اور دلیل ہے تو اس کا ذکر کرو۔ بصورت دیگر اپنے بدترین انجام کو دیکھنے کے لئے تیار رہو۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی کہ اگر یہ لوگ ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتے ہیں تو آپ فکر مند نہ ہوں۔ آپ کا کام نصیحت کرنا ہے اور پھر اس کے مطابق ہر شخص کا حساب لینا ہمارا کام ہے۔

Marfat

ترجمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

هَلْ أَتٰىكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ ۝ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ۝
عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ۝ تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ۝
لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيعٍ ۝ لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِي مِنْ جُوعٍ ۝
وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ۝ لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ۝
فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۝ لَّا تَسْمَعُ فِيهَا لَاغِيَةً ۝
فِيهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ۝ فِيهَا سُرُرٌ مَّرْفُوعَةٌ ۝
وَّاَكْوَابٌ مَّوْضُوعَةٌ ۝ وَّنَمَارِقُ مَصْفُوفَةٌ ۝
وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوثَةٌ ۝ اَفَلَا يَنْظُرُونَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ۝ وقفة
وَاِلَى السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ۝ وقفة وَاِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ۝ وقفة
وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ۝ فَذَكِّرْ اِنَّمَا اَنْتَ مُذَكِّرٌ ۝
لَّسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ۝ اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَكَفَرَ ۝
فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ ۝ اِنَّ اِلَيْنَا اِيَابَهُمْ ۝
ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ۝

"کیا تمہیں اس چھا جانے والی آفت (یعنی قیامت) کی خبر پہنچی ہے؟ کچھ چہرے اس روز خوفزدہ ہوں گے' سخت مشقت کر رہے ہوں گے' تھکے جاتے ہوں گے' شدید آگ میں جھلس رہے ہوں گے' کھولتے ہوئے چشمے کا پانی انہیں پینے کو دیا جائے گا' خاردار سوکھی گھاس کے سوا کوئی کھانا ان کے لئے نہ ہوگا' جو نہ موٹا کرے نہ بھوک مٹائے۔ کچھ چہرے اس روز بارونق ہوں گے' اپنی کارگزاری پر خوش ہوں گے' عالی مقام جنت میں ہوں گے' کوئی بیہودہ بات وہ وہاں نہ سنیں گے' اس میں چشمے رواں ہوں گے' اس کے اندر اونچی مسندیں ہوں گی' ساغر رکھے ہوئے ہوں گے' گاؤ تکیوں کی قطاریں لگی ہوں گی اور نفیس فرش بچھے ہوئے ہوں گے۔ (یہ لوگ نہیں مانتے) تو کیا یہ اونٹوں کو نہیں دیکھتے کہ کیسے بنائے گئے؟ آسمان کو نہیں دیکھتے کہ کیسے اٹھایا گیا؟ پہاڑوں کو نہیں دیکھتے کہ کیسے جمائے گئے؟ اور زمین کو نہیں دیکھتے کہ کیسے

بچھائی گئی؟ اچھا تو (اے نبیؐ) نصیحت کیے جاؤ، تم بس نصیحت ہی کرنے والے ہو، کچھ ان پر جبر کرنے والے نہیں ہو۔ البتہ جو شخص منہ موڑے گا اور انکار کرے گا تو اللہ اس کو بھاری سزا دے گا۔ ان لوگوں کو پلٹنا ہماری طرف ہی ہے، پھر ان کا حساب لینا ہمارے ہی ذمّہ ہے۔" (الغاشیہ: 1-26)

Marfat

t.com

سورہ الفجر (۸۹)

نام

پہلا لفظ اس کا نام ہے۔

زمانۂ نزول

اہلِ مکّہ نے جب مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کرنا شروع کر دیا تو اس دور میں یہ سورۃ نازل ہوئی۔

مضامین

آخرت کی جزا و سزا کو مختلف چیزوں سے مدلّل کیا گیا ہے۔

صبح کے اُجالے اور رات دن کے اختلاف کی قسم کھا کر اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ اس نظام کی بابت کہا گیا کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے وجود اور وحدانیت کے لئے کھلے دلائل ہیں۔ تاریخِ اُمم کی طرف متوجہ فرمایا اور بتایا کہ تم سے قبل عاد، ثمود اور فرعون نے بھی یہی طریق اپنایا تھا کہ وہ اہلِ ایمان کو زمین میں کیلوں سے گاڑ دیتے اور انہوں نے تم سے بھی بڑھ کر زمین پر فساد برپا کیا۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے ان کی جڑیں تک اکھاڑ پھینکیں اور آج کوئی شخص ان کے ذکرِ خیر کے لئے موجود نہیں۔

انسانی فطرت کے ایک پہلو کا ذکر کیا کہ جب اس پر نعمتوں کی بارش ہوتی ہے تو یہ اس کو اپنا استحقاق سمجھتا ہے اور جب آفت و مصیبت آتی ہے تو رونا پیٹنا شروع کر دیتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ انسان مادی اشیاء کی کثرت و قلت کو عزّت و وقار کا سبب سمجھتا ہے۔ یتیم کے ساتھ ہونے والی بدسلوکی کا ذکر کیا گیا کہ انسان اس قدر حریص اور لالچی ہے کہ اپنے خاندان کے کسی فرد کی موت سے عبرت حاصل کرنے کی بجائے اس کے برعکس ورثاء کے مال پر قبضہ جمالیتا ہے اور اپنی موت سے بے پرواہ ہو جاتا ہے۔ یہ مال و دولت کی حرص و ہوس مال ملنے پر اور زیادہ بڑھتی ہے، کم نہیں ہوتی جس کو قبر کی مٹی ہی ختم کر سکتی ہے۔

آخرت کے محاسبے کے ضمن میں فرمایا کہ جب محاسبہ ہو گا تو اس وقت انسان حسرت و یاس سے ہاتھ ملے گا، مگر اس وقت اس کی حسرت اس کے لئے بے سود ہو گی۔ اس دن بدکار کو عذاب سے کوئی نہ چھڑا سکے گا اور نیکوکار بندوں کو اللہ تعالیٰ اپنی رضا و خوشنودی کی نوید سنائیں گے۔

Marfat

ترجمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَالْفَجْرِ ۙ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۙ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۙ وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ ۚ
هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ ۭ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۽
اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۽ الَّتِيْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ۽
وَثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ۽ وَفِرْعَوْنَ ذِي الْاَوْتَادِ ۽
الَّذِيْنَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ ۽ فَاَكْثَرُوْا فِيْهَا الْفَسَادَ ۽
فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ۚ اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ۭ
فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ ڏ فَيَقُوْلُ
رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ ۭ
وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ ڏ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ ۚ
كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ۙ وَلَا تَحٰۗضُّوْنَ عَلٰي طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۙ
وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا ۙ وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ۭ
كَلَّآ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ۙ وَّجَاۗءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ۚ
وَجِايْۗءَ يَوْمَىِٕذٍۢ بِجَهَنَّمَ ڏ يَوْمَىِٕذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ۭ
يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِيْ ۚ فَيَوْمَىِٕذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗٓ اَحَدٌ ۙ
وَّلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗٓ اَحَدٌ ۭ

"قسم ہے فجر کی، اور دس راتوں کی، اور جفت اور طاق کی، اور رات کی جبکہ وہ رخصت ہو رہی ہو۔ کیا اس میں کسی صاحبِ عقل کے لئے کوئی قسم ہے؟ تم نے دیکھا نہیں کہ تمہارے رب نے کیا برتاؤ کیا اونچے ستونوں والے عادِ ارم کے ساتھ جن کے مانند کوئی قوم دنیا کے ملکوں میں پیدا نہیں کی گئی تھی؟ اور ثمود کے ساتھ جنہوں نے وادی میں چٹانیں تراشی تھیں؟ اور میخوں والے فرعون کے ساتھ؟ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے دنیا کے ملکوں میں بڑی سرکشی کی تھی اور ان میں بہت فساد پھیلایا تھا۔ آخر کار تمہارے رب

t.com

نے ان پر عذاب کا کوڑا برسا دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ تمہارا رب گھات لگائے ہوئے ہے۔ مگر انسان کا حال یہ ہے کہ اس کا رب جب اس کو آزمائش میں ڈالتا ہے اور اسے عزت اور نعمت دیتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے مجھے عزت دار بنا دیا۔ اور جب وہ اس کو آزمائش میں ڈالتا ہے اور اس کا رزق اس پر تنگ کر دیتا ہے تو وہ کہتا ہے میرے رب نے مجھے ذلیل کر دیا۔ ہرگز نہیں' بلکہ تم یتیم سے عزت کا سلوک نہیں کرتے' اور مسکین کو کھانا کھلانے پر ایک دوسرے کو نہیں اُکساتے' اور میراث کا سارا مال سمیٹ کر کھا جاتے ہو' اور مال کی محبت میں بری طرح گرفتار ہو۔ ہرگز نہیں' جب زمین پے در پے کوٹ کوٹ کر ریگ زار بنا دی جائے گی' اور تمہارا رب جلوہ فرما ہو گا اس حال میں کہ فرشتے صف در صف کھڑے ہوں گے' اور جہنم اس روز سامنے لے آئی جائے گی' اس دن انسان کو سمجھ آئے گی اور اس وقت اس کے سمجھنے کا کیا حاصل؟ وہ کہے گا کہ کاش میں نے اپنی اس زندگی کے لئے کچھ پیشگی سامان کیا ہوتا! پھر اس دن اللہ جو عذاب دے گا ویسا عذاب دینے والا کوئی نہیں' اور اللہ جیسا باندھے گا ویسا باندھنے والا کوئی نہیں۔

(دوسری طرف ارشاد ہو گا) اے نفسِ مطمئن' چل اپنے رب کی طرف اس حال میں کہ تو (اپنے انجام نیک سے) خوش (اور اپنے رب کے نزدیک) پسندیدہ ہے۔ شامل ہو جا میرے (نیک) بندوں میں اور داخل ہو جا میری جنت میں۔" (الفجر: 1-30)

تفسیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ کی آخری آیات میں اللہ تعالیٰ نے نیک فطرت انسان کو جن الفاظ میں خوشخبری دی ہے' ان میں عجیب سی لطافت ہے۔ ارشاد فرمایا:

يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝
ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝
فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ۝ وَادْخُلِي جَنَّتِي ۝

"اے اطمینان حاصل کرلینے والی جان اپنے پروردگار کی طرف لوٹ آ۔ اس عالم میں کہ تو اپنے پروردگار سے راضی ہے اور تیرا پروردگار تجھ سے راضی ہے۔ میرے بندوں میں داخل ہو جا۔ میری جنت میں داخل ہو جا۔" (فجر:27-30)

نفس کے بارے میں اس سے قبل بھی عرض کیا جاچکا ہے کہ اس کی تین کیفیات ہیں:

1- نفسِ امّارہ: جیسا کہ سورۂ یوسف میں ہے:

وَمَا أُبَرِّئُ نَفْسِي ۚ إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّي ۚ

"میں اپنے نفس کو بری نہیں ٹھہراتا کیونکہ یہ برائی پر ابھارتا ہے ماسوائے اس کے کہ میرا پروردگار رحم فرمادے۔" (یوسف:53)

اس نفسِ امّارہ میں حیوانیت اور بہیمیت کے تقاضے ہیں: زیادہ کھانا' زیادہ پینا' زیادہ سونا' زیادہ لذّت اٹھانا' خود غرضی کرنا' بس خود ہی کھاتے چلے جانا اور کسی دوسرے کی پرواہ نہ کرنا بلکہ اوروں کا حصّہ بھی کھاتے چلے جانا۔

2- نفسِ لوّامہ: یہ ملامت کرنے والا نفس یعنی ضمیر ہے' یہ انسانی روح کا تقاضا ہے جو فرشتوں کے قریب تر ہے جو نہ کھاتے ہیں نہ سوتے ہیں' نہ پیتے ہیں' صرف اللہ کی اطاعت کرتے ہیں' دوسروں کی خدمت کرتے ہیں اور دوسروں کے لئے جیتے ہیں۔

نفسِ امّارہ اور نفسِ لوّامہ کی مستقل لڑائی رہتی ہے۔ اب مطلوب یہ ہے کہ نفسِ امّارہ پر نفسِ لوّامہ قابو پالے اور ان کی آپس میں صلح ہو جائے یعنی انسان کے ضمیر اور روح کو سوار بنا دیا جائے اور نفسِ امّارہ کو سدھا کر اس کے لئے سواری بنا دیا جائے' ایسی سواری جو مضبوط لیکن سدھائی ہوئی اور مطیع ہو اور جب ایسی صورت میں سوار سواری پر بیٹھ کر اپنی منزل کی طرف اطمینان کے ساتھ روانہ ہو جاتا ہے تو اس کو نفسِ مطمئنّہ کہتے ہیں۔ لیکن اس میں اتنی سی بات ہے کہ نفسِ لوّامہ نفسِ امّارہ کو سدھالے اور اپنا مطیع و فرمانبردار بنالے۔

t.com

سورہ البلد (۹۰)

نام

پہلی آیت کا ایک لفظ علامتی نام قرار دیا گیا۔

زمانۂ نزول

زمانۂ نبوّت کے دورِ اوّل میں یہ سورت نازل ہوئی۔

مضامین

انسان کو مختصراً یہ بتایا گیا کہ اس دنیا میں اس کی صحیح حیثیت کیا ہے۔ نیز یہ کہ نیک بختی و بد بختی کا فیصلہ انسان کے اپنے اعمال کی بنا پر ہوگا۔ اس کے لئے انسان کو راہِ ہدایت کی راہنمائی کر کے مختار بنایا کہ جس راہ کو چاہے منتخب کر لے۔ لیکن اس کے ساتھ یہ بھی باور کرایا گیا کہ تمہارا اختیار عارضی اور وقتی ہے' تمہارا خالق زبردست طاقت والا ہے اور تمہارے ہر کام کی نگرانی کر رہا ہے۔

ایک غلط فہمی کے ازالے کے لئے فرمایا کہ فضیلت و عظمت کا معیار مال و دولت کی نمود اور شاہ خرچی کر کے لوگوں سے داد وصول کرنا نہیں ہے۔ اصل معیارِ فضیلت تقویٰ اور پرہیزگاری ہے۔ البتہ دنیا میں ملنے والی سب نعمتوں کی بابت آخرت میں سوال کیا جائے گا۔

عقل و شعور جیسی نعمت کے بارے میں فرمایا کہ ہر شخص کو سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت سے نوازا گیا ہے اور حق و باطل کے امتیاز کے لئے آسمانی تعلیمات اور انبیاء کا سلسلہ بھی ہے۔ اس کے بعد جو انسان اپنے نفس پر جبر کر کے اخلاقی عظمت کے حصول کی کوشش کرے گا' اس کے لئے اللہ کی رضا ہے مگر انسانی جبلّت میں ایک کمزوری بھی ہے کہ وہ مشکلات کے ذریعے سے عظمت حاصل کرنے کی بجائے ذلت میں لڑھک جانے کو اختیار کر لیتا ہے۔

کامیابی کی راہ کے بارے میں صراحت کی کہ ریا اور نمود کو ترک کر کے یتیموں' مساکین اور غرباء پر اللہ کی رضا کے لئے خرچ کرو۔ ایمان کی راہ میں آنے والی مصیبتوں پر صبر کرو گے تو رحمتِ الٰہی کے حقدار ہو گے اور اس کے خلاف اختیار کردہ راستے کا انجام دوزخ کی آگ ہے جہاں سے نکلنے کی کوئی راہ نہ ہوگی۔

ترجمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ○ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ○
وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ○ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ كَبَدٍ ○
اَیَحْسَبُ اَنْ لَّنْ یَّقْدِرَ عَلَیْهِ اَحَدٌ ○
یَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا ○ اَیَحْسَبُ اَنْ لَّمْ یَرَهٗۤ اَحَدٌ ○
اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَیْنَیْنِ ○ وَلِسَانًا وَّشَفَتَیْنِ ○
وَهَدَیْنٰهُ النَّجْدَیْنِ ○ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ○
وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ○ فَكُّ رَقَبَةٍ ○
اَوْ اِطْعٰمٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَةٍ ○ یَّتِیْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ○
اَوْ مِسْكِیْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ○ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا
بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ○
اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ الْمَیْمَنَةِ ○ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِنَا هُمْ اَصْحٰبُ
الْمَشْئَمَةِ ○ عَلَیْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ○

"نہیں، میں قسم کھاتا ہوں اس شہر (مکہ) کی، اور حال یہ ہے کہ (اے نبیؐ) اس شہر میں تم کو حلال کر لیا گیا ہے، اور قسم کھاتا ہوں باپ (یعنی آدم علیہ السلام) کی اور اس اولاد کی جو اس سے پیدا ہوئی، در حقیقت ہم نے انسان کو مشقت میں پیدا کیا ہے۔ کیا اس نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ اس پر کوئی قابو نہ پا سکے گا؟ کہتا ہے کہ میں نے ڈھیروں مال اڑا دیا۔ کیا وہ سمجھتا ہے کہ کسی نے اس کو نہیں دیکھا؟ کیا ہم نے اسے دو آنکھیں اور ایک زبان اور دو ہونٹ نہیں دیئے؟ اور (نیکی اور بدی کے) دونوں نمایاں راستے اسے (نہیں) دکھا دیئے؟ مگر اس نے دشوار گزار گھاٹی سے گزرنے کی ہمت نہ کی۔ اور تم کیا جانو کہ کیا ہے وہ دشوار گزار گھاٹی؟ کسی گردن کو غلامی سے چھڑانا، یا فاقے کے دن کسی قریبی یتیم یا خاک نشین مسکین کو کھانا کھلانا۔ پھر (اس کے ساتھ یہ کہ) آدمی ان لوگوں میں شامل ہو جو ایمان لائے اور جنھوں نے ایک دوسرے کو صبر اور (خلق خدا پر) رحم کی تلقین کی۔ یہ لوگ ہیں دائیں بازو والے۔ اور جنھوں نے ہماری آیات کو ماننے سے انکار کیا وہ بائیں بازو والے ہیں، ان پر آگ چھائی ہوگی۔" (البلد: 1-20)

t.com

سورہ الشمس (۹۱)

نام

پہلا لفظ ہی علامتی نام قرار دیا گیا ہے۔

زمانۂ نزول

زمانۂ نبوت کے آغاز میں نازل ہوئی۔

مضامین

سورۃ کے دو حصے ہیں:

الف۔ سورج کی چمک' چاند کی ٹھنڈک' دن کی روشنی' رات کی تاریکی' آسمان کی بلندی اور خوبصورتی اور زمین
ہموار سطح اور جسم انسانی کے اعتدال کا ذکر کرکے اللہ تعالیٰ اپنی قدرتِ کاملہ اور حکمتِ بالغہ کو واضح فرما رہے ہیں۔
یہ کہ اسی ذات نے انسانی فطرت کو نیکی و بدی کا شعور الہام کیا اور خیر و شر کے امتیاز کی صلاحیت بخشی۔ اب صلاحی
اور عمل کے اختیار کے بعد اگر کوئی انسان برائی کو کچل دے اور نیکی کی راہ اپنا لے تو یہ اس کی کامیابی ہے اور
برائی پر اصرار کرے تو نقصان کا سودا ہے۔

ب۔ قوم ثمود کے ذکر میں رسول کی عظمت و اہمیت کو واضح کرکے فرمایا کہ نبی کی اطاعت ہی فلاح کی ضامن ہے
کسی انسان کا خود ساختہ فلسفۂ خیر و شر رضائے الٰہی کی بنیاد نہیں بن سکتا۔ اسی طرح اگر کوئی قوم نبی کی مخالفت پر
بستہ ہوتی ہے تو اس کو حرفِ غلط کی طرح مٹا دیا جائے گا۔ اسی تذکرے میں سردارانِ قریش کو تنبیہہ کی گئی کہ جو
قوم ثمود کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرے گی' اس کو بھی نابود کر دیا جائے گا۔

fat.com

ترجمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ۝ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا ۝ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا ۝
وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا ۝ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا ۝ وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا ۝
وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا ۝ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا ۝
قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ۝
كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰهَآ ۝ اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰهَا ۝
فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا ۝
فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰهَا ۝
وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ۝

"سورج اور اس کی دھوپ کی قسم' اور چاند کی قسم جب کہ وہ اس کے پیچھے آتا ہے' اور دن کی قسم جب کہ وہ (سورج کو) نمایاں کر دیتا ہے' اور رات کی قسم جبکہ وہ (سورج کو) ڈھانک لیتی ہے' اور آسمان کی اور اس ذات کی قسم جس نے اسے قائم کیا' اور زمین کی اور اس ذات کی قسم جس نے اسے بچھایا' اور نفس انسانی کی اور اس ذات کی قسم جس نے اسے ہموار کیا پھر اس کی بدی اور اس کی پرہیزگاری اس پر الہام کر دی' یقیناً فلاح پا گیا وہ جس نے نفس کا تزکیہ کیا اور نامراد ہوا وہ جس نے اس کو دبا دیا۔

ثمود نے اپنی سرکشی کی بنا پر جھٹلایا۔ جب اس قوم کا سب سے زیادہ شقی آدمی بپھر کر اٹھا تو اللہ کے رسول نے ان لوگوں سے کہا کہ خبردار! اللہ کی اونٹنی کو (ہاتھ نہ لگانا) اور اس کے پانی پینے (میں مانع نہ ہونا)۔ مگر انہوں نے اس بات کو جھوٹا قرار دیا اور اونٹنی کو مار ڈالا۔ آخرکار ان کے گناہ کی پاداش میں ان کے رب نے ان پر ایسی آفت توڑی کہ ایک ساتھ سب کو پیوند خاک کر دیا' اور اسے (اپنے اس فعل کے) کسی برے نتیجے کا کوئی خوف نہیں ہے۔"

(الشمس:1-15)

تفسیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اس سورۃ میں ایک سوال کا بہت ہی خوبصورت جواب عنایت ہوا۔ ارشاد ہے:

فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا ○ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ○
وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ○

"پھر اس کو بدکاری سے بچنے اور نیکی کرنے کی سمجھ دی۔ جس نے نفس و روح کو پاک رکھا' وہ مراد کو پہنچا اور جس نے اسے خاک میں ملایا' وہ خسارے میں رہا۔" (الشمس: 8-10)

گویا انسانی جبلّت میں نیکی اور بدی کی پہچان اور ان کے خیر و شر کے انجام کے فہم و ادراک کی صلاحیت ودیعت کی گئی ہے۔ اب انسان کی ذات پر موقوف ہے کہ وہ بدی کی راہ چل کر انجام بد کو دیکھے یا نیکی کی راہ پر چل کر اس خوشخبری کا حقدار بنے جس کا وعدہ قرآنِ مجید میں جگہ جگہ کیا گیا۔

fat.com

Marfa

سورہ اللّیل (۹۲)

نام

پہلا لفظ علامتی نام ہے۔

زمانۂ نزول

زمانۂ نبوّت کے دورِ اوّل میں نازل ہوئی۔

مضامین

سورۃ الشمس کے مضامین کی ایک جھلک اس سورۃ میں بھی نظر آتی ہے۔

سورۃ کا آغاز رات کی تاریکی' دن کے اجالے اور مخلوقات کی مختلف انواع کی تذکیرو تانیث کے ذکر کے ساتھ ہے۔ یعنی جس طرح رات دن میں اختلاف ہے' اسی طرح انسانی زندگی اپنے عمل و کردار کے اعتبار سے دو مختلف زاویوں میں منقسم ہے۔

کردار کے پہلے رخ کا ذکر ہوا کہ انسان مال و دولت کو اللہ تعالیٰ کی نعمت سمجھ کر اس کی رضا کے لئے خرچ کرے۔ اس کے دل میں اللہ کا خوف ہو' نیکی اور خیر کی راہ کو سمجھے اور اس راہ پر چلنے والوں کی معاونت کرے۔ ایسے لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ خیر کی راہ پر چلنا آسان کر دیتے ہیں۔ انسانی کردار کا دوسرا رخ یہ بیان کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی مخالفت پر کمربستہ ہو۔ ہر خیر کے کام میں رکاوٹ پیدا کرے تو ایسے لوگوں کا انجام پہلے طبقے کے لوگوں سے بالکل مختلف ہو گا۔ ایسے لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ شر اور تباہی کا راستہ آسان فرما دیتے ہیں۔

انسانوں کی مجموعی کیفیت کا ذکر ہے کہ یہ مال و دولت کے معاملے میں حریص ہیں۔ اس مال کے حصول کے لئے اپنی جان تک کی پروا نہیں کرتے۔ حالانکہ اگر بغور دیکھا جائے تو یہ واضح ہو جائے گا کہ انسان کو قبر میں خالی ہاتھ ہی جانا ہے اور اس وقت دنیا کی یہ دولت قطعاً کسی کام نہ آئے گی۔

ب۔ اسی سورت میں دوسرا مضمون یہ بیان کیا گیا ہے کہ دنیا کی زندگی دراصل ایک امتحان ہے۔ اس مقصد کے لئے انسان کو پیدائشی طور پر عقل و شعور سے بہرہ ور کیا گیا اور پھر اس کی مزید راہنمائی کے لئے آسمانی تعلیمات اور انبیاء کا سلسلہ جاری فرمایا تاکہ یہ انسان اپنی منزل کے لئے صحیح راہ کا تعین کر لے۔ نیز یہ کہ دنیا و آخرت دونوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ انسان اللہ تعالیٰ سے جو چیز طلب کرتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کو وہی عطا فرما دیتے ہیں۔ البتہ اس کی تعلیمات

Marfat

اور اس کے بھیجے ہوئے انبیاء کو جھٹلانے والوں کے لئے شعلہ مارتی اور بھڑکنے والی آگ ہے اور اس آگ سے ایماندار' خدا ترس اور مال کو بے غرض اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والا بچ جائے گا۔

ان آخری آیات کے بارے میں مفسّرین کی یہ رائے ہے کہ یہ آیات سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تعریف میں نازل ہوئیں اور قرآنِ کریم نے آپ کو "الاتقیٰ" کے لقب سے مُلقّب کیا۔ نیز یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آپ پر اس قدر نعمتیں اتاریں گے کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

Marf

ترجمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَالَّيْلِ إِذَا يَغْشٰى ۝ وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلّٰى ۝ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنْثٰى ۝
إِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى ۝ فَأَمَّا مَنْ أَعْطٰى وَاتَّقٰى ۝
وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۝ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرٰى ۝ وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ۝
وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۝ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرٰى ۝
وَمَا يُغْنِي عَنْهُ مَالُهُ إِذَا تَرَدّٰى ۝
إِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى ۝ وَإِنَّ لَنَا لَلْآخِرَةَ وَالْأُولٰى ۝
فَأَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى ۝ لَا يَصْلَاهَا إِلَّا الْأَشْقَى ۝
الَّذِي كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۝ وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى ۝
الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكّٰى ۝ وَمَا لِأَحَدٍ عِنْدَهُ مِنْ نِعْمَةٍ تُجْزٰى ۝
إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلٰى ۝ وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ۝

"قسم ہے رات کی جبکہ وہ چھا جائے' اور دن کی جبکہ وہ روشن ہو' اور اس ذات کی جس نے نر اور مادہ کو پیدا کیا' درحقیقت تم لوگوں کی کوششیں مختلف قسم کی ہیں۔ تو جس نے (راہِ خدا میں) مال دیا اور (خدا کی نافرمانی سے) پرہیز کیا' اور بھلائی کو سچ مانا' اس کو ہم آسان راستے کے لئے سہولت دیں گے۔ اور جس نے بخل کیا اور (اپنے خدا سے) بے نیازی برتی اور بھلائی کو جھٹلایا' اس کو ہم سخت راستے کے لئے سہولت دیں گے۔ اور اس کا مال آخر اس کے کس کام آئے گا جبکہ وہ ہلاک ہو جائے؟ بے شک راستہ بتانا ہمارے ذمہ ہے' اور درحقیقت آخرت اور دنیا' دونوں کے ہم ہی مالک ہیں۔ پس میں نے تم کو خبردار کر دیا ہے بھڑکتی ہوئی آگ سے۔ اس میں نہیں جھلسے گا مگر وہ انتہائی بدبخت جس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا۔ اور اس سے دور رکھا جائے گا وہ نہایت پرہیزگار جو پاکیزہ ہونے کی خاطر اپنا مال دیتا ہے۔ اس پر کسی کا کوئی احسان نہیں ہے جس کا بدلہ اسے دینا ہو۔ وہ تو صرف اپنے رب برتر کی رضاجوئی کے لئے یہ کام کرتا ہے۔ اور ضرور وہ (اس سے) خوش ہو گا۔ (اللیل: 1-21)

تفسیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ اللّیل کا ترجمہ مستقل خود وضاحتی مضمون ہے کہ اگر ہم نیکی و تقویٰ ایمان اور خیرات کا راستہ اختیار کر لیں، تو اللہ تعالیٰ اس راستے کو ہمارے لئے آسان فرما دیتے ہیں۔ اور اگر ہم برائی کا راستہ اختیار کر لیں، یعنی اللہ کی راہ سے روگردانی کا، بخل اور ایمان سے ہٹنے کا راستہ، تو یہی راستہ اللہ تعالیٰ ہمارے لئے آسان کر دیتے ہیں۔ یعنی راستہ اختیار کرنا، اس کو چننا اور اس کے لئے ابتدائی طور پر ہمت کرنا ہمارا کام ہے۔ اس کی توفیق دینا اس کے لئے سہولت بہم پہنچانا اور اس راستے کو آسان کرتے چلے جانا اللہ تبارک و تعالیٰ کا کام ہے۔ اس لئے فرمایا کہ:

كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَاۤءِ وَ هٰٓؤُلَاۤءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ

"جو ادھر جانا چاہے ہم ادھر کی سہولت دیتے ہیں اور جو ادھر آنا چاہے ہم ادھر کی سہولت دیتے ہیں۔ یہ تمہارے پروردگار کی عطا ہے۔"

کمرۂ امتحان میں یہی تو ہوتا ہے۔ طالب علم جو چاہے، لکھتا جائے، کاغذ پہ کاغذ لیتا چلا جائے، کوئی نہیں روکے گا کہ تم سوال کا غلط جواب کیوں لکھ رہے ہو؟ غلط لکھتا ہے تو پھر بھی اس کو کاغذ، قلم، وقت حتیٰ کہ تمام سہولتیں فراہم کی جاتی ہیں۔ اسی طرح دنیا دارُالامتحان ہے جہاں ہر شخص کو عمل کے سلسلے میں آزادی ہے لیکن حشر کے میدان میں اس کا محاسبہ ہو گا۔ پھر پتا چلے گا کہ دنیا میں کس نے کیا کمایا؟

سورہ الضُّحٰی (۹۳)

نام

پہلا لفظ علامتی نام قرار دیا گیا۔

زمانۂ نزول

مکی زندگی کے بالکل ابتدائی دور میں نازل ہوئی۔

مضامین

پہلی وحی کے بعد نزولِ وحی کا سلسلہ کچھ عرصہ تک رکا رہا۔ جس کے باعث آپ کو شدید کوفت اور اذیت کا سامنا کرنا پڑا۔ اس سلسلے میں دن کے اُجالے اور رات کی تاریکی کی قسم کھا کر آپ کو خوشخبری سنائی گئی کہ یہ مشقت اور کوفت مستقل نہیں بلکہ عارضی ہے۔ یعنی جس طرح رات کی تاریکی کے بعد دن کا اجالا آکر رہتا ہے' بالکل اسی طرح وحی کے رُکنے اور اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی میں کمی آنے کے بعد اس کا انتہائی قرب' اور کثرتِ وحی کا حصول ہو گا۔ اور اللہ تعالیٰ آپ کو اس قدر انعامات سے نوازے گا کہ آپ مطمئن ہو جائیں گے بلکہ آپ کا ہر آنے والا لمحہ پہلے سے کہیں بہتر ہو گا۔ قرآنِ کریم کی یہ خوشخبری بعد کے ادوار میں حرف بحرف پوری ہوئی۔

آپ کی مزید تسلّی کے لئے فرمایا کہ ہم نے اس سے قبل آپ پر مسلسل مہربانیاں اور عنایات کی ہیں۔ آپ کی تربیت و پرورش کے لئے بہترین اور سازگار ماحول' راہ ہدایت کی راہنمائی اور اس کے علاوہ بھی ہر طرح کی دولت سے آپ کو نوازا گیا ہے۔ ان انعامات کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کے شکریے کے طور پر آپ بھی اللہ کی مخلوق کے ساتھ اسی طرح کا ہمدردانہ اور فیاضانہ سلوک کریں۔ کیونکہ شکریے کی ادائیگی کا یہی طریق سب سے عمدہ اور پسندیدہ ہے۔

ترجمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَالضُّحٰى ○ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ○ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ○
وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ○ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ○
اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى ○ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ○
وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى ○ فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ○
وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ○
وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ○

"قسم ہے روزِ روشن کی اور رات کی جبکہ وہ سکون کے ساتھ طاری ہو جائے' (اے نبیؐ) تمہارے رب نے تم کو ہرگز نہیں چھوڑا اور نہ وہ ناراض ہوا۔ اور یقیناً تمہارے لئے بعد کا دور پہلے دور سے بہتر ہے' اور عنقریب تمہارا رب تم کو اتنا دے گا کہ تم خوش ہو جاؤ گے۔ کیا اس نے تم کو یتیم نہیں پایا اور پھر ٹھکانا فراہم کیا؟ اور تمہیں ناواقف راہ پایا اور پھر ہدایت بخشی۔ اور تمہیں نادار پایا اور پھر مالدار کر دیا۔ لہٰذا یتیم پر سختی نہ کرو' اور سائل کو نہ جھڑکو' اور اپنے رب کی نعمت کا اظہار کرو۔" (الضحیٰ:1-11)

t.com

سورہ الم نشرح (۹۴)

نام

پہلی آیت سے اس سورۃ کا نام اخذ کیا گیا ہے۔

زمانۂ نزول

مکّہ مکرمہ میں اس سورۃ کا نزول ہوا۔

مضامین

پہلی سورۃ کی طرح یہ سورۃ بھی نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلّی دلانے کے لئے نازل ہوئی۔ کیونکہ دعوائے نبوّت سے قبل مکّہ مکرمہ کا سارا معاشرہ آپ کی تعریف و توصیف کیا کرتا تھا مگر اعلانِ نبوّت کے ساتھ ہی یہ لوگ آپ کی جان کے درپے ہو گئے۔ ایسے حالات میں آپ کو تسلی دی گئی تاکہ آپ دل گرفتہ نہ ہوں۔ تسلی کے لئے آپ پر کئے گئے تین انعامات کا بھی ذکر کیا۔

الف۔ شرحِ صدر۔

ب۔ اس بوجھ کو ہٹانا جو آپؐ کی کمر توڑے دے رہا تھا۔

ج۔ آپؐ کے ذکر کی بلندی۔

ان تین نعمتوں کے ذکر کے بعد فرمایا کہ یہ سختی و پریشانی کا دور طویل نہیں بلکہ مشقت کا عرصہ بہت جلد ختم ہونے اور آسانی و فراخی کا دور جلد شروع ہونے والا ہے۔ اس دور کے لئے خصوصی اعمال کی تلقین فرمائی کہ فراغت کے اوقات میں عبادت کی کثرت کریں کیونکہ رب کے ساتھ لو لگانے کا یہی طریق خوب تر اور پریشانیوں سے نجات کا ذریعہ بھی ہے۔

fat.com

ترجمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۝
الَّذِیْۤ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۝ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝
فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۝ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۝
فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۝
وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ۝

"(اے نبیؐ) کیا ہم نے تمہارا سینہ تمہارے لئے کھول نہیں دیا؟ اور تم پر سے وہ بھاری بوجھ اتار دیا جو تمہاری کمر توڑے ڈال رہا تھا۔ اور تمہاری خاطر تمہارے ذکر کا آوازہ بلند کر دیا۔ پس حقیقت یہ ہے کہ تنگی کے ساتھ فراخی بھی ہے۔ بے شک تنگی کے ساتھ فراخی بھی ہے۔ لہٰذا جب تم فارغ ہو تو عبادت کی مشقت میں لگ جاؤ اور اپنے رب ہی کی طرف راغب ہو۔" (الم نشرح: 1-8)

سورہ التین (۹۵)

نام

پہلا لفظ اس سورۃ کا نام ہے۔

زمانہ نزول

مکّی زندگی میں اس سورۃ کا نزول ہوا۔

مضامین

اس مختصر سورت میں انسانوں کو ملنے والی جزا و سزا کا ذکر ہے۔ اللہ ربُّ العزت نے مختلف متعارف چیزوں کی قسم کھا کر انسان کی عظمت تاکیداً بیان فرمائی اور فرمایا کہ ہم نے اس کو بہترین اور معتدل طریق پر پیدا کیا ہے ۔

نیز یہ کہ اس ذات نے انسانی فطرت کو نیکی و بدی کا شعور الہام کیا اور خیر و شر کے امتیاز کی صلاحیت بخشی۔ اب صلاحیت اور عمل کے اختیار کے بعد اگر کوئی انسان برائی کو کچل دے اور نیکی کی راہ اپنا لے تو یہ اس کی کامیابی ہے اور اگر برائی پر اصرار کرے تو نقصان کا سودا ہے۔

ب۔ قومِ ثمود کے ذکر میں رسول کی عظمت و اہمیّت کو واضح کر کے فرمایا کہ نبی کی اطاعت ہی فلاح کی ضامن ہے۔ کسی انسان کا خود ساختہ فلسفۂ خیر و شر رضائے الٰہی کی بنیاد نہیں بن سکتا۔ اسی طرح اگر کوئی قوم نبی کی مخالفت پر کمر بستہ ہوتی ہے تو اس کو حرفِ غلط کی طرح مٹا دیا جائے گا۔ اسی تذکرے میں سردارانِ قُریش کو تنبیہہ کی گئی کہ جو قوم قومِ ثمود کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرے گی اس کو بھی نابود کر دیا جائے گا۔

ترجمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۙ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ۙ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۙ
لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۝
ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ۙ
اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۭ
فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ ۭ
اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ ۝

"قسم ہے انجیر (کے درخت) کی اور زیتون (کے درخت) کی اور طورِ سینین کی اور اس امن والے شہر (یعنی مکہ معظمہ) کی کہ ہم نے انسان کو بہت خوبصورت سانچے میں ڈھالا ہے۔ پھر (ان میں جو بوڑھا ہو جاتا ہے) ہم اس کو پستی کی حالت والوں سے بھی پست تر کر دیتے ہیں لیکن جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے تو ان کے لیے اس قدر ثواب ہے جو کبھی منقطع نہیں ہوگا۔ پھر کون سی چیز تم کو قیامت کے بارے میں منکر بنا رہی ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم نہیں ہے؟"

(التین:1-8)

انسان کو اللہ تعالیٰ نے حسین ترین انداز میں پیدا فرمایا اور پھر اس میں اپنی روح میں سے کچھ پھونک دیا۔

ے اک حسن کا دریا ہے' اک نور کا طوفاں ہے
اس پیکرِ خاکی میں یہ کون خراماں ہے

روح ہے اک نغمۂ سازِ الست
جسم خاکی پردۂ آواز ہے

سورہ العلق (۹۶)

نام

سورۃ کے ایک لفظ ''العلق'' کو علامتی نام قرار دیا گیا۔

زمانۂ نزول

یہ سورۃ دو الگ الگ حصوں میں مکی دور میں مختلف اوقات میں نازل ہوئی۔

مضامین

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو منصبِ نبوت پر فائز ہونے سے قبل سچے خواب دکھائی دیتے تھے۔ آپ جو چیز خواب میں دیکھتے گویا دن کے اُجالے میں دیکھ رہے ہیں۔ غارِ حرا میں عبادت کے لئے کئی کئی روز تنہائی اور خلوت میں گزارتے۔ کھانے پینے کا سامان اور اشیاء ضرورت گھر سے لے جاتے۔ جب سامان ختم ہو جاتا تو آپ گھر تشریف لے آتے۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا دوبارہ آپ کے لئے سامان تیار کرتیں۔ حسبِ معمول آپؐ غار میں تشریف فرما تھے کہ حضرت جبریلؑ نمودار ہوئے اور اس سورۃ کے ابتدائی الفاظ کہے۔

اِقْرَاْء! (پڑھیے) آپ نے جواباً فرمایا کہ **مَا اَنَا بِقَارِئٍ** (میں پڑھا ہوا نہیں ہوں) فرشتے نے تین مرتبہ یہی کہا۔ آپ نے اسی جواب کو دہرایا۔ تیسری مرتبہ فرشتے نے آپ کو سینے سے لگا کر دبایا' یہاں تک کہ آپ کی قوتِ برداشت جواب دینے لگی۔ فرشتے نے آپ کو چھوڑا اور پھر پڑھنے کے لئے کہا اور پہلی پانچ آیات آپ کو سنائیں۔

اس واقعے کے بعد آپ کانپتے ہوئے گھر پہنچے اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ مجھے (کمبل) اوڑھا دو۔ آپ کو کمبل اوڑھا دیا گیا۔ جب افاقہ ہوا تو آپ نے ساری کیفیت اپنی بیوی کے سامنے بیان کر دی۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کو لے کر اپنے چچازاد ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں۔ وہ انجیل کے عالم تھے اور خود بھی اس کی کتابت کیا کرتے تھے۔ ورقہ نے سارا واقعہ سن کر کہا کہ یہ وہی ناموس (فرشتہ) ہے جو اس سے قبل موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا کرتا تھا۔ پھر کہا کہ کاش! میں طاقتور اور جوان ہوتا اور اس وقت زندہ ہوتا جب آپ کی قوم آپ کو شہر سے نکال دے گی۔ مزید یہ کہا کہ پہلے قومیں بھی اپنے نبیوں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا کرتی تھیں۔ اس کے کچھ ہی عرصے بعد ورقہ انتقال کر گئے۔

fat.com

اس واقعے سے یہ بات عیاں ہو گئی کہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے قبل اس بات کا وہم و خیال بھی نہ تھا کہ آپؐ کو اس قدر بلند ترین منصب عطا کیا جائے گا۔ اسی لئے آپؐ پر گھبراہٹ طاری ہوئی۔ یہاں یہ بات ذہن میں رہنی چاہئے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوائے نبوت کے بعد اہلِ مکہ نے آپؐ پر بہت سے اعتراضات کیے مگر یہ بات کوئی شخص بھی نہ کہہ سکا کہ ہم تو پہلے سے ہی اس شک میں تھے کہ آپؐ کوئی دعویٰ کرنے والے ہیں اور نبی بننے کی اتنے عرصے سے تیاریاں کر رہے ہیں۔

مزید برآں ورقہ بن نوفل نے آپؐ کی نبوت پر اتنی جلدی گواہی اس لئے بھی دے دی کہ وہ آپؐ کو ایک مُدّت سے جانتا تھا۔ آپ کے بچپن، جوانی اور پھر آپ کی راستبازی اور امانت سے اچھی طرح واقف تھا۔

آپ کے اخلاقِ عالیہ سے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اس قدر متاثر تھیں کہ اس واقعے کے سنتے ہی کہنے لگیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہرگز ضائع نہ کرے گا اور آپؐ کے ان اوصاف کا ذکر کیا جن کا مشاہدہ وہ کئی برس سے کر رہی تھیں۔

اب سورۃ کے دوسرے حصے کے بارے میں ایک دو روایات ملاحظہ فرمائیں تاکہ سورۃ کا مضمون مکمل اور واضح ہو جائے۔

امام ترمذیؒ نے ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت نقل کی ہے کہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ مقامِ ابراہیم پر عبادت کر رہے تھے۔ ابو جہل نے دیکھا تو کہا کہ اے محمدؐ! میں نے تمہیں اس بات سے منع کیا تھا۔ اور پھر آپ کو دھمکیاں دیں۔ آپؐ نے ابو جہل کو جھڑکنے کے انداز میں جواب دیا تو اس نے کہا کہ اس وادی میں میرے خیر خواہ اور حمایت کرنے والے سب سے زیادہ ہیں۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ ابو جہل نے آپؐ کو نماز پڑھتے دیکھا تو آپؐ کی گردن پر پاؤں رکھنے کے لئے آگے بڑھا مگر ایک دم الٹے پاؤں پلٹا اور پھر اس نے کہا کہ میرے اور ان کے درمیان آگ کی ایک ہولناک خندق تھی۔ ابو جہل کی اسی سرکشی پر تنبیہہ کے لئے ان آیات کا نزول ہوا۔

t.com

ترجمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝
اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝
عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ۝ كَلَّاۤ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰۤی ۝
اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰی ۝ اِنَّ اِلٰی رَبِّكَ الرُّجْعٰی ۝
اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یَنْهٰی ۝ عَبْدًا اِذَا صَلّٰی ۝
اَرَءَیْتَ اِنْ كَانَ عَلَی الْهُدٰۤی ۝ اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰی ۝
اَرَءَیْتَ اِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰی ۝ اَلَمْ یَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ یَرٰی ۝
كَلَّا لَىِٕنْ لَّمْ یَنْتَهِ ۙ۬ لَنَسْفَعًۢا بِالنَّاصِیَةِ ۝
نَاصِیَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ۝ فَلْیَدْعُ نَادِیَهٗ ۝
سَنَدْعُ الزَّبَانِیَةَ ۝ كَلَّا ؕ لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۝

"پڑھو (اے نبیؐ) اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے پیدا کیا، جمے ہوئے خون کے ایک لوتھڑے سے انسان کی تخلیق کی۔ پڑھو، اور تمہارا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعے سے علم سکھایا۔ انسان کو وہ علم دیا جسے وہ نہ جانتا تھا۔ ہرگز نہیں، انسان سرکشی کرتا ہے اس بنا پر کہ وہ اپنے آپ کو بے نیاز دیکھتا ہے (حالانکہ) پلٹنا یقیناً تیرے رب ہی کی طرف ہے۔ تم نے دیکھا اس شخص کو جو ایک بندے کو منع کرتا ہے جبکہ وہ نماز پڑھتا ہو؟ تمہارا کیا خیال ہے اگر (وہ بندہ) راہِ راست پر ہو یا پرہیزگاری کی تلقین کرتا ہو؟ تمہارا کیا خیال ہے اگر (یہ منع کرنے والا شخص حق کو) جھٹلاتا اور منہ موڑتا ہو؟ کیا وہ نہیں جانتا کہ اللہ دیکھ رہا ہے؟ ہرگز نہیں، اگر وہ باز نہ آیا تو ہم اس کی پیشانی کے بال پکڑ کر کھینچیں گے، اس پیشانی کو جو جھوٹی اور سخت خطاکار ہے۔ وہ بلا لے اپنے حامیوں کی ٹولی کو، ہم بھی عذاب کے فرشتوں کو بلا لیں گے۔ ہرگز نہیں، اس کی بات نہ مانو اور سجدہ کرو اور (اپنے رب کا) قرب حاصل کرو۔" (العلق 1-19)

Marfat

تفسیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ قرآنِ مجید کی وہ آیات ہیں جو سب سے پہلے نازل ہوئیں۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَۚ ○ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍۚ ○
اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُۙ ○ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِۙ ○
عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْؕ ○

"پڑھو (اے نبی! صلی اللہ علیہ وسلم) پڑھو اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے انسان کو جمے ہوئے خون کے ایک لوتھڑے سے پیدا کیا۔ پڑھو! اور تمہارا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعے سے علم سکھایا' انسان کو وہ علم دیا جسے وہ نہ جانتا تھا۔" (العلق: 1-5)

ذرا غور فرمایئے کہ پورے جزیرۃ العرب میں بمشکل ڈیڑھ درجن کے قریب لوگ ایسے تھے جو پڑھنا لکھنا جانتے تھے۔ وہاں سب سے پہلے اِقْرَاْ کے لفظ سے یہ وحی نازل ہوئی اور اس پہلی وحی میں پانچ مرتبہ پڑھنے اور لکھنے کا ذکر آیا ہے۔ اسلام دینِ فطرت ہے' قرأت اور تلاوت کا دین ہے اور پھر دیکھئے پہلے ہی دن یہ بتا دیا کہ انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا۔ یعنی پہلے ہی دن سے سائنس پڑھانا شروع کر دی۔ کیونکہ دین بغیر سائنس کے نہیں آتا اور سائنس بغیر دین کے اندھی ہے۔ ان دونوں کو ملائیں تو العلم بنتا ہے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْعِلْمُ عِلْمَانِ عِلْمُ الْاَدْیَانِ وَعِلْمُ الْاَبْدَانِ

علم دو طرح کے ہیں:

ادیان کا علم (Normative Sciences) اور ابدان کا علم (Physical Sciences)

یعنی ادیان اور ابدان کے علم کو جب ملایا جاتا ہے تو العلم (The knowledge) بن جاتا ہے اور ذرا غور کریں تو قرآنِ مجید کی پہلی پانچ نازل شدہ آیات کے اندر قرأت' کتابت اور تخلیقِ انسانی کا ذکر موجود ہے اور آج ہم ہیں کہ علم سے اتنا ہی دور ہیں جس قدر ہمیں علم کے حصول کی زیادہ تاکید کی گئی۔ آج اس مہذب معاشرے میں اگر سب سے کم تر شرح خواندگی دنیا کے کسی خِطّہ میں ہے تو وہ مسلم آبادی کا خطہ ہے۔

وحی غیر متلو کا ایک ثبوت

اس سورت میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کا ذکر بھی ہے جبکہ قرآنِ مجید میں اور خصوصاً

t.com

نزولِ وحی کے ایسے ابتدائی دور میں کسی بھی جگہ قرآنِ مجید میں نماز پڑھنے کا طریقہ بیان نہیں کیا گیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وحیِ ربانی صرف قرآنِ مجید کے الفاظ تک ہی محدود نہ تھی بلکہ اس کے علاوہ بھی اور کئی طریقوں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ سے تعلیمات حاصل ہوتی رہتی تھیں۔ یہ وحی غیر متلو کا کھلا ثبوت ہے۔

بے خدا تعلیم خطرناک ہے

یہاں پر ایک اور اہم بات کی طرف اشارہ ہے اور وہ یہ ہے کہ مجرد علم 'اگر اس کا تعلق "پیدا کرنے والے پروردگار کے نام کے ساتھ" نہ ہو' تو یہ علم انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے لئے انتہائی خطرناک ہے۔ آخر جن لوگوں نے نشہ آور چیزوں کی ایجاد کی' وہ جاہل تو نہ تھے۔ مثلاً جس شخص نے ہیروئن ایجاد کی' وہ اچھا بھلا سائنسدان تھا مگر انسانیت کا بدترین شخص! معلوم ہوا کہ علم اسی وقت ہی مفید ہوتا ہے جب اس کا رشتہ اللہ کے نام سے جڑ جائے۔

Marfat

سورہ القدر (۹۷)

نام

پہلی آیت کا ایک لفظ علامتی نام قرار دیا گیا۔

زمانۂ نزول

یہ سورۃ مکّہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔

مضامین

اس سورۃ میں قرآنِ کریم کی عظمت اور اس رات کی عظمت کا ذکر ہے جس رات میں قرآنِ مجید نازل ہوا۔ القدر کا معنی ہے عزّت و منزلت اور برکت۔

قرآنِ مجید کے بارے میں فرمایا کہ ہم نے یہ قرآن اس رات میں نازل کیا جس کی قدر و منزلت ہمارے ہاں ہزار راتوں سے زیادہ ہے کیونکہ اس رات میں ایک ایسی کتاب اتارنے کا فیصلہ کیا گیا جو خود خالقِ کائنات کا کلام ہے۔ اس قرآن کی وجہ سے ہم ان سارے لوگوں کو جو اس پر عمل پیرا ہوں گے، عزّت و منزلت کے مناصب عطا کریں گے۔ نیز یہ کہ یہ کتاب اس قدر فضیلت اور برکت والی ہے کہ اس کے ذریعے سے ہم عرب بلکہ ساری کائنات کے نظام کو یکسر بدل دیں گے۔ اس سورۃ میں اہلِ مکّہ کو لطیف انداز میں تنبیہہ کی گئی کہ تم جس قرآن کو اپنے لئے مصیبت اور آفت سمجھ رہے ہو، یہ قرآن بجائے خود ایک رحمت ہے بلکہ اس پر عمل کرنے والے دنیا و آخرت میں ہر مصیبت و آفت سے نجات پا جائیں گے۔ اس رات میں آپؐ کے رب کے حکم سے سلامتی اور خیر صبح صادق تک نازل ہوتی رہتی ہے۔ اس رات ہر قسم کی شر اور آفت کو روک دیا جاتا ہے۔

اسی رات کے بارے میں سورت دُخان میں یوں کہا گیا کہ یہ وہ رات ہے جس میں تقدیروں کے فیصلے کر دیئے جاتے ہیں۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ تقدیروں کے فیصلوں کو قرآنِ مجید کے نزول سے بلکہ قرآنِ مجید پر ایمان لانے اور اسے اپنانے سے گہرا تعلق ہے۔ یہی بات حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں ارشاد فرمائی:

اِنَّ اللّٰہَ یَرْفَعُ بِھٰذَا الْکِتَابِ اَقْوَامًا وَیَضَعُ بِہٖ آخَرِیْنَ

"اللہ تعالیٰ اس کتاب کو (اپنانے) کی وجہ سے قوموں کو رفعت عطا فرماتے ہیں اور اس کتاب (کو چھوڑنے) کی وجہ سے دوسری قوموں کو ذلّت کا مزہ چکھا دیتے ہیں۔" (مسلم)

ترجمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ ۝
لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۝
تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِیْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ ۝
سَلٰمٌ هِیَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝

"ہم نے اس (قرآن) کو شبِ قدر میں نازل کیا ہے۔ اور تم کیا جانو کہ شبِ قدر کیا ہے؟ شبِ قدر ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر ہے۔ فرشتے اور روح اس میں اپنے رب کے اذن سے ہر حکم لے کر اترتے ہیں۔ وہ رات سراسر سلامتی ہے طلوع فجر تک۔" (القدر: 1-5)

احادیث کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ لیلۃُ القدر رمضان شریف کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں سے کوئی رات ہوتی ہے۔ بعض روایات سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ رات ستائیسویں رمضان کی رات ہے۔

بعض روایات میں لیلۃُ القدر کی مختلف نشانیوں کا ذکر کیا گیا ہے مگر اصل بات یہ ہے کہ اس رات کی تلاش میں ہی لطف ہے۔ اسی لئے اس عشرہ میں اعتکاف بیٹھنا انتہائی مفید عبادت قرار دیا گیا ہے تاکہ ہر رات میں شبِ قدر کا لطف لیا جا سکے۔

اے خواجہ چہ پرسی ز شبِ قدر نشانی
ہر شب شبِ قدر است اگر قدر بدانی

t.com

سورہ البیّنہ (۹۸)

نام

پہلی آیت کا ایک لفظ نام قرار دیا گیا۔

زمانۂ نزول

جمہور مفسّرین کا قول ہے کہ یہ سورۃ مدنی زندگی میں نازل ہوئی۔

مضامین

سورۃ کا ابتدائیہ رسالت کی اہمیّت و فلسفہ کے بیان میں ہے کہ جب اہلِ دنیا جہالت و گمراہی کی تاریکیوں میں ڈوب جائیں تو ان کو اس ذلت و تاریکی سے نکالنے کے لئے لازم ہے کہ کتابِ ہدایت کے ساتھ ایسا رسول بھی آئے جو عملی طور پر اس کتاب کے احکام پر عمل پیرا ہو اور اس کتاب کے اصل احکام کی عملی تعبیر سے لوگوں کو آگاہ کرے۔

اللہ تعالیٰ انسانوں کی ہدایت و رہنمائی کے لئے انبیاء مبعوث کرتے ہیں۔ لیکن انسان سب حقائق دیکھ اور سوچ کر بھی گمراہی کی راہ پر چل نکلتا ہے اور آخرت کے عذاب کی صورت میں اس کا انجام اس کے سامنے آتا ہے جس کی ذمہ داری خود اسی انسان پر عائد ہوتی ہے۔ ان کے مقابل ایک دوسرا طبقہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ تعلیمات پر کماحقہ، عمل پیرا ہوتا ہے اور عبادت و طاعت کے وہی انداز اپناتا ہے جو خالص اللہ کی جانب راغب کرنے والے ہوتے ہیں۔ وہ انسان اللہ کے علاوہ کسی اور مخلوق کی بندگی و عبادت کا شائبہ تک بھی پیدا نہیں ہونے دیتا۔ لیکن انبیاء کی لائی ہوئی ان واضح تعلیمات کے باوجود کچھ لوگ دین میں از خود' خود ساختہ رسومات و اعمال کا اضافہ کر لیتے ہیں جو اخروی زندگی میں خسران و ہلاکت کا باعث ہے۔ اس لئے نبی آخرُ الزّمان علیہ السلام نے جو دین تمہارے سامنے پیش کیا ہے' جو شخص بھی ایمان کی سلامتی کے ساتھ اس کو اپنائے گا' وہ ہمیشہ کے لئے باغات (جنّت) اور نعمتوں کا حقدار بن جائے گا۔ نیز اللہ کی رضا اس شخص کے لئے لازم ہو جائے گی اور یہ شخص بھی اپنے رب سے راضی ہو جائے گا۔

ترجمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ مُنفَكِّينَ
حَتَّىٰ تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝
رَسُولٌ مِّنَ اللَّهِ يَتْلُو صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۝ فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ۝
وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِن بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝
وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا
الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَذَٰلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ ۝
إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ
خَالِدِينَ فِيهَا أُولَٰئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ۝
إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۝
جَزَاؤُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ جَنَّاتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ
خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۖ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ۚ
ذَٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ ۝

"اہلِ کتاب اور مشرکین میں سے جو لوگ کافر تھے (وہ اپنے کفر سے) باز آنے والے نہ تھے جب تک کہ ان کے پاس دلیل روشن نہ آجائے۔ (یعنی) اللہ کی طرف سے ایک رسول جو پاک صحیفے پڑھ کر سنائے جن میں بالکل راست اور درست تحریریں لکھی ہوئی ہوں۔ پہلے جن لوگوں کو کتاب دی گئی تھی ان میں تفرقہ برپا نہیں ہوا مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس (راہِ راست کا) بیان واضح آچکا تھا۔ اور ان کو اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا کہ اللہ کی بندگی کریں، اپنے دین کو اس کے لئے خالص کر کے، بالکل یک سو ہو کر، نماز قائم کریں اور زکوۃ دیں۔ یہی نہایت صحیح درست دین ہے۔ اہلِ کتاب اور مشرکین میں سے جن لوگوں نے کفر کیا ہے وہ یقیناً جہنم کی آگ میں جائیں گے اور ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ یہ لوگ بدترین خلائق ہیں۔ جو لوگ ایمان لے آئے اور جنہوں نے نیک عمل کیے، وہ یقیناً بہترین خلائق ہیں۔ ان کی جزا ان کے رب کے ہاں دائمی قیام کی جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہوں گی، وہ ان میں ہمیشہ رہیں

گے۔ اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ یہ کچھ ہے اس شخص کے لئے جس نے اپنے رب کا خوف کیا ہو۔" (البینہ 1-8)

تفسیر

اہلِ کتاب اور مشرک الگ الگ ہیں

سورت کی پہلی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآنِ مجید میں اہلِ کتاب اور مشرکین کو دو الگ الگ گروہ قرار دیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اہلِ کتاب اصل دین توحید ہی کو مانتے تھے اور پھر اعمالِ شرک بھی کرتے تھے۔ ان کے برعکس غیر اہلِ کتاب (مشرکین) اصل دین شرک ہی کو قرار دیتے تھے اور منکرِ توحید ہی تھے۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول ماننے سے انکار کُفر ہے

آیت کے الفاظ "اہلِ کتاب میں سے جن لوگوں نے کفر کیا۔" اس بات کی واضح دلالت کرتے ہیں کہ رسالتِ محمدیہ سے انکار اصل کفر ہے کیونکہ اہلِ کتاب کا کفر صرف حضور کی نبوت سے انکار تھا۔ وہ لوگ اللہ کی ذات، توحید اور آخرت وغیرہ پر تو ایمان رکھتے تھے۔

t.com

سورہ الزلزال (۹۹)

نام

پہلی آیت کا ایک لفظ ہی علامتی نام ہے۔

زمانۂ نزول

جمہور مفسّرین کے قول کے مطابق یہ سورۃ مدینہ میں نازل ہوئی۔

مضامین

موت اور موت کے بعد کی زندگی کا ذکر اس سے قبل ان گنت مقامات پر ہو چکا ہے۔ اس سورۃ میں ایک انوکھا اور نرالا انداز اختیار کیا گیا ہے کہ حشر کے میدان میں انسان کی زندگی کے سارے اعمال کا حساب مکمل طور پر اس کے سامنے آ جائے گا۔ انسان اس دنیا کی زینت اور چکا چوند روشنی میں اس قدر غرق ہو چکا ہے کہ اس کو موت کا احساس تک نہیں مگر جوں ہی موت کا فرشتہ آئے گا تو یہ غافل انسان حسرت سے کہے گا کہ "یہ کیا ہو گیا؟" اس ذکر کے بعد فرمایا کہ آخرت کی زندگی کا آغاز کیسا حیران کن اور عجیب ہو گا کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کے سامنے کلام کرے گی اور انسانی اعمال کے حقائق بیان کرے گی کہ کون سا عمل کہاں اور کن اوقات میں کیا گیا؟ زمین کا ذرہ ذرہ اپنے راز اور بوجھ اگل دے گا۔ انسان قبروں سے نکل آئیں گے اور ہر انسان کو اس کی اچھائی اور برائی کا ذرا ذرا بدلہ دیا جائے گا۔

جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۝

وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ۝

"جو ذرہ برابر بھی بھلائی کرے گا، قیامت کے دن اسے دیکھ لے گا جو ذرہ برابر برائی کرے گا، وہ بھی دیکھ لے گا۔" (زلزال: 7-8)

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت ایک دیہاتی کے سامنے پڑھی۔ اس نے کہا یا رسول اللہ! بس مجھے زندگی بھر کے لئے یہی ایک آیت کافی ہے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ بات اس کی سمجھ میں آ گئی ہے۔ معلوم ہوا کہ سمجھنے اور سمجھانے کے بھی مدارج ہوتے ہیں۔ ہم نے یہ آیت پڑھی اور کئی مرتبہ پڑھی لیکن وہ اثر نہیں ہوا۔ ادھر وہ شخص اس ایک آیت پر عمل کیا اور اس کی پوری زندگی بدل گئی۔

ترجمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا ۝ وَأَخْرَجَتِ الْأَرْضُ أَثْقَالَهَا ۝
وَقَالَ الْإِنسَانُ مَا لَهَا ۝ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا ۝
بِأَنَّ رَبَّكَ أَوْحَىٰ لَهَا ۝ يَوْمَئِذٍ يَصْدُرُ النَّاسُ أَشْتَاتًا لِّيُرَوْا أَعْمَالَهُمْ ۝
فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۝
وَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ۝

"جب زمین اپنی پوری شدت کے ساتھ ہلا ڈالی جائے گی' اور زمین اپنے اندر کے سارے بوجھ نکال کر باہر ڈال دے گی' اور انسان کہے گا کہ یہ اس کو کیا ہو رہا ہے؟ اس روز وہ اپنے (اوپر گزرے ہوئے) حالات بیان کرے گی کیونکہ تیرے رب نے اسے (ایسا کرنے کا) حکم دیا ہو گا۔ اس روز لوگ متفرق حالت میں پلٹیں گے تاکہ ان کے اعمال ان کو دکھائے جائیں۔ پھر جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہو گی وہ اس کو دیکھ لے گا۔ اور جس نے ذرہ برابر بدی کی ہو گی وہ اس کو دیکھ لے گا۔" (الزلزال:1-8)

t.com

سورہ العادیات (۱۰۰)

نام

پہلا لفظ ہی نام ہے۔

زمانۂ نزول

مکّی زندگی کے اوائل میں نازل ہوئی۔

مضامین

آخرت کے منکرین کو بتایا گیا کہ انسان جب اپنے انجام سے غافل ہو تو اخلاقی اعتبار سے کیسی کیسی پستیاں اس کا مقدر بنتی ہیں۔ نیز یہ کہ قیامت کے دن ظاہری اور پوشیدہ ہر طرح کے اعمال اور تصوّرات کا محاسبہ ہو گا۔ اس غفلت کو دور کرنے اور قیامت کی اچانک آمد کا ذکر عربوں کی غیر مہذب، غیر متمدّن اور بدامنی پر مبنی حالت کے حوالے سے کیا کہ تم لوگ ہر وقت اپنے گھوڑوں پر سوار کشت و خون اور لوٹ مار میں سرگرم ہو۔ ہر شخص کو یہی ڈر ہے کہ نامعلوم میرا دشمن کب مجھ پر حملہ آور ہو اور ہم لوگ مصیبت میں گرفتار ہو جائیں۔ جبکہ ہر شخص اصل مصیبت کی گھڑی سے بے خبر ہے۔ اللہ کے حضور حاضری اور جوابدہی جو ایک لازم امر ہے، اس سے قطعاً بے خوف ہے۔ اس کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرنے کی بجائے ان نعمتوں کی ناقدری کر رہا ہے۔ مال و دولت کی محبّت میں اندھا ہو کر گھناؤنے اور ناپسندیدہ ترین عمل کر گزرتا ہے۔ پھر اس غفلت سے نکالنے کے لئے فرمایا کہ تم سب کو رب کے حضور پیش ہو کر اپنے سارے اعمال اور وسوسوں کا جواب دینا ہو گا۔ تمہارا رب ان سب سے آگاہ ہے اور ان کا بدلہ تم کو ضرور دے گا۔

ترجمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ۝ فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ۝ فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا ۝
فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ۝ فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ۝
اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ۝ وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ ۝
وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ۝ اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِى الْقُبُوْرِ ۝
وَحُصِّلَ مَا فِى الصُّدُوْرِ ۝
اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ ۝

"قسم ہے ان (گھوڑوں) کی جو پھنکارے مارتے ہوئے دوڑتے ہیں' پھر (اپنی ٹاپوں سے) چنگاریاں جھاڑتے ہیں' پھر صبح سویرے چھاپہ مارتے ہیں' پھر اس موقع پر گردو غبار اڑاتے ہیں' پھر اسی حالت میں کسی مجمع کے اندر جا گھستے ہیں' حقیقت یہ ہے کہ انسان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے' اور وہ خود اس پر گواہ ہے' اور وہ مال و دولت کی محبت میں بری طرح مبتلا ہے۔ تو کیا وہ اس وقت کو نہیں جانتا جب قبروں میں جو کچھ (مدفون) ہے اسے نکال لیا جائے گا' اور سینوں میں جو کچھ (مخفی) ہے اسے برآمد کر کے اس کی جانچ پڑتال کی جائے گی؟ یقیناً ان کا رب اس روز ان سے خوب باخبر ہو گا۔" (العادیات:1-11)

عدلِ حقیقی صرف اللہ تعالیٰ کر سکتے ہیں

یعنی اللہ تعالیٰ سینے میں چھپے ہوئے رازوں سے باخبر ہے۔ وہ ہر عمل کے درجہ اخلاص کو جانتا ہے اور ہر کیے گئے جرم کے پس منظر اور اس کے اصل دواعی سے واقف ہے۔ عدل کا اصل تقاضا یہ ہے کہ عمل کی جزا سزا دیتے ہوئے ان اعمال کو سرانجام دینے والے کی نیت کو اصل بنیاد بنایا جائے نہ کہ عمل کی ظاہری شکل کو۔ یہ صرف اللہ کے بس میں ہے کہ وہ ہر عمل کے باطن میں عامل کی نیت کو جان لے اور عمل سے زیادہ نیت پر جزا و سزا دے۔ معلوم ہوا کہ عدلِ حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہی فرما سکتے ہیں' کسی اور کے بس کی بات نہیں۔

سورہ القارعہ (۱۰۱)

نام

پہلا لفظ ہی عنوان قرار دیا۔

زمانۂ نزول

مکی زندگی میں اس کا نزول ہوا۔

مضامین

قیامت کو عظیم اور ہلا دینے والی آفت اور حادثہ قرار دے کر غافل انسان کو چوکنا کیا کہ جب یہ حادثہ رونما ہو گا تو گھبراہٹ اور بدحواسی کا یہ عالم ہو گا کہ لوگ بھاگے پھریں گے جیسے روشنی کے گرد پروانے۔ پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح اڑتے ہوں گے۔ ایسے میں اللہ تعالیٰ عدالت قائم کرے گا اور نیکی اور برائی کا موازنہ شروع ہو گا۔ جن لوگوں کی نیکیوں کا وزن زیادہ ہو گا' وہ پسندیدہ زندگی گزاریں گے اور جن لوگوں کا برائی کا پلڑا بھاری ہو گا' وہ دہکتی بھڑکتی آگ کی گہری خندقوں میں گرا دیئے جائیں گے جہاں سے نکلنے کی کوئی سبیل نہ ہو گی۔

fat.com

ترجمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الْقَارِعَةُ ۝ مَا الْقَارِعَةُ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْقَارِعَةُ ۝
يَوْمَ يَكُونُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوثِ ۝
وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنفُوشِ ۝ فَأَمَّا مَن ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ ۝
فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝
وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ ۝ فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ ۝
وَمَا أَدْرَاكَ مَا هِيَهْ ۝ نَارٌ حَامِيَةٌ ۝

''عظیم حادثہ! کیا ہے وہ عظیم حادثہ؟ تم کیا جانو کہ وہ عظیم حادثہ کیا ہے؟ وہ دن جب لوگ بکھرے ہوئے پروانوں کی طرح اور پہاڑ رنگ برنگ کے دھنکے ہوئے اون کی طرح ہوں گے۔ پھر جس کے پلڑے بھاری ہوں گے وہ دل پسند عیش میں ہوگا، اور جس کے پلڑے ہلکے ہوں گے اس کی جائے قرار گہری کھائی ہوگی۔ اور تمھیں کیا خبر کہ وہ کیا چیز ہے؟ بھڑکتی ہوئی آگ!'' (القارعہ:1-11)

t.com

سورہ التکاثر (۱۰۲)

نام

پہلی آیت کا ایک لفظ علامتی نام ہے۔

زمانۂ نزول

یہ سورۃ مکہ میں نازل ہوئی۔

مضامین

ابنِ ابی حاتم نے ابو ہریرہؓ کی روایت نقل کی ہے کہ بعض قبائل بنی حارثہ اور بنی الحرث میں ایک مباحثہ شروع ہو گیا اور ہر قبیلے کا فرد اپنے قبیلے کے افراد کے مفاخر بیان کرنے لگا۔ بات یہاں تک بڑھ گئی کہ یہ لوگ قبرستان میں جا کر اپنے آباؤ اجداد کے مفاخر اور ان کی قبروں کی گنتی میں لگ گئے۔ اس پس منظر میں یہ سورۃ نازل ہوئی اور انسان کی غفلت پر افسوس کا اظہار کیا گیا کہ تم مال و دولت اور برادری و قبیلہ کی کثرت کو مدارِ نجات سمجھتے ہو۔

خبردار! عنقریب یہ غافل لوگ حقیقت جان لیں گے۔ اپنی آنکھوں سے جہنم کا مشاہدہ کریں گے اور پھر ان کو یقینی علم حاصل ہو جائے گا۔ لیکن وہ وقت انسان سے اس کو ملنے والی نعمتوں کی بابت بازپرس کا وقت ہو گا۔ اس وقت کا علم اس کے لئے قطعاً لاحاصل اور غیر فائدہ مند ہو گا۔

اس موقع پر بخاری کی یہ حدیث بھی ذہن میں رہنی چاہئے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اگر آدم کے بیٹے (انسان) کے پاس مال سے بھری ہوئی دو وادیاں بھی ہوں، وہ تب بھی تیسری وادی کی تمنا کرے گا۔ ابنِ آدم کا پیٹ مٹی (قبر) کے سوا کسی چیز سے نہیں بھر سکتا"

اس سورت میں انسان کی طبعی حرص و ہوس اور پھر موت کے ایک ہی جھٹکے میں اس کی بے بسی کا نقشہ کھینچا گیا۔ انسان دولت جمع کرنے کی دوڑ میں اس بری طرح سے مگن ہوتا ہے کہ وہ اپنا اصل انجام اور اپنا صحیح راستہ فراموش کر چکا ہوتا ہے۔

دولت، شہرت اور اقتدار کے حصول کی دوڑ اسے اصل منزل سے غافل کر دیتی ہے۔ اپنی ہر فرعون سامانی کے باوجود وہ اچانک قبر میں پہنچ جاتا ہے جہاں اس کی دولت، اس کا اقتدار اور اس کی جاہ و حشمت اس کے سرِ پُر غرور کے کسی کام نہیں آ سکیں گے۔

Marfat

کل ایک پاؤں کاسۂ سر پہ جو آگیا
یکسر وہ استخوان شکستوں سے چور تھا

بولا سنبھل کے راہ پہ چل تو اے بے خبر
میں بھی کبھی کسی کا سرِ پر غرور تھا

Marfa

ترجمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۝ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝
ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ۝
لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ۝ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ۝
ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَىِٕذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ۝

"تم لوگوں کو زیادہ سے زیادہ اور ایک دوسرے سے بڑھ کر دنیا حاصل کرنے کی دھن نے غفلت میں ڈال رکھا ہے یہاں تک کہ (اسی فکر میں) تم لب گور تک پہنچ جاتے ہو۔ ہرگز نہیں، عنقریب تم کو معلوم ہو جائے گا۔ پھر (سن لو) ہرگز نہیں، عنقریب تم کو معلوم ہو جائے گا۔ ہرگز نہیں، اگر تم یقینی علم کی حیثیت سے (اس روش کے انجام کو) جانتے ہوتے (تو تمہارا یہ طرز عمل نہ ہوتا)۔ تم دوزخ دیکھ کر رہو گے۔ پھر (سن لو کہ) تم بالکل یقین کے ساتھ اسے دیکھ لو گے۔ پھر ضرور اس روز تم سے ان نعمتوں کے بارے میں جواب طلبی کی جائے گی۔" (التکاثر:1-8)

سورہ العصر (۱۰۳)

نام

پہلا لفظ اس سورۃ کا عنوان قرار دیا گیا۔

زمانۂ نزول

مکّی زندگی میں اس سورۃ کا نزول ہوا۔

مضامین

مختصر ترین الفاظ میں اسلامی تعلیمات اس سورۃ میں مذکور ہیں۔ ان کا اندازِ بیان اس قدر دلکش ہے کہ سارا مفہوم ایک دم دل کی گہرائی میں اتر جائے اور انسان کی فکری دنیا میں انقلاب پیدا کر دے۔ زبان اس قدر آسان ہے کہ باسانی ہر زبان پر یہ الفاظ جاری ہو جائیں۔ زمانہ اور اس کی ہر چیز کو گواہ بنا کر لگی لپٹی رکھے بغیر واضح کر دیا کہ فلاح و نجات اور بربادی و ہلاکت کے راستے کون سے ہیں؟ خلاصہ یہ کہ ایمان --- عمل صالح --- سچائی کی تلقین --- اور صبر و استقامت کی تلقین ہی فلاح کے راستے ہیں۔ ان کے سوا بربادی ہی بربادی ہے۔

طبرانی کی ایک روایت یہ ہے کہ "صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب بھی ایک دوسرے سے ملتے تو جُدا ہونے سے قبل سورۃ عصر ایک دوسرے کو سناتے۔"

اس سورت سے یہ بات بھی عیاں ہے کہ اہلِ ایمان اور صالح افرادِ اُمّت کو فرد فرد بن کر نہیں رہنا چاہئے بلکہ انہیں ایک دوسرے کو حق کی نصیحت اور صبر کی تلقین کے ذریعہ ایک ایسا معاشرہ قائم کرنا چاہئے جس میں دین قائم ہو۔

ترجمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَالْعَصْرِ ۝ إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِي خُسْرٍ ۝
إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝

"زمانے کی قسم' انسان درحقیقت خسارے میں ہے' سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے' اور نیک اعمال کرتے رہے' اور ایک دوسرے کو حق کی نصیحت اور صبر کی تلقین کرتے رہے۔" (العصر: 1-3)

تفسیر

یعنی زمانے کی قسم' (زمانے سے پوچھو بچہ بچہ گواہی دے گا) کہ انسان یقیناً خسارے میں ہے مگر سوائے ان لوگوں کے جو کہ ایمان لائے اور (انہوں نے ایمان کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھال لیا اور) نیک اعمال کئے۔ ایک دوسرے کو حق کی نصیحت کی (ایسے جیسا کہ مرنے والا وصیت کرتا ہے۔) اور ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کی۔

جن لوگوں میں یہ چار صفات ہیں' وہ خسارے سے بچ گئے۔ یہ چار صفات ابراہیم علیہ السلام میں تھیں نمرود میں نہیں تھیں۔ موسیٰ علیہ السلام میں تھیں' فرعون' ہامان اور قارون میں نہیں تھیں۔ فرعون کی زندگی کے دوران میں اس کے لئے "ہٹو بچو" کی صدائیں اور پروٹوکول تھا لیکن زمانے بھر سے پوچھو کہ فرعون اور موسیٰ میں سے جیتنے والا کون ہے؟ ہر شخص کہے گا کہ فرعون ہار گیا' خسارے میں پڑ کر تباہ و برباد ہو گیا۔ اس لئے کہ اس میں یہ چار صفات نہیں تھیں یعنی ایمان' عملِ صالح' حق کی ایک دوسرے کو تلقین اور صبر کی ایک دوسرے کو نصیحت۔ یہ صفات اللہ والوں میں ہوتی ہیں اور وہی خسارے سے محفوظ ہیں۔ بے شک ان کے پاس وزارتیں' کارخانے' فرعونی یا ہامانی سامان نہیں ہوتا کیونکہ یہ سب خسارہ ہی خسارہ ہے اگر یہ اسباب اللہ تعالیٰ کی رضا کا ذریعہ نہ بنائے جا رہے ہوں۔ ہاں اگر دنیا کے یہ سب اسباب اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کا ذریعہ بنائے جا رہے ہوں تو خسارے کی بجائے فلاح کا باعث ہیں۔ معلوم ہوا کہ مندرجہ ذیل چار صفات ہی کامیابی کا اصل زینہ ہیں:

1. ایمان
2. عملِ صالح
3. ایک دوسرے کو حق کی تلقین کرنا
4. ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرنا

اگر دین کو ایک عمارت تصور کر لیا جائے تو اس کا نقشہ یوں بنے گا:

1- عمارت کی بنیاد

یہی ایمان ہے۔ جس کے دو حصے ہوں گے:

1- ایمان کا ظاہری حصہ یعنی اقرار بِاللّسان: یہ بالکل ایک عمارت کی بنیاد کے اس حصہ کی طرح ہو گا جو زمین سے باہر اور ظاہر ہوتا ہے۔

2- ایمان کا باطنی حصہ یعنی تصدیق بِالقلب: یہ بالکل عمارت کی بنیاد کے اس حصہ کی طرح ہو گا جو عمارت کی دیواروں تلے دب جاتا ہے' نظر نہیں آتا اور اسی پر ہی ساری عمارت کا بوجھ ہوتا ہے۔

2- عمارت کے چار ستون

یہ بنیادوں پر ہی استوار ہوتے ہیں۔ دین کی عمارت کے یہ چار ستون نماز' زکوٰۃ' روزہ اور حج ہیں۔ عمارت کا سارا ڈھانچہ اور بعد میں تعمیر ہونے والی ساری منزلیں انہیں ستونوں پر کھڑی ہوں گی۔

3- عمارت کی پہلی منزل

یہ عقائد پر استوار اعمالِ عبادت کی منزل ہے۔ جس کے نتیجے میں اخلاقِ حَسَنہ کی تربیت ہوتی ہے اور پھر اس کے نتیجے میں معاملات کی صفائی (صداقت' امانت اور دیانت کی تربیت) ہوتی ہے۔ دراصل دین تو انہی چار باتوں کا نام ہے: عقائد' عبادات' اخلاق' معاملات۔ یہی ایمان و عمل صالح کا نچوڑ ہیں۔

4- عمارت کی دوسری منزل

یہ تبلیغِ دین کی منزل ہے۔ وہ شخص جسے ایمان و عملِ صالح نصیب ہو جائے' اس میں دردمندی' خیر خواہی اور ایثار کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے۔ وہ دینِ حق کو آگے پھیلاتا ہے اور اس کے لئے دامے' درمے' سخنے' قدمے ہر طرح سے جدوجہد شروع کر دیتا ہے۔

اس موقعہ پر طاغوتی قوتیں مزاحم ہوتی ہیں اور وہ اللہ کی خاطر ان سے بھڑ جاتا ہے۔

5- عمارت کی آخری منزل

یہ مقام اللہ کی خاطر جہاد اور جان و مال کی قربانی کا ہے۔

دے ڈالیں گے جاں شربتِ دیدار کے بدلے
مرنے پہ تو ملتا ہے تو ہم جائیں گے مر بھی

لیتا ہے جو جان میری تو میں سر بدست ہوں
اے یار میں تو کشتۂ روز الست ہوں ۳۹۶

یہ مقامِ شہادت کی منزل ہے۔ یہاں ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کی جاتی ہے۔ دین کی عظیم عمارت مندرجہ بالا تین منزلوں، چار ستونوں اور اس کی بنیادوں پر مشتمل ہے۔ یہ ہیں ایمان، عملِ صالح، تبلیغ دین اور ثابت قدمی (صبر) یہاں تک کہ اس راستہ میں جان کی قربانی کا درجہ حاصل ہو۔

ے وہ حُسن ہی نہیں ہے جو ہو جائے مطمئن
وہ عشق ہی نہیں ہے جو ثابت قدم نہ ہو

Marfat

سورہ الھمزہ (۱۰۴)

نام

پہلی آیت کا ایک لفظ عنوان ہے۔

زمانۂ نزول

مکہ مکرمہ میں یہ سورۃ نازل ہوئی۔

مضامین

اس میں جاہلیت کے معاشرے میں پائی جانے والی چند برائیوں کا ذکر فرمایا اور ان کے انجام کو ابتدائی لفظ میں واضح کر دیا کہ ان برائیوں کے حامل افراد کے لئے جہنم کی وہ وادی ہے، جس کا نام "ویل" ہے اور پھر اس کے بعد ان کی خرابیوں کا ذکر ہوا کہ

الف۔ کسی انسان کو طعنہ دینا یا اس کی غیبت کرنا۔

ب۔ مال کو جمع کرنا اور گن گن کر رکھنا۔

ان برائیوں کے افراد اس غلط فہمی کا بھی شکار ہیں کہ یہ مال اور دولت ہمیشہ اس کے پاس رہے گی۔ وہ اسی غلط فہمی کا شکار ہو کر مال کی بنیاد پر ہر برائی کر گزرتا ہے۔ ایسے شخص کو حقارت و ذلت کے ساتھ جہنم کے اندر پھینک دیا جائے گا جہاں اس کی ہڈیاں اور جسم چور چور ہو جائے گا، وہاں آگ دہکتی ہوگی۔ اس آگ کے الاؤ کے اردگرد لمبے ستون ہیں جن میں یہ علاقہ گھرا ہوا ہے اور یہ آگ اس کے دل تک اثر انداز ہوگی اور اس عذاب سے ایسا شخص کبھی بھی نہ نکل سکے گا۔

fat.com

ترجمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ۝ الَّذِي جَمَعَ مَالًا وَعَدَّدَهُ ۝
يَحْسَبُ أَنَّ مَالَهُ أَخْلَدَهُ ۝ كَلَّا لَيُنبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۝
وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْحُطَمَةُ ۝
نَارُ اللَّهِ الْمُوقَدَةُ ۝ الَّتِي تَطَّلِعُ عَلَى الْأَفْئِدَةِ ۝
إِنَّهَا عَلَيْهِم مُّؤْصَدَةٌ ۝
فِي عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ۝

"تباہی ہے ہر اس شخص کے لئے جو (منہ در منہ) لوگوں پر طعن اور (پیٹھ پیچھے) برائیاں کرنے کا خوگر ہے جس نے مال جمع کیا اور اسے گن گن کر رکھا۔ وہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال ہمیشہ اس کو باقی و زندہ رکھے گا۔ ہرگز نہیں، وہ شخص تو چکنا چور کر دینے والی جگہ میں پھینک دیا جائے گا اور تم کیا جانو کہ وہ چکنا چور کر دینے والی جگہ کیا ہے؟ اللہ کی آگ، خوب بھڑکائی ہوئی، جو دلوں تک پہنچے گی۔ وہ ان پر ڈھانک کر بند کر دی جائے گی (اس حالت میں کہ وہ) اونچے اونچے ستونوں میں (گھرے ہوئے ہوں گے")۔

(الھمزہ:1-9)

تفسیر

انسانی نفسیات

قرآنِ مجید میں انسان کے علم النفس (Psychology) کا بہترین خزانہ موجود ہے۔ انسانی نفسیات سے متعلق جو جواہرپارے اس کتابِ مقدس میں ملتے ہیں، وہ دنیا کی کسی کتاب میں موجود نہیں۔ سورۃ الھمزہ اس کی خوبصورت مثال ہے۔ اس میں لیڈر قسم کے گنہگاروں کی نفسیات بیان کی گئی ہے۔ دولت اور لیڈری کے نشے میں وہ ہر گناہ میں مبتلا ہوتے ہیں مگر اپنے گناہوں کو سہارا دینے کے لئے انہیں معاشرہ کے معزز لوگوں کے کچھ گناہوں کا سہارا لینا پڑتا ہے کہ صاحب ہم تو خیر ہیں ہی دنیا دار لوگ! ہم سے اگر گناہ صادر ہو جائیں تو عجب کیا! لیکن ذرا ادھر بھی دیکھئے! فلاں فلاں حضرت صاحب جو دین پناہ بنے بیٹھے ہیں اور ایک زمانہ ان کی شرافت و تقدس کی قسم کھا رہا ہے: کن کن عیوب میں مبتلا ہیں!

اس منطق کو اپنی ہر مجلس میں بیان کرنے کے لئے ان مجرموں کو کہیں پہ دوربینیں اور کہیں پہ خوردبینیں غرضیکہ تجسس کی بدترین صورتیں اختیار کرنا پڑتی ہیں۔ ایسی صورت میں اگر کہیں کسی شریف آدمی کا کوئی عیب یا کسی دیندار شخص کی کوئی کمزوری ان کے ہاتھ لگ جاتی ہے' تو وہ ان کی ہر مجلس کا موضوع ہوتی ہے۔

اہلِ دین اور معزز لوگوں کو عیبی ثابت کرنے کے بعد یہ لوگ ہر اخلاقی اور معاشرتی جرم کو اپنے لئے روا سمجھتے ہیں۔ یہیں سے انہیں محنت کشوں کے معاشی استحصال کا جواز ملتا ہے' یہیں سے وہ چور بازاری' سمگلنگ' کالے دھن' ملاوٹ' رشوت خوری' مجرمانہ سیاست دانی' ملک و قوم سے غداری اور ہر قسم کی دادِ عیش دینے کا جواز ڈھونڈ لیتے ہیں۔ ان کا سارا زور کالے دھن کو جمع کرنے اور اسے سینت سینت کر رکھنے پر ہوتا ہے۔

قرآنِ مجید ان لیڈر مجرموں کی نفسیات کی مزید گہرائی میں ہمیں لے جاتا ہے۔ ان کی بیمار ذہنیت سچ مچ انہیں یقین دلاتی ہے کہ دنیا میں اصل طاقت دولت ہے۔ دولت کے زور پہ اقتدار پہ بھی قابض رہا جا سکتا ہے' لوگوں سے زبردستی عزت بھی کرائی جا سکتی ہے' شہرت بھی خریدی جا سکتی ہے' اچھے سے اچھا علاج بھی بیرون ملک کرایا جا سکتا ہے' ہر بیماری کا راستہ روکا جا سکتا ہے' ہر بیماری سے نجات حاصل کی جا سکتی ہے۔ رہ گئی موت! تو یہ تو دوسروں کے لئے ہے — یہ غریب اور مسکین لوگ ہیں جو روزانہ ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرتے ہیں یہ بات امیر لوگوں کی شان کے خلاف ہے۔ موت کا اصل سبب تو بیماری اور اس کے علاج میں کوتاہی ہے۔ دولت اس سبب کی سرکوبی کر سکتی ہے۔ اس لئے دولت انسان کو ہر زوال' ذلت' بیماری اور موت سے بچانے کا سبب بن سکتی ہے۔

یہ سب وہ بیمار نفسیات جس کا ذکر قرآنِ مجید نے ایک آدھی سطر میں کر دیا ہے:۔

"سمجھتا ہے کہ اس کا مال اسے ہمیشہ ہمیشہ باقی رکھے گا" (نہ زوال آنے دے گا' نہ ذلت' نہ بیماری' نہ موت)۔

القصہ اس سورت میں لیڈر صاحبان کی مندرجہ ذیل نفسیاتی بیماریاں ایک ہی سانس میں بیان کر دی گئی ہیں:

1- دوسروں کے عیب ڈھونڈنا۔

2- عیب پا لینے کی صورت میں انہیں جگہ جگہ بیان کرنا۔ (غیبت)

3- طعنہ زنی۔

4- کالے دھن کو جمع کرنا اور اسے بار بار گنتے رہنا۔

5- اس مال کو اپنی ذات اور اپنی شان و شوکت کے بقا کا ذریعہ سمجھنا۔

اس شخص کے بیمار نفس کا ذکر کرنے کے بعد قرآنِ مجید میں اس کے لئے جس عذاب کی وعید ہے وہ ایسی آگ ہے جو اس کے بیمار نفس اور اس کے ناپاک دل تک جا پہنچے اور اس کی شخصیت اور اس کے نفس کے پرخچے اڑا کر چکنا چور کر دے۔

نہ لے چلو مجھے ان رہبروں کی مجلس میں
میں بے ادب ہوں' ہنسی آ گئی تو کیا ہو گا؟

fat.com

t.com

سورہ الفیل (۱۰۵)

نام

پہلی آیت کا ایک لفظ علامتی نام ہے۔

زمانۂ نزول

مکی زندگی کے ابتدائی دور میں اس کا نزول ہوا۔

مضامین

اس سورۃ میں ہاتھی والوں کے کعبے پر حملے اور ان کے انجام کا ذکر ہے۔ جس کو قدرے تفصیل کے ساتھ یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ حبشہ کے عیسائیوں نے حمیری حکومت سے انتقام لینے کے لئے اس پر حملہ کیا اور 525ء میں اس حکومت کا خاتمہ کر دیا۔ اس حملے کے دوران میں رومیوں نے حبشہ والوں کو بحری بیڑہ مہیا کیا تاکہ مصر و شام (جو ان کے زیرِ نگین تھا) سے مشرقی افریقہ، ہندوستان اور انڈونیشیا تک تجارت کے لئے راستہ صاف کیا جا سکے چنانچہ حبشہ کے عیسائی اور رومیوں نے مل کر یمن پر قبضہ کر لیا۔ حبشہ کے عیسائی حکمرانوں نے ابرہہ کو یمن کا گورنر مقرر کیا۔ ابرہہ نے اپنے مقاصد کی تکمیل اور مذہبی شان و شوکت کے اظہار کے لئے دارالسلطنت صنعا میں ایک عظیم الشان کلیسا تعمیر کیا اور مسلسل یہ تگ و دو کرتا رہا کہ عرب اور دوسرے لوگ حج کے لئے اس کے کلیسا کی طرف رجوع کریں۔ اس بات کا اظہار اس نے شاہِ حبش کے نام ایک خط میں بھی کیا۔ اہل عرب کو جب اس بات کا علم ہوا تو انہیں سخت رنج پہنچا۔ ادھر ابرہہ کو جب اس حقیقت کا پتا چلا تو اس نے کعبے کے انہدام کے لئے بہانے کی تلاش شروع کر دی۔ آخر کار ہاتھیوں سمیت ایک لشکر لے کر انہدام کعبہ کے لئے چل پڑا۔ بنو ثقیف نے ایک شخص کو راہنمائی کے لئے ساتھ کر دیا تاکہ طائف کے علاقہ کو اس کی دست برد سے بچا لیں۔ مگر یہ شخص راستے میں مر گیا۔

ابرہہ نے حملہ سے قبل تہامہ اور قریش کے مویشیوں کو لوٹا تاکہ اہل مکہ کے ساتھ لڑائی کا بہانہ اور جواز مہیا ہو سکے۔ مگر اہل مکہ نے خاموشی اختیار کی۔ اس نے قریش کے سردار عبدالمطلب کے پاس اپنا قاصد بھیجا۔ آپ جب وہاں پہنچے تو ابرہہ آپ کی شخصیت اور وجاہت سے بہت متاثر ہوا اور تخت سے اتر کر آپ کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ عبدالمطلب نے مختصر الفاظ میں اس پر واضح کر دیا کہ اس گھر کا رب اس کی حفاظت خود کرے گا۔ ابرہہ نے کہا کہ اب اس گھر کا رب اس گھر کو مجھ سے نہ بچا سکے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ ابرہہ نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ امن

Marfat

کا گھر ہے مگر میں اب اس کے امن کو برباد کرنے آیا ہوں۔

ایک اور روایت میں ہے کہ عبدالمطلب جب واپس آئے تو انہوں نے اہل مکہ سے کہا کہ تم لوگ اپنے اہل و عیال سمیت قریبی پہاڑوں میں پناہ لے لو تاکہ قتلِ عام کی نوبت نہ آئے پھر خود کعبے کے ساتھ چمٹ کر دعائیں مانگیں۔ اگلے روز ابرہہ مکے میں داخل ہوا۔ اس کا سب سے زیادہ قابلِ اعتماد ہاتھی بیٹھ گیا۔ لاکھ جتن کئے مگر وہ نہ ہلا۔ اگر اس ہاتھی کو دائیں بائیں گھما کر چلایا جاتا تو وہ بھاگنے لگتا مگر بیتُ اللہ کی جانب ایک قدم بھی آگے نہ بڑھتا۔ اسی دوران میں پرندے پنجوں اور چونچوں میں کنکریاں لئے نمودار ہوئے اور اس لشکر پر ان کی بارش کردی۔ جس شخص کو بھی کنکری لگی' اس کا گوشت اور خون پانی بن کر بہنے لگا۔ لشکر میں بھگدڑ مچ گئی۔ کچھ موقع پر ہلاک ہوئے اور کچھ راستے میں گرتے پڑتے ہلاک ہوئے۔

جس سال یہ واقعہ پیش آیا' اس کو "عامُ الفیل" کہتے ہیں اور تاریخ میں ہے کہ اسی سال نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی۔ اس سارے واقعے کو قرآنِ مجید میں عبرت اور نصیحت کے لئے قیامت تک محفوظ کردیا گیا ہے۔ کیونکہ قریشِ مکہ اس واقعے کی نزاکت اور ہولناکی سے خوب آگاہ تھے اور جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے کعبے کی حفاظت کیسے کی؟ روایات میں ہے کہ ایک عرصۂ دراز تک قریش نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور معبود کو عبادت میں شریک نہ کیا۔ قابلِ غور بات یہ ہے کہ یہاں واقعے کی تفصیلات کو قطعاً بیان نہیں کیا گیا کیونکہ عرب اس واقعے کی جزئیات سے تفصیلاً آگاہ تھے۔ اس سورۃ میں صرف اہلِ مکہ کو دعوتِ فکر دینا مقصود تھا کہ اگر آج بھی کوئی قوم اس پیغامِ الٰہی کی مخالفت پر کمربستہ ہوئی تو ان کو ہاتھی والوں کی طرح نیست و نابود کردیا جائے گا۔

Marfa

ترجمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ۝

اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ۝

وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ۝

تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ۝

فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ۝

"تم نے دیکھا نہیں کہ تمہارے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا؟ کیا اس نے ان کی تدبیر کو اکارت نہیں کر دیا؟ اور ان پر پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ بھیج دیے جو ان کے اوپر پکی ہوئی مٹی کے پتھر پھینک رہے تھے، پھر ان کا یہ حال کر دیا جیسے (جانوروں کا) کھایا ہوا بھوسا۔" (الفیل: 1-5)

Marfa

سورہ القریش (۱۰۶)

نام

پہلی آیت کا ایک لفظ علامتی نام ٹھہرا۔

زمانۂ نزول

مکّہ مکرمہ میں اس کا نزول ہوا۔

مضامین

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد میں ایک معروف نام قُصَیّ بن کلاب ہے جنہوں نے حجاز میں بکھرے ہوئے خاندان کے افراد کو جمع کیا اور تدبر و فراست کے ساتھ مکہ میں ریاستی زندگی کا آغاز کیا جس کے تحت اہم ترین کام یہ طے ہوا کہ مکے میں آنے والے حُجاج کی خوب خدمت کی جائے۔ قُصَیّ بن کلاب اور ان کی اولاد نے اس خدمت کے ساتھ ساتھ تجارت کو ذریعہ معاش کے طور پر اپنایا۔ بلادِ مشرق میں شام و مصر تک یہ لوگ تجارتی سفر بلاخوف و خطر کرتے۔ راستے کے خوف اور محصولات سے یہ لوگ مستثنیٰ سمجھے جاتے کیونکہ بیت اللہ کی تولیت اور حُجاج کی خدمت کے باعث سبھی لوگ ان کا احترام کرتے۔ شام و مصر کے علاوہ عراق اور ایران تک قریشِ مکہ کے بہترین تجارتی روابط تھے اور ان کی تجارت بھی ترقی پزیر تھی۔ انہی روابط کی بنا پر قریش نے ان تمام شہروں میں بسنے والوں سے ثقافتی اور تہذیبی روایات بھی سیکھیں مثلاً خط نویسی وغیرہ۔ اسی لئے عرب میں قریش کو علم و فکر میں بھی نمایاں مقام حاصل ہو گیا تھا۔

اس پس منظر میں قریشِ مکّہ کی اس خصوصیت کا ذکر کر کے ان کو دعوت دی گئی کہ جب تم ابرہہ کے حملے کے بعد خود اس بات کے عملاً اور قولاً قائل ہو چکے تھے کہ یہ گھر بتوں کے باعث نہیں بلکہ اللہ کا گھر ہونے اور اس کی عبادت کے باعث مقدّس و محترم ہے اور اسی تقدس و احترام کے سبب تمہیں خوشحالی بھی نصیب ہوتی ہے تو اب تم امن و خوشحالی پا کر اللہ کے باغی کیوں بن رہے ہو اور اللہ کے نبی برحق محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو کیوں ٹھکرا رہے ہو؟ احسان شناسی کا تقاضا تو یہ ہے کہ تم اس دعوتِ حق کو قبول کر لو اور اللہ وحدہٗ لاشریک ہی کی عبادت کرو۔

ترجمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ ۙ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَ الصَّیْفِ ۚ
فَلْیَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَیْتِ ۙ
الَّذِیْۤ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ وَّ اٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ۠

"چوں کہ قریش مانوس ہوئے (یعنی) جاڑے اور گرمی کے سفروں سے مانوس 'لہٰذا ان کو چاہئے کہ اس گھر کے رب کی عبادت کریں جس نے انہیں بھوک سے بچا کر کھانے کو دیا اور خوف سے بچا کر امن عطا کیا۔"
(القریش: 1-4)

t.com

سورہ الماعون (۱۰۷)

نام

ضرورت مند کی ضرورت پوری کرنے سے روکنے والوں کا ذکر ہے۔ اسی مناسبت سے اس کا نام "الماعون" رکھا گیا۔ یعنی ضرورت کی چیز۔

زمانۂ نزول

مکہ مکرمہ میں اس سورۃ کا نزول ہوا۔

مضامین

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا کہ "میں اخلاقِ حسنہ کی تکمیل کیلئے بھیجا گیا ہوں۔"

اس سورۃ میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو معاشرتی زندگی میں ان اخلاق اور اچھی عادات سے بھی محروم ہیں جو ایک مہذب معاشرے کی علامت سمجھی جاتی ہیں۔ مثلاً یہ کہ معاشرے کے تمام افراد کی ذمّہ داری ہے:

الف۔ یتیموں کی پرورش اور ان کی تربیت کا اہتمام۔

ب۔ مالی اعتبار سے کمزور اور مفلوکُ الحال لوگوں کی مالی معاونت۔

ج۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے ساتھ ساتھ اس عبادت کے تقاضوں کو پہچاننا اور ان کے لئے معاشرے کے بھی افراد کو آگاہ کرنا۔

د۔ معاشرے میں ضرورت مند افراد کی عام ضروریات کا لحاظ کرنا اور ان کی ضروریات پورا کرنے میں بخل سے کام نہ لینا۔

لیکن یہ اخلاق اس وقت معاشرے کے افراد میں پیدا ہوتے ہیں جب معاشرے کے افراد یہ سمجھ لیں کہ یہ نعمتیں ہم پر اللہ کا احسان ہیں اور ان سے فائدہ اٹھانا صرف ہمارا ہی حق نہیں بلکہ اس معاشرے کے ہر فرد کا اس میں حصہ ہے اور وہ ان نعمتوں کو معاشرے میں عام کرنے کی کوشش کریں۔ لیکن حریص انسان سے یہ بات ممکن نہیں۔ اس لئے آخرت میں ان اشیاء کے محاسبے کی طرف توجہ دلائی کہ ان نعمتوں کی بابت آخرت میں یقیناً سوال ہو گا۔ اس وقت کے لئے ابھی سے تیاری کی جانی چاہئے۔ سورۃ میں توجہ دلانے کے لئے خاص نادر انداز اختیار کیا گیا ہے۔

Marfat

ترجمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَرَءَيْتَ الَّذِي يُكَذِّبُ بِالدِّينِ ۝ فَذَٰلِكَ الَّذِي يَدُعُّ الْيَتِيمَ ۝
وَلَا يَحُضُّ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ ۝ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ ۝
الَّذِينَ هُمْ عَن صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ۝ الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ ۝
وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ ۝

"کیا تم نے اس شخص کو دیکھا جو آخرت کی جزاو سزا کو جھٹلاتا ہے؟ وہی تو ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور مسکین کو کھانا دینے پر نہیں اکساتا۔ پھر تباہی ہے ان نماز پڑھنے والوں کے لئے جو اپنی نماز سے غفلت برتتے ہیں، جو ریاکاری کرتے ہیں اور معمولی ضرورت کی چیزیں (لوگوں کو) دینے سے گریز کرتے ہیں۔"

(الماعون:1-7)

تفسیر

انسانی نفسیات

اس سورت میں نفسیاتِ انسانی پہ ایک خوبصورت گفتگو کی گئی ہے۔ اگر انسان دین کا انکار کرے، خصوصاً آخرت کے جزاو سزا کو جھٹلائے تو اس میں مندرجہ ذیل قبیح صفات پیدا ہو جاتی ہیں:

1- یتیم کو دھکے دیتا ہے۔ یعنی معاشرہ کا وہ فرد جو سب سے زیادہ کمزور ہے اور سب سے زیادہ محبت و شفقت کا مستحق ہے، اس کا حق کھاتا ہے اور اسے اس کے حق سے محروم کر کے ٹھکراتا ہے اور دھکے دیتا ہے۔ اس پر ظلم کرتا ہے۔ اسے گھر میں رکھنا بھی ہے تو نوکر کی طرح اور ہر وقت جھڑکیاں دے کر۔ یعنی اس شخص کی مستقل ذہنیت یہ ہے کہ کمزور کو ٹھوکریں مار رہا ہے جبکہ طاقتور لوگوں کے سامنے چوہا بن جاتا ہے اور انہیں خوش کرنے کے لئے عبادت گزار بننے کا سوانگ رچاتا ہے۔ ریاکاری کرتا ہے۔

2- مسکین کو کھانا دینے پر نہ خود تیار ہوتا ہے، نہ دوسروں کو آمادہ کرتا ہے۔ یعنی مسکین کا حق دینے سے کتراتا ہے۔ اس کا معاشی استحصال کرتا ہے۔ نہ اپنے آپ کو ایک مسکین کی خدمت پر اکساتا ہے نہ دوسروں کو۔ بھوکے کو کھانا کھلانا انسان کی شرافت کا کم سے کم پیمانہ ہے لیکن وہ اس پر بھی پورا نہیں اترتا۔

t.com

3- نماز پڑھتا ہے مگر غفلت اور بے دلی کے ساتھ۔ چونکہ آخرت کا یقین دل میں نہیں ہے' اس لئے اللہ تعالیٰ کی رضا کا جذبہ نہیں ہوتا۔ لوگوں کے ساتھ مارے باندھے بامر مجبوری نماز میں شریک ہو جاتا ہے لیکن از خود نماز کی پابندی کا مزاج نہیں ہوتا۔

4- ریاکاری کرتا ہے۔ یعنی نماز بھی اللہ تعالیٰ کی خاطر نہیں بلکہ لوگوں کو دکھانے کی خاطر پڑھتا ہے۔ اس کا معبود اللہ تعالیٰ کی ذات نہیں بلکہ عام لوگ ہیں جن کی خوشی کے لئے وہ عبادت کا ڈھونگ رچاتا ہے اور اپنے اخلاص او للٰہیت کا ناٹک کرتا ہے۔

5- روزمرہ کی معمولی ضرورت کی چیزیں (لوگوں کو) دینے سے کتراتا ہے۔ یہ بخل اور چھوٹے پن کی انتہا ہے کہ ہمسایہ یا قریبی رشتہ دار کو عام استعمال کی معمولی معمولی چیزیں بھی نہ دی جائیں۔ خود غرضی اور دنی الطبع ہونے کی صفت بھی آخرت سے انکار کا طبعی نتیجہ ہے۔

یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دین سے تعلق ہو اور آخرت کا عقیدہ دل میں جاگزیں ہو تو مندرجہ بالا پانچ صفات کے برعکس مندرجہ ذیل پانچ صفات حسنہ پیدا ہو جائیں گی:

1- یتیم و ضعیف سے حقیقی محبت اور ان کے حقوق کا خیال رکھنا۔

2- غریبوں اور مسکینوں کی حق رسی اور ان کی ضروریات پورا کرنے میں لگے رہنا۔

3- نماز باجماعت کی اخلاص کے ساتھ پابندی۔

4- اخلاص للہ۔ یعنی زندگی کے تمام اعمال صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر کرنا نہ کہ نام و نمود و ریا کی خاطر۔

انسان کو لازم ہے رہے دور ریا سے
یہ چیز جدا کرتی ہے بندے کو خدا سے

5- مزاج میں سماحت اور سخاوت۔ ہمسایوں کی روزمرہ کے معمولات میں خدمت اور مروت سے پیش آنا۔

سورہ الکوثر (۱۰۸)

نام

پہلی آیت کا ایک لفظ اس سورۃ کا عنوان ہے۔

زمانۂ نزول

مکی زندگی میں نازل ہوئی۔

مضامین

انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے کہ اونگھ آ گئی۔ آپ تبسم فرماتے ہوئے بیدار ہوئے اور پھر آپؐ نے بتلایا کہ مجھ پر یہ سورۃ نازل ہوئی ہے۔ اور آپؐ نے سورۃ کوثر کی تلاوت فرمائی۔

یہ سورۃ دراصل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لئے نازل ہوئی جیسا کہ اس سے قبل بے شمار مواقع پر ہم ذکر کر چکے ہیں۔ اس سورۃ میں آپؐ کے مخالفین کے تباہ و برباد ہونے کی پیش گوئی بھی کی گئی ہے کیونکہ قریش مکہ نے آپؐ کی دعوت کے مقابلے میں ایک مرتبہ کہا تھا:

"اس (محمدؐ) کو چھوڑ دو۔ وہ تو ابتر (جڑ کٹا درخت) ہے۔"

یعنی اس کی کوئی نرینہ اولاد نہیں ہے۔ اس کے پیوندِ خاک ہونے کے بعد اس کا ذکر کون کرے گا؟ اس سلسلے میں سیدنا عبداللہ بن عباسؓ سے بھی ایک روایت ہے کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی اور چہیتی بیٹی زینب کے بعد آپ کے بڑے صاحبزادے قاسم اور ان کے بعد تین بیٹیاں (اُمِ کلثومؓ رقیہؓ فاطمہؓ) پیدا ہوئیں مگر قاسم کا انتقال ہو گیا اور پھر بعد میں عبداللہ پیدا ہوئے اور ان کا بھی انتقال ہو گیا تو اس پر قریش نے کہا کہ "محمد ابتر ہے" کیونکہ اس کی نسل آگے نہ چل سکے گی۔ بعض روایات میں ہے کہ آپ کے بیٹے کے فوت ہونے پر بعض قریشی سرداروں نے خوشی بھی منائی۔ ایسے حالات میں یہ سورۃ نازل ہوئی۔ جس کے ذریعے سے آپ کو تسلی دی گئی اور خوشخبری سنائی گئی کہ آپؐ کے لئے خیرِ کثیر ہے۔ سو اظہارِ تشکر کے لئے عبادت میں مزید انہماک پیدا کریں۔ باقی رہا دشمنوں کا معاملہ تو وہ عنقریب بے نام و نشان ہو جائیں گے۔

fat.com

ترجمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

إِنَّآ أَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝
إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ ۝

"(اے نبیؐ) ہم نے تمہیں کوثر عطا کر دیا۔ پس تم اپنے رب ہی کے لئے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔ تمہارا دشمن ہی جڑ کٹا ہے۔" (الکوثر: 1-3)

سورہ الکافرون (۱۰۹)

نام

پہلی آیت کا ایک لفظ علامتی نام ہے۔

زمانۂ نزول

مکہ مکرمہ میں اس سورۃ کا نزول ہوا۔

مضامین

مکہ میں جب نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی اعلانیہ دعوت کا آغاز کیا تو مخالفت کا ایک شدید طوفان امڈ آیا۔ مختلف وفود آپ کے پاس مصالحت کی تجاویز لے کر آتے رہے جبکہ اس سے قبل ابو طالب کے پاس ایک وفد کے آنے کا ذکر بھی ہو چکا ہے۔ اسی طرح ایک موقع پر قریش سردار جمع ہو کر ایک مصالحتی فارمولا لے کر آئے جس میں مختلف تجاویز تھیں۔

الف۔ ایک سال آپ ہمارے معبودوں (لات، منات اور عزیٰ وغیرہ) کی عبادت کریں اور دوسرے سال ہم آپ کے معبود کی عبادت کریں گے۔

ب۔ اگر آپ ہمارے معبودوں کو چوم لیں تو ہم آپؐ کے معبود کی عبادت کے لئے تیار ہیں۔

ج۔ ہم تمہارے کاموں میں شریک ہوتے ہیں اور تم ہمارے کاموں میں (عبادت سمیت) شریک ہو جاؤ۔

ان سب تجاویز کے جواب میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک دو ٹوک جواب آیا اور اس کے بعد معاملہ ختم ہو گیا۔ گویا اعلان کر دیا کہ مذہب کے سلسلے میں اس قسم کی رواداری اور مصالحت کی گنجائش نہیں جیسا کہ آج کل مذہب سے نا آشنا اور ناواقف لوگ سمجھتے ہیں۔ اس سورۃ میں کُفّار کے مذہبی اطوار اور طریقوں کو قطعاً ناقابل قبول قرار دے کر نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے اعلان کرا دیا کہ نہ میں تمہارے عبادت کے طریقے اپنا سکتا ہوں اور نہ تم اپنے مشرکانہ نظریہ اور طریقۂ عبادت ترک کر کے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے قائل ہو سکتے ہو۔ اس لئے مذہبی معاملات میں تمہارا اور میرا راستے بالکل الگ الگ اور جدا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ نوفل بن معاویہؓ نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسی چیز بتائیے جو میں سونے سے قبل پڑھا کروں تو آپ نے یہ سورۃ پڑھنے کی تلقین فرمائی کیونکہ اس میں شرک سے بیزاری کا اعلان ہے۔

ترجمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ ۝ لَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ ۝
وَلَا أَنْتُمْ عَابِدُونَ مَا أَعْبُدُ ۝ وَلَا أَنَا عَابِدٌ مَا عَبَدْتُمْ ۝
وَلَا أَنْتُمْ عَابِدُونَ مَا أَعْبُدُ ۝
لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ ۝

"کہہ دو کہ اے کافرو' میں ان کی عبادت نہیں کرتا جن کی عبادت تم کرتے ہو' نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی عبادت میں کرتا ہوں۔ اور نہ میں ان کی عبادت کرنے والا ہوں جن کی عبادت تم نے کی ہے' اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی عبادت میں کرتا ہوں۔ تمہارے لئے تمہارا دین ہے اور میرے لئے میرا دین۔" (الکافرون:1-6)

t.com

سورہ النصر (۱۱۰)

نام

پہلی آیت کا ایک لفظ علامتی نام قرار دیا گیا۔

زمانۂ نزول

سیدنا عبداللہ بن عباسؓ بیان فرماتے ہیں کہ سورۃ النصر کے بعد کوئی مکمل سورۃ نازل نہ ہوئی اور سیدنا عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایّام تشریق میں منیٰ کے مقام پر نازل ہوئی اور اس کے بعد آپ نے حجۃ الوداع کا خطبہ ارشاد فرمایا۔

مضامین

سیدنا عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب یہ سورۃ نازل ہوئی تو نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (اس سورۃ کے ذریعہ مجھے بتایا گیا ہے) میرا وقت پورا ہو چکا ہے اور مجھے میری وفات کی خبر دے دی گئی ہے۔

درج بالا روایت سے واضح ہو گیا کہ عنقریب عرب فتح ہوا چاہتا ہے اور آپ کو جو مشن سونپا گیا تھا اس کی تکمیل ہو چکی ہے۔ اس لئے اب آپ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور تسبیح و تقدیس میں مشغول ہو جائیں کیونکہ اس قدر عظیم کام آپ کی ذاتی محنت سے نہیں بلکہ محض اللہ کے فضل سے پایہ تکمیل کو پہنچا ہے کہ اس قدر مختصر مدّت میں زندگی کے ہر شعبہ میں مصلحانہ انقلاب اور جہالت میں غرق قوم کو اس قابل بنا دیا گیا کہ وہ اقوامِ عالم کو مسخر کر دے۔ سیدہ اُمّ سلمہؓ سے مروی ہے کہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک پر یہ الفاظ زندگی کے آخری ایّام میں ہمہ وقت جاری ہوتے۔ **سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ** سیدنا عبداللہ بن بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس سورۃ کے نزول کے بعد نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ریاضت و مجاہدہ میں اس حد تک مشغول ہو گئے کہ اس سے قبل ایسا نہ ہوا تھا۔

Marfat

ترجمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝
وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۝
فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝

"جب اللہ کی مدد آجائے اور فتح نصیب ہو جائے اور (اے نبیؐ) تم دیکھ لو کہ لوگ فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں تو اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرو اور اس سے مغفرت کی دعا مانگو' بے شک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔" (النصر: 1-3)

سورہ اللھب (۱۱۱)

نام

اس سورۃ میں ابولہب کے انجام کا ذکر ہے اس کے باعث اس کا نام لہب رکھا گیا۔

زمانۂ نزول

مکہ مکرمہ میں اس سورۃ کا نزول ہوا۔

مضامین

کتبِ حدیث میں ایک روایت کئی اسناد کے ساتھ منقول ہے جو اس سورۃ کے بارے میں ہے کہ سیدنا ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ملا کہ آپ اپنے قریبی اعزاء اور رشتہ داروں کو اللہ کے عذاب سے ڈرائیں تو آپ نے عرب کے دستور کے مطابق کوہِ صفا پر چڑھ کر صبح کے وقت اہلِ مکہ کو پکارا اس پر قریش کے سبھی خاندانوں کے افراد دوڑ کر پہنچے جب سب جمع ہو گئے تو آپ نے قریش کے ایک ایک قبیلہ کا نام لے لے کر پکارا پھر کہا کہ "اگر میں تمہیں یہ کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک لشکر ہے جو تم پر حملہ کرنے والا ہے تو کیا تم میری بات مان لو گے؟ سبھی نے ایک زبان ہو کر کہا کہ آپ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں تمہیں اس عذاب سے خبردار کرتا ہوں جو تمہارے اعمال کے باعث تم کو ملنے والا ہے۔" پھر آپ نے اسلام کی دعوت پیش کی۔ آپ کا چچا ابولہب یہ سن کر سیخ پا ہو گیا اور ان سے کہا:

تبالک الھذا جمعتنا

"تیرے ہاتھ ٹوٹ جائیں! کیا تو نے اس بات کے لئے ہمیں جمع کیا؟"

اس کے بعد جب بھی اسے موقع ملتا وہ آپؐ کو اذیت اور تکلیف پہنچانے سے گریز نہ کرتا۔ اس کی بیوی اُمِ جمیل رات کے وقت آپؐ کے دروازے کے سامنے کانٹے ڈال جایا کرتی کہ صبح آپؐ نکلیں تو آپ کو اذیت پہنچے۔ نبوت سے قبل آپؐ کی صاحبزادیوں (اُمِ کلثومؓ اور رقیہؓ) کا نکاح ابولہب کے دو بیٹوں کے ساتھ ہو چکا تھا۔ ابولہب نے ان دونوں سے کہا کہ جب تک تم ان دونوں کو طلاق نہ دے دو، میرا تم سے ملنا حرام ہے۔ ان دونوں نے باپ کے کہنے پر اپنی بیویوں کو طلاق دے دی۔ کتبِ حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ آپؐ جب دعوتِ اسلام کے لئے نکلتے تو ابولہب آپؐ کے پیچھے یہ کہتا ہوا چلتا "لوگو! یہ جھوٹا ہے اور اپنے آباؤ اجداد کے دین سے منحرف ہو گیا ہے۔"

Marfat

ان حالات میں نام لے کر ابولہب کی مذمت کی گئی کیونکہ خاندانی آداب و روایات کے تحت یہ بات ناقابلِ یقین سمجھی جاتی ہے کہ کوئی چچا اپنے بھتیجے کے لئے اس قسم کی باتیں کرے یا الزام تراشی کرے اور بُرا بھلا کہے۔ اس سورۃ کے نزول کے بعد ابولہب پر پاگل پن کے اثرات ظاہر ہونے لگے وہ عجب بے معنی اور بے ہودہ گفتگو کرتا جس سے سبھی لوگ سمجھ گئے کہ یہ بھتیجے کی دشمنی میں پاگل ہو چکا ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی واضح کر دیا گیا کہ دین کے معاملہ میں کسی مداہنت یا لاگ لپٹ کی کوئی گنجائش نہیں۔

t.com

ترجمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تَبَّتْ يَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ○ مَآ اَغْنٰی عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ○
سَيَصْلٰی نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ○ وَّامْرَاَتُهٗ ؕ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ○
فِیْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ○

"ٹوٹ گئے ابولہب کے ہاتھ اور نامراد ہو گیا وہ۔ اس کا مال اور جو کچھ اس نے کمایا وہ اس کے کسی کام نہ آیا۔ ضرور وہ شعلہ زن آگ میں ڈالا جائے گا اور (اس کے ساتھ) اس کی جورو بھی' لگائی بجھائی کرنے والی' اس کی گردن میں مونجھ کی رسّی ہو گی۔" (لہب: 1-5)

تفسیر

اس سورت کی تلاوت سے ایک بہت ہی اہم بات سامنے آتی ہے۔ وہ یہ کہ ابولہب تنہا وہ شخص ہے جس کا نام لے کر قرآنِ مجید میں اسے ہمیشہ کے لئے پھٹکارا گیا۔ یہ سورت رہتی دنیا تک تلاوت کی جاتی رہے گی۔ ادھر یہ بات اپنی جگہ پر اہم ہے کہ یہ شخص حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قریب ترین رشتہ دار تھا۔ خونی رشتے کے اعتبار سے کوئی شخص بھی آپ کا اس قدر قریبی نہ تھا جتنا کہ ابولہب۔ یہ شخص آپ کا چچا تھا اور آپ کی دو صاحبزادیاں بھی اس کے دو بیٹوں کی منکوحہ تھیں لیکن وہ امتِ مسلمہ کا بدنصیب ترین انسان ثابت ہوا کیونکہ اس نے آپ کی نبوت کا نہ صرف انکار کیا بلکہ دین کے خلاف باقاعدہ مہم چلائی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف مستقل طور پر بکواس کرنے لگا۔

اس کے بالکل برعکس حضرت سلمان فارسی ہیں جو خونی رشتہ' رنگ' نسل اور علاقہ کے تعلق کے اعتبار سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بعید ترین شخصیت تھے مگر دینِ حق کی محبت کا کرشمہ دیکھئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **سلمان منا اهل البيت** "سلمان ہم میں سے ہے۔ ہمارے گھر کا آدمی ہے۔"

Marfat

سورہ الاخلاص (۱۱۲)

نام

یہ نام اس سورۃ میں لفظاً کہیں موجود نہیں یہ نام اس مناسبت سے ہے کہ اس کے معارف و حقائق پر ایمان لانے والا مخلص شرک سے نجات پالے گا اور آخرت میں جہنم سے نجات۔

زمانۂ نزول

مکی زندگی میں اس سورۃ کا نزول ہوا۔

مضامین

نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف مواقع پر لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی ذات کی بابت سوالات کیے جن کے جواب میں یہ سورۃ نازل ہوئی:

الف۔ مشرکین نے سوال کیا کہ رب کا نسب کیا ہے؟

ب۔ جس رب نے آپ کو بھیجا ہے وہ کیسا ہے؟

ج۔ آپ کا رب کس چیز (دھات یا مادہ) سے بنا ہوا ہے؟

د۔ آپ کا رب کیا کھاتا پیتا ہے؟ اور اس کا وارث کون ہو گا؟

اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا تذکرہ قرآنِ مجید کی مختلف آیات میں متعدد مواقع پر مذکور ہے مگر اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ کی بابت اجمالاً ساری کیفیات ذکر کر دی گئی ہیں۔ متعدد کتبِ حدیث میں ذکر ہے کہ سیدنا بلالؓ کا مالک جب آپ کو تپتی ریت پر لٹا کر چھاتی پر پتھر رکھتا تو آپ پر غشی طاری ہو جاتی۔ جب ہوش آتا تو آپ کی زبان پر یہی الفاظ جاری ہوتے "اللہ اَحَد!" اس سورت میں معبود کی بابت ان تصورات کو باطل قرار دے دیا گیا جن کی رو سے یہ سمجھا جاتا تھا کہ معبود مخصوص شکل و صورت اور جسم رکھتا ہے۔ نیز یہ کہ ان کی بھی نسل کا سلسلہ چلتا رہتا ہے۔

عیسائیوں کے ہاں باپ، بیٹے اور روح القدس کا جو تصور پایا جاتا تھا، اس کی نفی کر دی گئی۔ اسی طرح یہودی بھی اللہ تعالیٰ کے جسم اور مادیت کے قائل تھے۔ ان سب تصورات کو اس ایک سورۃ کے ذریعہ بیک قلم باطل قرار دیا اور فرمایا کہ میرا رب یکتا ہے، اس کا کوئی ہمسر نہیں اور نہ اس کا کوئی نسبی سلسلہ ہے۔ اس سورۃ کی فضیلت کے بارے میں متعدد روایات مذکور ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سورۃ کے بارے میں فرمایا کہ ایک دفعہ اس کی تلاوت کرنے والے کو تہائی قرآن مجید کی تلاوت کا ثواب ملتا ہے۔

ترجمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۚ لَمْ یَلِدْ ۙ وَلَمْ یُوْلَدْ ۙ
وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۟

"کہو وہ اللہ ہے یکتا۔ اللہ سب سے بے نیاز ہے اور سب اس کے محتاج ہیں۔ نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد۔ اور کوئی اس کا ہمسر نہیں۔" (الاخلاص: 1-4)

Marfa

سورہ الفلق (۱۱۳)

نام

پہلی آیت کے ایک لفظ سے اس کا نام ماخوذ ہے۔

زمانۂ نزول

مدنی زندگی میں اس سورۃ کا نزول ہوا۔

مضامین

انسان کے عقیدہ و نظریات میں جو چیزیں خلل انداز ہو سکتی ہیں ان کا ذکر کرکے ان سے پناہ مانگنے کی تلقین کی گئی:

1- تاریکی۔

2- دنیا کی زیب و زینت اور شہوات۔

3- دشمنوں کی ایذا رسانی۔

1- ظاہری اور باطنی دونوں تاریکیوں کو یہاں مراد لیا گیا۔ سورج سے قبل تاریکی انسان کو برائی کی طرف مائل کرتی اور اس کے نظریات میں تزلزل کا باعث بنتی ہے۔

2- دنیا میں پیدا کی گئی آسائشیں اور اسباب شہوت انسان کو رب کی یاد سے غافل بناتے اور لذات و شہوات میں غرق کرکے رب سے دوری کا باعث بنتے ہیں۔

3- دشمن کی شرارت اور سازشیں بھی انسان کے یقین و اعتماد کو متزلزل کرنے کا باعث بنتی ہیں۔ خاص طور پر جب شریر اور بدعقیدہ لوگ انسان کو غیر مرئی اثرات کے ذریعہ تنگ کرتے ہوں۔ ان تینوں اشیاء کا ذکر کرکے فرمایا کہ جب انسان اپنے رب پر یقین و اعتماد کی راہ پر گامزن ہوتا ہے تو توہمات' دنیا کی آسائشیں اور شہوات نیز اس کے دشمنوں کی کوششیں اس کو راہِ راست سے بہکانے کا سبب بنتی ہیں۔ اس لئے ان اشیاء کے خالق کی پناہ میں آکر ان سب مصائب و مشکلات سے نجات حاصل کی جا سکتی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے توسط سے اُمتِ مسلمہ کو تلقین کی گئی کہ ایسی نازک اور سنگین صورتحال میں اپنے رب کی پناہ میں آنے کے لئے یہ الفاظ کہے کیونکہ وہی ان آفتوں اور مصائب سے نجات دہندہ ہے۔

fat.com

ترجمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝ مِن شَرِّ مَا خَلَقَ ۝
وَمِن شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ ۝ وَمِن شَرِّ النَّفَّاثَاتِ فِي الْعُقَدِ ۝
وَمِن شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ ۝

"کہو' میں پناہ مانگتا ہوں صبح کے رب کی' ہر اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کی ہے اور رات کی تاریکی کے شر سے جب کہ وہ چھا جائے' اور گرہوں میں پھونکنے والوں (یا والیوں) کے شر سے' اور حاسد کے شر سے جب کہ وہ حسد کرے۔" (الفلق: 1-5)

"صبح کے رب" کی ترکیب دل پہ اثر کرتی ہے۔ پو پھٹنے اور صبحِ صادق کا منظر ہر دل والے کے لئے عجیب کیف رکھتا ہے۔

ہم اہلِ نظر کو ثبوت حق کے لئے
اگر رسول نہ آتے تو صبح کافی تھی

مطلب یہ ہے کہ ہم اس پروردگار کی پناہ و حفاظت میں آتے ہیں جو رات کی سیاہی کو صبح کی روشنی میں بدل دیتا ہے۔ گویا لطیف انداز میں یہ اللہ تعالیٰ سے دعا بھی ہے کہ ہماری روح کی تاریکیوں کو نور سے بدل دے' ہمارے باطن کی ظلمتوں کو ہدایت کی روشنی میں تبدیل کر دے' ہمارے جسم و جان جو چلتے پھرتے لاشے ہیں' انہیں حیات بخش دے اور ہماری پیاسی شخصیتوں کو اپنی ذاتِ گرامی سے محروم نہ فرما۔

آ کہ نہ جانے تجھ بن کب سے
روح ہے لاشہ جسم ہے مدفن

وہ عشق دے کہ سانسوں میں بس جائے تیرا نام
وہ کیف دے کہ تجھ کو پکارے مرا لہو

دامانِ تنگ وسعتِ امکاں ترے بغیر
ہستی ہے ایک پیکرِ بے جان تیرے بغیر

ہر سانس ایک تازہ جراحت کا ہے پیام
نشتر بنی ہوئی ہے رگِ جاں ترے بغیر

t.com

آواز دے رہی ہیں تجھے دل کی دھڑکنیں
دل ہے مثالِ قطرۂ لرزاں ترے بغیر

سورہ الناس (۱۱۴)

نام

پہلی آیت کا ایک لفظ عنوان قرار دیا گیا۔

زمانۂ نزول

مدینہ منورہ میں اس کا نزول ہوا۔

مضامین

سورۂ فلق کے بعد اس سورۃ میں ان اسباب کا ذکر کیا گیا ہے جن کا اثر انسان کے باطن اور قلب کے ساتھ ہے۔ اس سورۃ میں انسان کے اعتقاد کو مضبوط بنایا گیا ہے اور وہ تمام اسباب جو انسان کی گمراہی کا باعث بن سکتے ہیں ان کی حقیقت سے انسان کو آگاہ کیا:

1- جتھہ بندی اور جماعت۔

2- بادشاہی۔

اس سلسلہ میں فرمایا کہ انسان کو زمانۂ طفولیت سے عقل و شعور کے دور تک اللہ تعالیٰ ہی پہنچاتا ہے۔ اب یہ انسان عقل و شعور اور جسمانی طاقت و غلبہ کے زعم میں گمراہی اور سرکشی پر کیوں آمادہ ہوتا ہے؟ حقیقی بادشاہی اور غلبہ تو اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہے اور بس!

انسان پر نقص و کمزوری کا غلبہ ہے نہ کہ کمال کا۔ اس لئے ان تمام اوہام و خیالات سے نکالنے کے لئے فرمایا کہ اگر بدی کی طاقت تمہیں ان چیزوں کی بابت کسی زعم اور خیال میں لاکر بہکانے کی کوشش کرے تو اپنے رب، کائنات کے شہنشاہ اور معبودِ برحق کی پناہ میں آجاؤ تاکہ انسان یا جنات میں سے بدی کی طرف مائل کرنے والوں کی شرارت سے محفوظ رہ سکو۔ کیونکہ بدی کی طاقت چھپ کر وار کرتی ہے جس سے بچنا مشکل ہوتا ہے۔ اس لئے اپنے رب کی طاقت پر اعتماد اور اس سے دُعا ضروری ہے۔

fat.com

ترجمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ مَلِكِ النَّاسِ ۙ اِلٰهِ النَّاسِ ۙ
مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۙ الْخَنَّاسِ ۙ
الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۙ
مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝

"کہو: میں پناہ مانگتا ہوں انسانوں کے رب' انسانوں کے بادشاہ' انسانوں کے حقیقی معبود کی اس وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے جو بار بار پلٹ کر آتا ہے' جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے خواہ وہ جنوں میں سے ہو یا انسانوں میں سے۔" (الناس: 1-6)

سورۂ فلق اور سورۃ النّاس کو "مُعَوِّذَتَین" کہا جاتا ہے۔ یعنی وہ دو سورتیں جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور پناہ مانگی جاتی ہے۔

تفسیر

سورۃ النّاس میں اس ذات جَلَّ مَجدُہٗ سے پناہ مانگی گئی ہے جو انسانوں کا پروردگار (رب) ہے' انسان کا حقیقی بادشاہ (ملک) ہے اور انسان کا معبود حقیقی (اِلٰہِ النَّاس) ہے۔ مطلب یہ کہ اصل پالنہار بھی اللہ تعالیٰ ہے' اصل قوت کا مالک بھی ہے اور عبادت و اطاعت کا اصل حقدار بھی وہی۔ اسی کی پناہ میں آنا چاہئے۔ کسی اور کی حفاظت کی ضرورت نہیں ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کس کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آنا چاہئے؟

شیاطین جن و انس کے شر سے جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں۔ وسوسوں کی ترتیب کچھ یوں ہوتی ہے: سب سے پہلے تو وہ گمراہ معاشرہ (شیاطین انس) کے ذریعہ ایسا ماحول پیدا کرتے ہیں' ایسا نظامِ تعلیم نافذ کرواتے ہیں کہ اللہ رسول کی طرف توجہ نہ کی جاسکے۔ اگر کچھ اہل اللہ کی کوشش سے دین کی دعوت کا سلسلہ چل اٹھے تو پھر وہ کفر' شرک' دہریت یا اللہ اور رسول سے عداوت پر مختلف "دانشورانہ" طریقوں سے اکساتے ہیں۔

اس میں ناکامی ہو تو کبیرہ گناہوں کو حسین و مزین بنا کر پیش کرتے ہیں۔ اس میں بھی ناکامی ہو تو یہ خیال ڈالتے ہیں کہ چھوٹے گناہوں میں تو کوئی مضائقہ نہیں۔ ان شیاطین جن و انس کی ایک خطرناک چال یہ ہوتی ہے کہ وہ

t.com

انسان کے تصورِ دین کو غلط انداز میں پیش کرتے ہیں اور یہ سمجھاتے ہیں کہ انسان دینِ حق کو بس اپنی ذات تک محدود رکھے' اسے غالب و نافذ کرنے کی فکر نہ کرے۔ اگر کوئی شخص ان تمام چالوں سے بچ نکلے تو پھر شیاطین جن و انس کا گروہ ایسے شخص پر پل پڑتا ہے' اس پر پوری طاقت سے حملہ کرتا ہے' اس کی کردار کشی کرتا ہے اور اسے ہر طرف سے بدنام اور رسوا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

اس موقعہ پر خود شیطان ہی اس شخص کو غصہ و غیرت دلا کر کہتا ہے کہ ان حملہ آوروں کا مقابلہ کرے اس حربہ سے وہ پھر اس انسان کو اپنی ذات کے دفاع اور دین کے کام سے غفلت میں ڈالنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس موقعہ پر بھی اگر انسان بچ نکلے تو شیطان بے بس ہو جاتا ہے۔ یہی وہ مواقع ہیں جن میں انسان کو اپنی ذاتی قوت کی نفی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی حفاظت و پناہ میں آ جانا چاہئے کہ ان شیاطین سے نمٹنا رَبِّ النَّاس' مَلِكِ النَّاس اور اِلٰهِ النَّاس ہی کا کام ہے۔

قرآن مجید کا آغاز سورۂ فاتحہ اور اختتام مُعَوِّذَتَین پر ہوتا ہے۔ سورۂ فاتحہ میں انسان ربُّ العالمین' الرحمٰن' الرحیم اور مالکِ یومِ الدِّین سے اقرارِ عبودیت کے بعد ہدایت کی دعا مانگتا ہے۔ جواب میں اسے قرآن مجید کی شکل میں هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ عطا کر دی جاتی ہے تاکہ اسے تدبّر اور تذکّر سے پڑھے اور اپنی ذات پر اور اپنے ماحول پر غالب و نافذ کرے۔ یہ کام آسان نہیں۔ اس میں بہت نشیب و فراز ہیں' بہت مشکلات و مصائب ہیں' شیاطین کی طرف سے سازشوں کا جال ہے مگر

جو رہِ عشق میں قدم رکھیں
وہ نشیب و فراز کیا جانیں

لیکن انسان کو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی پناہ و حفاظت درکار ہے۔ چنانچہ قرآن مجید کا اختتام معوذتین سے کیا گیا تاکہ اس راستہ پر چلتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں رہے اور شیاطین کے مقابلے کے لئے اللہ تعالیٰ کو آگے کرے اور خود بے فکر ہو جائے۔

fat.com

دُعائے ماثورہ

اَللّٰھُمَّ اٰنِسْ وَحْشَتِیْ فِیْ قَبْرِیْ اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنِیْ بِالْقُرْاٰنِ الْعَظِیْمِ
وَاجْعَلْہُ لِیْ اِمَامًا وَّ نُوْرًا وَّ ھُدًی وَّ رَحْمَۃً
اَللّٰھُمَّ ذَکِّرْنِیْ مِنْہُ مَا نَسِیْتُ وَعَلِّمْنِیْ مِنْہُ مَا جَھِلْتُ وَارْزُقْنِیْ تِلَاوَتَہٗ
اٰنَآءَ الَّیْلِ وَاٰنَآءَ النَّھَارِ وَاجْعَلْہُ لِیْ حُجَّۃً یَّا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ ○

"اے اللہ! تو میری قبر میں میری وحشت کے وقت ایک رفیق عطا فرما۔ اے اللہ! تو اس باعظمت قرآنِ کریم کے صدقے مجھ پر رحم فرما اور قرآنِ کریم کو میرے لیے رہبر، روشنی، ہدایت اور رحمت بنا۔ قرآنِ کریم کی جو چیز میں بھول گیا ہوں تو مجھے یاد دلا دے اور جو میں نہیں جانتا وہ تو مجھے سکھا دے اور تو مجھے رات و دن قرآنِ کریم پڑھنے کی توفیق عطا فرما۔ اے تمام جہانوں کے مالک تو قرآنِ کریم کو میرے لئے دلیل و برہان کی مضبوط سند بنا دے۔"

(آمین ثم آمین)

Marfa

انوار القرآن

جلد دوم

Marfa